رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی

الحمد للہ کہ کتاب

النوادر الغرر

برائے افادۂ امیدوارانِ امتحان منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۲ء و ما بعد

از

جناب مولانا السید محمد مجتبیٰ صاحب نوگانوی فقیہ فاضل، ادیب فاضل، صدر الافاضل مصنف و مؤلف خلاصہ علم النفس، خلاصہ ادب العرب، ترجمہ مقدمہ باب الطرب، اثبات الحجاب، الاعتبار، تعلیم الشہدا

بہ تصحیح و بحواشی مفیدہ

از جناب مولوی محمد اسحٰق خاں صاحب بٹالوی منشی فاضل و مولوی عالم و مولوی محمد شفیع خاں صاحب گورداسپوری مولوی فاضل

حسب فرمائش

شیخ جان محمد الٰہ بخش تاجران کتب علوم مشرقی کشمیری بازار لاہور

مطبوعہ ۱۹۳۲ء

در مطبع عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر

کتب نصاب امتحانات منشی منشی عالم منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۴ء

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
منشی ۱۹۳۴ء		اردو ترجمہ رباعیات عمر خیام حالی متن	۴/
پرچہ (۱) احسن القواعد	عہ/	اردو ترجمہ اخلاق محسنی	۱۰/
شعر العجم حصہ اول	عہ/	جوہر اخلاق یعنی اخلاق محسنی کا بہترین خلاصہ از نشتر بشادمانی	۴/
(۲) ایف۔ اے کورس فارسی (حصہ نثر)	عہ/	بہترین اردو ترجمہ سلم الادب معہ فرہنگ	۴/
رقعات عالمگیری (معہ ترجمہ)	۶/	تحصیل فارسی برائے ترجمہ	۱۴/
حکیم نباتات (معہ مقدمہ و ترجمہ و فرہنگ	۶/	قرۃ العین در ترجمتین	۱۰/
گلستان (باب ۵ خارج) خوشخط کاغذ عمدہ	۱۲/	پرچہ جات منشی و منشی عالم ۱۹۲۶ء تا ۳۲ء	۸/
(۳) ایف۔ اے کورس فارسی (حصہ نظم)	عہ/	**منشی عالم ۱۹۳۴ء**	
تحفہ احرار جامی (معہ ترجمہ اردو حالی متن)	۱۲/	پرچہ (۱) رسالہ عبد الواسع	۳/
رباعیات عمر خیام معہ حالات	۴/	عروض سیفی	۳/
(۴) اخلاق محسنی	۸/	شعر العجم حصہ دوم و سوم	۵/
(۵) ترجمتین یعنی فارسی سے اردو اور اردو سے		(۲) بی۔ اے کورس فارسی مطبوعہ ۲۶ء (حصہ نثر)	عہ/
فارسی میں ترجمہ کرنا۔		سرگذشت وزیر خان لنکران معہ ترجمہ اردو و فرہنگ	۸/
(۶) قواعد عربی از قاضی میر احمد	۳/	تذکرہ دولت شاہ سمرقندی (طبقہ اول تا پنجم)	عہ/
(یا) نحو میر مجتبائی	۴/	نوٹ:۔ تذکرے کے سوالات عبارتی ہونگے تاریخی نہیں	
سلم الادب	۱۰/	انتخاب غالب	۸/
کتب امدادی		لسان العجم حصہ اول	۱۰/
اوجز القواعد خلاصہ احسن القواعد	۷/	(۳) بی۔ اے کورس فارسی مطبوعہ ۲۶ء (حصہ نظم)	عہ/
خلاصہ شعر العجم حصہ اول	۵/	مطلع الانوار امیر خسرو	۸/
ترجمہ ایف۔ اے کورس فارسی از پروفیسر		قصائد عرفی (محشی)	۹/
جمال الدین انوار …	عہ/	(۴) اخلاق ناصری (اعلیٰ خوشخط)	عہ/
گلستان مترجم اردو خوشخط کاغذ عمدہ	۱۲/	(۵) ترجمتین و جواب مضمون فارسی	

۲۳ / ۱ / ۳۶

رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی

الحمد للہ کہ کتاب

النوادر الغرر

برائے افادۂ امیدواران امتحان منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی سنہ ۱۹۳۳ء وما بعد

از

جناب مولانا السیّد محمد مجتبیٰ صاحب نوگانوی فقیہ فاضل۔ ادیب فاضل صدر الافاضل مصنّف و مؤلف خلاصہ علم النفس۔ خلاصہ ادب العرب۔ ترجمہ مقدمہ باب الطرب۔ اثبات الحجاب۔ الاعتبار۔ تعلیم التہذیب

بہ تصحیح و بحواشی مفیدہ

از جناب مولوی محمد اسحٰق خاں صاحب بٹالوی منشی فاضل و مولوی عالم
و مولوی محمد شفیع خاں صاحب گورداسپوری مولوی فاضل

حسب فرمائش

شیخ جان محمد الٰہ بخش تاجران کتب علوم مشرقی
کشمیری بازار لاہور

مطبوعہ سنہ ۱۹۳۳ء

در مطبع عالمگیر الیکٹرک پریس لاہور بہ اہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر طبع شد

کتب نصاب امتحانات منشی، منشی عالم، منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۴ء

نام کتاب	قیمت
منشی ۱۹۳۴ء	
پرچہ (۱) احسن القواعد	عہ/
شعر العجم حصہ اول	۸عہ/
(۲) ایف۔ اے کورس فارسی (حصہ نثر)	۸عہ/
رقعات عالمگیری (معہ ترجمہ)	۶/
حکیم نباتات (معہ مقدمہ و ترجمہ و فرہنگ	۶/
گلستان (باب ۵ خارج) خوشخط کاغذ عمدہ	۱۲/
(۳) ایف۔ اے کورس فارسی (حصہ نظم)	۸عہ/
تحفۃ احرار جامی (معہ ترجمہ اردو حاشل متن)	۱۲/
رباعیات عمر خیام معہ حالات	۴/
(۴) اخلاق محسنی	۸/
(۵) ترجمتین یعنی فارسی سے اردو اور اردو سے فارسی میں ترجمہ کرنا۔	
(۶) قواعد عربی از قاضی میر احمد	۳/
(یا) نحو میر مجتبائی	۴/
سلم الادب	۱۰/
کتب امدادی	
اوجز القواعد خلاصہ احسن القواعد	۷/
خلاصہ شعر العجم حصہ اول	۵/
ترجمہ ایف۔ اے کورس فارسی از پروفیسر جمال الدین [illegible]	عہ/
گلستان مترجم اردو خوشخط کاغذ عمدہ	۱۲/

نام کتاب	قیمت
اردو ترجمہ رباعیات عمر خیام حاشل متن	۴عہ/
اردو ترجمہ اخلاق محسنی	۱۰/
جوہر اخلاق یعنی اخلاق محسنی کا بہترین خلاصہ از نشتر پشاوری	۴/
بہترین اردو ترجمہ سلم الادب معہ فرہنگ	۴/
تحصیل فارسی برائے ترجمہ	۱۴/
قرۃ العین در ترجمتین	۱۰/
پرچہ جات منشی و منشی عالم ۲۶ تا ۳۲ء	۸/
منشی عالم ۱۹۳۴ء	
پرچہ (۱) رسالہ عبدالواسع	۳/
عروض سیفی	۳/
شعر العجم حصہ دوم و سوم	۵/
(۲) بی۔ اے کورس فارسی مطبوعہ ۲۶ء (حصہ نثر)	۸عہ/
سرگذشت وزیر خاں لنگراں معہ ترجمہ اردو و فرہنگ	۸/
تذکرہ دولت شاہ سمرقندی (طبقہ اول تا پنجم)	عہ/
نوٹ:۔ تذکرے کے سوالات عبارتی ہونگے تاریخی نہیں	
[illegible] غالب	۸/
لسان العجم حصہ اول	۱۰/
(۳) بی۔ اے کورس فارسی مطبوعہ ۲۶ء (حصہ نظم)	عہ/
مطلع الانوار امیر خسرو	۸/
قصائد عرفی (محشی)	۹/
(۴) اخلاق ناصری (اعلیٰ خوشخط)	۴عہ/
(۵) ترجمتین و جواب مضمون فارسی	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لک الحمد یا من لا تحصی حمدہ مساعی اللسان و لک الشکر یا من لا تحیط شکرہ خطرات الجنان، محمدنا حمد القاصرین و شکرنا شکر العاجزین، انزلت علینا النعم المتکاثرہ، والمواھب المتواترہ بالنبی المکی المدنی الاشرف الاکرم سید العرب والعجم، مفتخر الانبیاء کلھم من آدم الی من ھو قبل الخاتم محمد ن المصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ثم اسبغت الانعام بذریتہ الطاھرۃ المطھرۃ واصحابہ الکرام، الذین ھدونا الی ما ھدانا الیہ واقامونا علی ما اوصلنا الدیہ والصلوۃ والسلام علیھم اجمعین، من یومنا ھذا الی یوم الدین **اما بعد** میں اپنی اس بے حقیقت اور ناچیز تالیف کو نہایت معذرت اور غایت انکسار کے ساتھ حضرات طلبہ کرام کی نذر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ اسے ایک بشر کی محنت سمجھتے ملاحظہ فرمائیں گے نہ معصوم اور ملک کی۔ میرا یہ دعوی کرنا کہ میری تالیف میں کوئی غلطی نہیں مسلمہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کو توڑنے کی جسارت کرنا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ یہ کتاب کسی طویل مدت کی عرق ریزی کا نتیجہ اور نظر ثانی وثالث کا ممنون احسان صحیفہ نہ بن سکی تاکہ میری منشاء کے موافق تشریحات توضیحات ہوتیں۔ بلکہ غالبًا ابتدائے جون سے اس کا باقاعدہ آغاز ہوا اور چند دنوں کے بعد ہی مکرمی عالی جناب **شیخ اللہ بخش** صاحب زاد عواطفہ تاجر کتب علوم مشرقی کے گرامی نامے آنے لگے کہ یکم جولائی تک ترجمہ نہ پہنچ گیا تو اس کے بعد بیکار ہے اور مجھے تعمیل کرنا پڑی اتنی قلیل مدت میں **سمط اللآلی** کے جواہر نادرہ کو کما حقہ جلا کے ساتھ نقادان فن کے سامنے پیش کرنا میرے امکان سے باہر تھا۔ جبکہ جون کی مشہور و معروف عرق ریز اور آتش فشاں گرمی کی ناقابل بیان تکلیفات بھی ساتھ ساتھ تھیں لیکن پھر بھی کہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالے محترم طلبہ اس سے کافی فائدہ اٹھا سکیں گے۔ نظم یا نثر کا کوئی حصہ غیر حل شدہ نہ ملیگا۔ اضافہ معلومات و استعداد کے لئے یہ شرح خصوصًا اس کے مفید حواشی نمایاں طور پر

معاون و مددگار پائے جائیں گے اور قدردان و منصف طبائع اس قدر کم مدت میں اتنی تشریح و تحلیل کی داد دیں گی۔

چونکہ یہ شرح کوئی ایسی شرح نہیں ہو سکتی جو طلبہ کو سمط الدرر کے مطالعہ سے بے نیاز کردے اور لامحالہ انہیں متن و شرح دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھنا پڑے گا۔ اس لئے تراجم مؤلفین حاشیہ متن وغیرہ کا داخل کرنا میں نے زائد بر ضرورت سمجھا۔

مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ اس شرح کے کاتب کون بزرگ ہونگے اور کہاں تک کتاب اپنی اصلی حالت پر باقی رہیگی اور کوئی بھی ہوں' اگر میں خود بھی کتابت کروں تو یہ ایسا کام ہے کہ شاید غلطی سے نہ بچ سکوں۔ اس پر مسئلہ مذکور کی زد مستزاد' البتہ سنا ہے کہ ذمہ دار حضرات فرائض کتابت و طباعت کی انجام رسانی میں بہترین انتخاب اور کافی اہتمام سے کام لیتے ہیں۔

چونکہ لفظی ترجمہ سے فی زماننا بیحد تنافر پھیلا ہوا ہے۔ اور اب ایسا ترجمہ قریب قریب متروک ہو گیا ہے یہاں تک کہ بعض نئی روشنی کے طلبہ مقصد اصلی کو ہاتھ سے جاتا دیکھ کر بھی اسے زحمت نہیں دینا چاہتے۔ اس لئے میں نے حتی الامکان بامحاورہ ترجمہ کی کوشش کی ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہے اس کا پابند رہا ہوں کہ محترم طلبہ کے لئے یہ شرح ایک دساتیر و شستہ شرح رہے۔ عبارات کے معانی مانوس شکل میں نظر آئیں اور ان کو اس کی دلچسپی و پاکیزگی کے لطف سے ان کی محنت و جانفشانی کا نقد ہمت افزا صلہ ملتا رہے۔

میرے لئے اس کا اظہار بھی حق بجانب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب تمامتر میری ہی تالیف نہیں بلکہ علامہ دوران' فہامہ زمان مولانا عبدالعزیز صاحب میمنی کا زور قلم بھی اس میں شامل ہے یعنی سابق کورس کے شارح آپ تھے۔ لہذا جو اجزاء سابق کورس کے موجودہ کورس میں بحال رہے۔ ان میں سے انتخاب مقامات اور انتخاب حماسہ کی شرح بھی بلفظہ و بجنسہ بحال رہی اور انتخاب متنبی کی شرح مولانا نے کی ہی نہیں۔ لہذا اس غرض کو میں انجام دیتا ہوں اور التماس دعا کے بعد اس امر کی استدعا کرتا ہوں۔ کہ ضیق وقت و قتیع عوارضات اور تعجیل کار کی وجہ سے ناظرین کچھ غلطیاں ملاحظہ فرمائیں۔ تو تین پیسہ خرچ کر کے شارح کو مطلع کریں یا دامن عفو میں چھپائیں' عین ہمدردی و کمال احسان ہوگا۔ والسلام خیر ختام

خادم الطلبہ السید محمد مجتبیٰ "نوگانوی"
فقیہ فاضل۔ صدر الافاضل۔ ادیب فاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر

فتوح السندھ

من

فتوح البلدان للبلاذری

باب ۔ ۱

علی بن محمد بن عبداللہ بن ابو یوسف نے بیان کیا ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ بن خطاب نے عثمان ابن ابی العاص ثقفی کو ۱۵ھ میں بحرین و عمان کا والی بنایا۔ تو عثمان نے اپنے بھائی حکم کو۔ بحرین کی طرف بھیجا اور خود عمان کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر لشکر کا ایک حصہ تھانہ[۱] کی طرف بھیجا جب لشکر لوٹ آیا۔ تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ انہوں نے جواب لکھا۔ کہ اے عثمان تم نے کیڑوں کو لکڑی پر سوار کیا ہے (یعنی کمزور جماعت کو زبردست جماعت کے مقابلہ میں بھیجا) میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر ان لوگوں کو کوئی تکلیف و مصیبت پہونچی۔ تو یقیناً میں ان کے برابر تمہاری قوم کے لوگوں کو گرفتار کراؤں گا۔ اور عثمان نے حکم کو بھروچ کی طرف بھی بھیجا۔ اور اپنے بھائی مغیرہ کو خلیج دیبل کی جانب روانہ کیا۔ وہاں وہ دشمنوں سے لڑے اور فتح پائی ؂

---

[۱] ایک شہر ہے جو بحر لاردی پر آباد ہے دیکھو مروج الذہب ومعادن الجوہر باب ۶ صفحہ ۳۳ سطر الدرج

جب حضرت عثمان بن عفان والی ہوئے اور انہوں نے عبداللہ بن عامر بن کریز کو عراق کا والی بنایا۔ تو اس کو یہ حکم لکھ کر بھیجا۔ کہ وہ سرحد ہند کی طرف ایسے شخص کو بھیجے جو وہاں کے حالات معلوم کرلے اور ان کے (حضرت عثمان کے) پاس وہاں کی خبریں پہنچائے (اس کے لئے) عبداللہ نے حکیم بن جبلہ عبدی کو بھیجا۔ جب یہ لوٹ کر آیا۔ تو عبداللہ نے اسے حضرت عثمان کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اس سے وہاں کے شہروں کے حالات معلوم کئے وہ کہنے لگا۔ کہ اے امیرالمومنین میں نے ان شہروں کے حالات کو سمجھ لیا ہے اور اچھی طرح آزمالیا ہے کہا کہ پھر مجھ سے بیان کرو۔ کہا کہ پانی وہاں کم ہے۔ خرمے خراب[2] ہیں اور چور دلیر ہیں اگر وہاں لشکر قلیل بھیجا جائیگا تو تمام سپاہی (وہاں کے باشندوں کے ہاتھوں) ضائع ہو جائیں گے اور اگر کثیر تعداد میں بھیجا جائیگا تو سب بھوکے مرجائیں گے۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تو یہ خبر دے رہا ہے یا محض مسجع کلام کررہا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں، میں خبر دے رہا ہوں (یہ سن کر) حضرت عثمان نے ان شہروں میں کسی سے جنگ نہیں کی (مسجع و مقفّیٰ کلام کرنے سے اس کے ان فقرات کی طرف اشارہ ہے "ماؤھا وشل وتمرھا دقل الخ)

آخر ۳۸ھ اور اول ۳۹ھ عہد خلافت امیرالمومنین علی بن ابی طالب میں حسب تعمیل ارشاد حضرت علی حارث بن مرہ عبدی تیار ہو کر سرحد ہند کی طرف گئے اور فتحیاب ہوئے مال غنیمت اور قیدی حاصل کئے اور ایک دن میں ایک ہزار آدمی تقسیم کئے۔ پھر وہ اور ان کے ہمراہی سوائے چند آدمیوں کے سرحد قیقان میں قتل کر دئیے گئے۔ ان کا قتل ۴۲ھ میں واقع ہوا اور قیقان سندھ کے شہروں میں سے خراسان کے قریب ایک شہر ہے۔

پھر اس سرحد پر امیر معاویہ کے زمانہ میں ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے جنگ کی اور مقام بنہ واہواز میں آیا۔ یہ دونوں مقام ملتان و کابل کے درمیان ہیں۔ مہلب سے دشمن کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ جس نے اس سے اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ کیا۔ اور مہلب کی بلاد قیقان

---

[1] نحریر کسی عقلمند، ہوشیار، ماہر، دانا، آزمودہ کار، متقن۔ تیز ذہن ہر امر میں بصیر و بینا ۱۲ منتہی الارب

[2] "دقل" (نقف) ایک ناکارہ خرما جس کے لئے کوئی نام نہ ہو اور انواع مشہور میں نہ ہو "وشل" (ذف) تھوڑا پانی کہ پہاڑ یا پتھر سے رسے اور اس کے قطرے متصل و متوالی نہ ہوں یا پانی کہ تھوڑا تھوڑا کوہ سے ٹپکے بہت پانی تھوڑے آنسو بہت سے آنسو اضداد سے ہے اوشال جمع وشل وشل میں سے ہے بالرمل اوشال اور کہتے ہیں جاؤا اوشالا یعنی ایک دوسرے کے پیچھے آئے ۱۲ منتہی الارب

میں اٹھارہ[1] ترکی سواروں سے ملاقات ہوئی جو بلوم کٹے گھوڑوں پر سوار تھے۔ انہوں نے مہلب سے جنگ کی اور سب مارے گئے۔ مہلب نے کہا کہ یہ عجمی لوگ ہم سے زائد متانت کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ پس اس نے (اپنے) گھوڑوں کی دمیں کاٹ دیں اور یہ مسلمانوں میں سے پہلا وہ شخص ہے جس نے گھوڑوں کی دمیں کاٹیں ازدی مقام بنہ کے متعلق کہتا ہے ۔ع
کیا تم نے بنی ازد کو نہیں دیکھا کہ جس رات کو وہ مقام بنہ میں ٹھہرائے گئے تھے تو مہلب کا بہترین لشکر تھے۔

پھر عبداللہ بن عامر نے امیر معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں عبداللہ بن سوار عبدی کو (سرحد ہند کا) والی بنایا اور بعض کا قول ہے کہ اس کو معاویہ نے اس سے قبل ہی سرحد ہند کا والی بنا دیا تھا۔ عبداللہ نے قیقان میں جنگ کی اور مال غنیمت حاصل کیا پھر معاویہ کے پاس آیا اور ان کو قیقانی گھوڑے ہدیہ دیئے۔ چند دن ان کے پاس قیام کیا پھر لوٹ کر قیقان آیا۔ یہاں ان لوگوں (عبداللہ اور اس کے ہمراہیوں) نے ترکوں کو فوج میں بھرتی کرلیا۔ انہوں نے عبداللہ کو قتل کر دیا۔ عبداللہ کی مدح میں شاعر کہتا ہے ۔ع
اور ابن سوار باوجود اپنی سخت حالیوں[1] کے بڑا مہماں نواز اور گرسنگی کو فنا کردینے والا ہے
یہ (عبداللہ) بڑا سخی تھا۔ اس کے لشکر میں سوائے اس کے اور کسی کے یہاں آگ نہیں جلتی تھی (یہی سب کو کھانا دیتا تھا۔ کسی کو پکانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی) ایک رات اس نے آگ روشن دیکھی۔ پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ایک نفساء[2] عورت ہے اس کے لئے خبیص[3] بنایا جارہا ہے۔ حکم دیا کہ تین دن سب کو خبیص ہی کھلایا جائے۔

زیاد بن ابو سفیان نے عہد معاویہ میں سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی کو والی بنایا وہ ایک مرد فاضل وخدا پرست تھا اور سب سے پہلا وہ شخص تھا جس نے عورتوں کو طلاق دیدینے کی بابت لشکر کو قسم دلادی تھی یہ سرحد پر آیا اور مکران کو قہراً فتح کیا اس کو آباد کیا۔ اس میں قیام کیا اور دوسرے شہروں پر بھی قبضہ کیا۔ اس کی بابت شاعر کہتا ہے ۔ع
(اور) میں بنی ہذیل کو دیکھتا ہوں۔ کہ انہوں نے ان عورتوں کو طلاق دینے کی بابت قسم میں امر جدید کیا ہے۔ جن کے وہ مہر ادا نہیں کرتے۔

[1] علة (فتقہ) سخت حالی۔ الفاء آگ جلانا مہماں نوازی سے استعارہ ہے ۱۲ منتہی الارب

[2] نفساء۔ زچہ عورت جسے خون نفاس آتا ہو ۱۲ منتہی الارب

[3] خبیص (بکس) ایک حلوا ہے جو گھی اور خرما کا بناتے ہیں فارسی میں اسے افروشہ کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

سہ حذف (بفتح) گھوڑے کی دم میں سے پکڑ کر بال توڑ لینے۔ حذف (بفتح) بے کان بے دم کی بکریاں (دم ستور بریدن (صراح) مشہور ہے کہ دم کاٹنے سے جانور قوی ہو جاتا ہے۔ شارح ۱۲

(۲) مجھے ابن مجبق کی قسم ذلیل معلوم ہوتی ہے جبکہ وہ عورتیں (اس قسم کی بدولت بے وارثی و مفلسی کی وجہ سے) اپنی گول گول اور زیور سے خالی گردنوں کو بلند کرتی ہیں ؛

ابن کلبی کہتا ہے کہ مکران کو حکیم بن جبلہ عبدی نے فتح کیا ؛

پھر زیاد نے سرحد سندھ پر راشد بن عمرو جُدیدی ازدی کو والی و حاکم مقرر کیا وہ مکران میں آیا۔ پھر قیقان میں جنگ کر کے ظفریاب ہوا۔ پھر مید پر جنگ کی اور مارا گیا۔ اور لوگوں کے احکام کا سنان بن سلمہ ذمہ دار بنا تو اس کو زیاد نے سرحد کا والی بنا دیا۔ وہاں دو سال رہا۔ اعشیٰ ہمدان نے مکران کی بابت کہا ہے ؎

(۱) تو مکران کی طرف جا رہا ہے یقیناً وہاں جانا اور رہ کر نکل آنا مشکل و بعید ہے ؛

(۲) مجھے مکران کی حاجت نہیں اور نہ اس میں جنگ و تجارت کی ضرورت ہے ؛

(۳-۴) میرے سامنے مکران کی باتیں کی جاتی تھیں حالانکہ میں وہاں گیا بھی نہ تھا اور ہمیشہ اس کے ذکر سے مجھے خوف دلایا جاتا رہا ہے۔ کہ زیادہ آدمی جا کر وہاں بھوکے رہتے ہیں اور کم گرفتار و ہلاک کئے جاتے ہیں ؛

عباد بن زیاد نے سرحد ہند پر سجستان سے لڑائی شروع کی پھر سنارود آیا۔ پھر سرزمین سجستان سے ہند وغیرہ تک دیار کنیز و رود بار میں دار و گیر برپا کی۔ پھر کیج میں آیا۔ پھر راہ طے کر کے قندھار آیا۔ وہاں کے لوگوں سے جدال و قتال کر کے انہیں شکست و ہزیمت دی اور بعد کے بہت سے مسلمانوں کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ عباد نے قندھار کو فتح کیا۔ اس نے اہل قندھار کی ٹوپیاں بہت لانبی دیکھیں - تو اس میں ترمیم کی اور ان کا نام قلانس عبادیہ (عبادی ٹوپیاں) ہو گیا۔ ابن مفرغ کہتا ہے ؛

(۱-۲) مقام جروم اور ارض ہند میں ایسے مقتولین کے اکثر قدم اور پاجامے پڑے ہوئے ہیں جو دفن نہیں ہوئے۔ اور جس کی موت قندھار میں لکھی ہوگی۔ تو اس کے متعلق بغیر علم بہت سی خبریں بیان کی جائیں گی ؛

پاجامے موجود ہونے سے شدت حرب کی طرف اشارہ ہے کہ ہنگامہ دار و گیر میں بھاگنے والوں کو پاجاموں کا بھی ہوش نہ رہا۔ اور مقتول کے متعلق خبریں بیان ہونے سے یہ مطلب ہے

لہ شحط (فس) شحوط (ضفس) دور ہونا ؎ وجر (اف) ڈرنا ۱۲

ٹہ عور (فس) کسی کو پکڑنا اور لے جانا یا ہلاک کر دینا ۱۲ منتہی الارب

ٹہ رجم (فس) ایک امر کہ جس کی حقیقت کچھ معلوم ہو۔ رجم و ترجیم گمان سے بات کہنی ۱۲ منتہی الارب

کہ وہاں کے مقتولین کے بہت سے واقعات و تلمیحات ہیں جن کے جا بجا چرچے رہتے ہیں۔

پھر زیاد نے منذر بن جارود عبدی کو جس کی کنیت ابوالاشعث تھی۔ سرحد ہند کا والی بنایا۔ اس نے بوقان و قیقان میں ہنگامہ آرائیاں کیں جن میں مسلمان کامیاب ہوئے مال غنیمت ملا۔ اور منذر نے قیدیوں کو ان کے شہروں میں منتشر و تقسیم کردیا اس کے بعد قصدار کو فتح کیا۔ اس کے باشندوں کو قید کیا۔ سنان نے بھی اس کو پہلے فتح کیا تھا۔ مگر اہل قصدار نے نقض عہد کر دیا تھا یہیں اس کی موت ہوئی شاعر کہتا ہے ؎

(۱) وہ قصدار میں آیا پس وہیں (مر گیا اور) مدفون ہوا اور لوٹنے والوں کے ساتھ سفر سے لوٹنا نصیب ہوا۔

(۲) قصدار کی اور اس کی سختیوں کی خدا سے فریاد ہے کیسے اچھے دین و دنیا کے جوان کو قصدار نے (اپنے اندر) دفن کر لیا۔

پھر زیاد نے عبید اللہ ابن زیاد ابن حری باہلی کو والی بنایا اس کے ہاتھ پر خداوند عالم نے ان شہروں کو فتح کیا۔ ابن حری نے ان میں سخت جدال و قتال کیا پس وہ کامیاب ہوا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عبید اللہ نے سنان بن سلمہ کو والی بنایا اور حری اس کے لشکروں پر تعینات تھا حری بن حری کے متعلق شاعر کہتا ہے ؎

اگر بوقان میں میں نیزہ بازی نہ کرتا تو ابن حری کے لشکر[1] لوٹ کے مال لیکر نہ لوٹتے

اہل بوقان اب مسلمان ہیں۔ عمران بن موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی نے وہاں ایک شہر کی بنا کی۔ جس کا نام بیضاء رکھا۔ یہ عہد خلافت معتصم باللہ کا واقعہ ہے

باب ۲

جب حجاج بن یوسف بن حکم بن ابو عقیل ثقفی عراق کا والی بنایا گیا تو اس نے سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران کا اور اس سرحد کا والی بنایا۔ اس پر معاویہ اور محمد نے خروج کیا جو دونوں حارث کے بیٹے علاف کی اولاد میں سے تھے پس سعید مارا گیا اور علاف کے بیٹے سرحد پر غالب آگئے علاف کا نام ربان ہے۔ جو حلوان کا بیٹا۔ حلوان عمران کا بیٹا۔ عمران حاف کا بیٹا اور حاف قضاعہ کا بیٹا تھا اور قضاعہ جرم کا باپ تھا۔

اس کے بعد حجاج نے مجاعہ بن سفر تمیمی کو اس سرحد کا والی بنایا۔ مجاعہ نے وہاں

---

[1] جمع سریۃ لشکر کا ٹکڑا پانچ آدمیوں سے تین سو چار سو تک ۱۲ منتہی الارب

جنگ کی۔ مال غنیمت حاصل کیا اور علاقہ قندابیل کے کچھ حصوں کو فتح کیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر محمد بن قاسم نے علاقہ قندابیل کو پورے طور پر فتح کر لیا اور ایک سال کے بعد مجاعہ مکران میں مر گیا شاعر کہتا ہے ؎

اے مجاعہ نہیں ہیں وہ مقامات کہ جن میں تو حاضر ہوا مگر یہ کہ ان کا ذکر تجھ کو زینت دیتا ہے (یعنی تیری حرب و ضرب و شجاعت کے وہاں زینت بخش سکے موجود ہیں)۔

مجاعہ کے بعد حجاج نے محمد بن ہارون بن زراع نمری کو والی بنایا۔ اس کے عہد حکومت میں حجاج کے پاس شاہ جزیرہ یاقوت نے اپنے ملک کی کچھ مسلمان عورتیں ہدیہ بھیجیں جن کے باپ مر گئے ہیں جو تاجر تھے حجاج نے ان کو اپنے پاس بلانے کا ارادہ کیا تو صحرائے دیبل کے کچھ لوگ اس کشتی کے درپے ہوئے جس میں وہ تھیں اور انھوں نے کشتی کو مع اس کے مال و سامان کے گرفتار کر لیا۔ ایک عورت نے جو بنی یربوع سے تھی "یا حجاج" کہکر پکارا۔ اس کی حجاج کو خبر ہوئی اس نے "یا لبیک" کہا۔ اور داہر کے پاس پیام بھیجا کہ عورتوں کو چھڑا دے۔ اس نے جواب دیا کہ ان کو ایسے چوروں نے پکڑ لیا۔ جن پر ہمارا کوئی قابو نہیں۔ پھر حجاج کی عبیداللہ بن نبہان سے دیبل میں جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا۔ پس حجاج نے بدیل بن طہفہ بجلی کو درحالیکہ وہ عمان میں تھا لکھا کہ دیبل جائے جب بدیل دیبل والوں کے پاس پہنچا تو اس کے گھوڑے نے اس سے سرکشی کی۔ اسے دشمنوں نے گھیر لیا اور مار ڈالا۔ بعض کا قول ہے کہ اسے بدھ کے جاٹوں[1] نے قتل کیا ہے۔ جزیرہ یاقوت کا نام جزیرہ یاقوت وہاں کی عورتوں کے حسن و جمال کی وجہ سے رکھا گیا ہے"۔

پھر حجاج نے محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل کو ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں والی بنایا حجاج نے سندھ پر جنگ کی اور محمد اس وقت فارس میں تھا۔ اس نے اس کو حکم دیا۔ کہ رے کی طرف چلا جائے اور اس کے مقدمۃ الجیش پر ابو الاسود جہم بن زحر جعفی ہو۔ لیکن بندوبست سندھ کی غرض سے پھر اس نے محمد کو فارس کی طرف بلا لیا اور سرحد سندھ کیلئے کمانڈر مقرر کر دیا۔ پھر چھ ہزار شامیوں کا لشکر اور ان کے علاوہ دوسرے آدمی اس کے ساتھ کر دیئے اور وہ تمام سامان دیدیا۔ جس کی اسے ضرورت ہوتی حتی کہ ڈورے اور سُتلے[2] بھی دیدیئے۔ اور حکم دیا کہ وہ شیراز میں رہے یہاں تک کہ اس کے تمام ساتھی اس کے پاس

---

[1] "زط" ہندوستان میں ایک قوم ہے جسے قوم جاٹ کہتے ہیں ۱۲ منتھی الارب

[2] مسال جمع مسلہ (کفتف) بڑا سوا ۱۲ منتھی الادب و غیاث

آجائیں اور وہ تمام چیزیں (حجاج) اس کے پاس پہنچادے۔ جو اس کے لئے مہیا کی گئی ہیں
حجاج نے اونی سوتی روئی مہیا کی۔ اس کو نشیلے بہت تیز سرکے میں بھگویا گیا۔ پھر سایہ
میں خشک کیا گیا۔ اور (حجاج نے) کہا کہ سرکے کا وہاں بہت قحط ہے لہٰذا تم اس روئی
کو پانی میں بھگو دینا پھر اس میں پکانا اور نچوڑ لینا اور بعض کہتے ہیں کہ محمد جب سرحد پر
پہنچا۔ تو وہاں سے اس نے سرکے کی نایابی کی شکایت لکھی۔ تب اس کو سرکے میں بھگوئی
ہوئی روئی بھیجی گئی ؛

پھر محمدؒ بن قاسم مکران گیا۔ اور وہاں چند روز قیام کر کے قنز پور آیا اور اس کو فتح کیا
پھر ارمائیل میں آکر اس کو فتح کیا۔ محمدؒ بن ہارون بن ذراع کی اس سے ملاقات ہوئی۔ وہ
اس سے مل گیا اور اس کے ہمراہ چلا گیا۔ ارمائیل کے قریب مر گیا اور قنبل میں مدفون ہوا پھر
محمد بن قاسم ارمائیل سے روانہ ہوا اس کے ہمراہ جہم بن زحر جعفی بھی تھا۔ جمعہ کے دن دیبل
میں آیا اور اس کو کچھ کشتیاں ملیں۔ جن میں کچھ لوگ اور ہتھیار و آلات لائے ہوئے تھے دیبل
میں پہنچ کر اس نے خندق[1] کھودی۔ نیزے خندق پر گاڑ دیئے گئے۔ جھنڈے پھیلا دیئے گئے
لوگوں کو ان کے جھنڈوں کے نیچے اتارا۔ اور ایک منجنیق[2] نصب کی جو عروس کہلاتی تھی۔ اور
جس میں پانچ سو آدمی کام کرتے تھے۔ دیبل میں ایک بہت بڑا اُبدّ (مندر) تھا۔ جس پر ایک
لانبا ستون[3] تھا۔ اور ستون پر ایک سرخ پھریرا تھا۔ جب ہوا تیز چلتی تھی۔ تو وہ تمام شہر پر گھوما
کرتا تھا۔ اور ہر چہار طرف اُڑتا تھا۔ اور بُد اہل دیبل کے قول کے مطابق ایک عظیم الشان
مینار کو کہتے ہیں جو ان کے ایک مکان میں بنایا جاتا تھا۔ اور جس میں ایک یا کئی بُت ہوتے
تھے۔ جن سے وہ مکان مشہور ہوتا تھا۔ کبھی بت مینار کے اندر بھی نصب ہوتا تھا اور ہر وہ
چیز جسے انہوں نے بحیثیت عبادت محترم سمجھا بُد کہلانے لگی۔ اور صنم کو بھی بُد کہتے ہیں ؛

حجاج کے خطوط محمدؒ کے پاس آتے تھے اور محمدؒ کے خطوط اپنے پاس کے حالات بیان
کرنے اور ہر تین دن کے بعد رائے کے لئے اس کی رائے معلوم کرنے کے واسطے حجاج کے پاس
آتے تھے۔ حجاج کی طرف سے محمدؒ کے پاس ایک خط آیا۔ کہ عروس منجنیق مذکور نصب کرو

---

[1] خندق الخندقۃ مصدر جس سے ماضی ہے روز خندق بخندق خندقۃ بروزن بُعثرہ بعثرۃ۔ بعثرۃ
[2] ایک چیز ہے گوپھن کی طرح جس کو ایک لکڑی کے سرے پر نصب کر کے اور اس میں پتھر رکھ کر دشمن کی
طرف پھینکتے ہیں ۱۲ منتہی الارب
[3] دقل (ففف) کشتی کا مستول ۱۲ منتہی الارب

اور اس کا ایک شرقی پایہ کم کر دو[1] پھر اس کے چلانے والے کو بلاؤ۔ اور حکم دو کہ اس ستون پر تاک کر تیر مارے۔ بس کا حال تم نے مجھے لکھا ہے۔ چلانے والے نے آ کر ستون میں تیر مارا۔ ستون ٹوٹ گیا۔ اور اس عمل سے سرکشی بہت تیزی کے ساتھ ترقی کر گئی۔ پھر محمدؒ اہل دیبل کے مقابلہ کے لئے نکلا اور وہ اس پر چڑھ کر آئے۔ محمدؒ نے ان کو شکست دی یہاں تک کہ پیچھے ہٹا دیا اور سیڑھیاں یہاں لانے کا حکم دیا۔ سیڑھیاں یہاں لا کر رکھی گئیں۔ اور ان پر لوگ چڑھے۔ سب سے پہلا چڑھنے والا اہل کوفہ میں سے بنی مراد کا ایک شخص تھا۔ اس طرح دیبل قہراً[2] فتح کیا گیا۔ اور محمد تین دن تک قیام کر کے وہاں کے باشندوں کو قتل کرتا رہا۔ داہر وہاں سے بھاگ گیا۔ اور ان کے بُت خانہ کے دو خادم[3] قتل کئے گئے۔ محمدؒ نے وہاں مسلمانوں کے لئے مکانات[4] بنانے کی غرض سے خطوط کھینچ دے۔ ایک مسجد بنائی اور چار ہزار آدمیوں کو دیبل میں قیام پذیر کیا۔

محمد بن یحییٰ کا قول ہے کہ مجھ سے منصور بن حاتم نحوی غلام خالد ابن اسید نے بیان کیا۔ کہ میں نے اس ستون کو ٹوٹا ہوا دیکھا جو مندر کے مینار پر تھا۔ عنبسہ ابن اسحاق ضبی نے جو عہد خلافت معتصم باللہ میں سندھ کا حاکم تھا۔ اس مینار کے بالائی حصہ کو ڈھا کر اس میں قیدخانہ قرار دیا تھا۔ اور جو اس مینار کے شکستہ پتھر تھے۔ ان سے شہر کی مرمت شروع کرا دی لیکن اس امر کے اہتمام سے قبل ہی وہ معزول ہو گیا۔ اور اس کے بعد ہارون ابن ابی خالد مروروذی والی ہوا۔ پس عنبسہ دیبل میں قتل کر دیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ محمد بن قاسم بیرون میں آیا۔ بیرون والوں نے اپنی طرف سے سمنیہ[5] قوم کے دو آدمی بھیج کر صلح کر لی تھی۔ اسلئے انہوں نے محمدؒ کے لئے کھانے وغیرہ کا سامان مہیا کر دیا۔ اپنے شہر میں داخل کر لیا اور معاہدہ صلح کو نبھایا۔ محمدؒ جس شہر میں گیا اسے فتح کر لیا۔ یہاں تک کہ مہران کے قریب ایک نہر کو عبور کیا۔ اس کے پاس سربیدس کی سمنیہ قوم کے آدمی آئے اور ان لوگوں کی طرف سے صلح کر لی۔ جو ان سے پیچھے تھے اس نے ان پر کچھ خراج مقرر کر دیا اور سہوان کی طرف

صـ ۱۳

[1] یا اسلئے کہ نشانہ صحیح بیٹھ سکے یا اسلئے کہ وہ دوسروں کیلئے بیکار ہو جائے اور وہ اس کی طرف متوجہ نہوں ۱۲

[2] عنوۃً (فسف) برا در ش۔ قہر۔ غلبہ ۱۲ منتہی الارب

[3] سادن کعبہ یا بت خانہ یا دربار کا خادم جمع سدنتہ دیکھئے ۱۲ منتہی الارب

[4] اختطاط (تسکفس) گھر بنانے کے لئے زمین کے گرد خط کھینچ دینا اور اس کی خط باندھ دینے خط کو اپنا کر لینا اور اس پر نشان کر دینا ۱۲ منتہی الارب

[5] سمنیّۃ ہندوستان میں دہریہ یا بت پرستوں کی ایک قوم ہے جو تناسخ کی قائل ہے ۱۲ منتہی الارب

روانہ ہوا۔ اسے بھی فتح کیا۔ پھر مہران کی طرف چلا اور وسط مہران میں فروکش ہوا۔ یہ خبر داہر تک بھی پہنچی اور وہ محمدؒ سے لڑنے کے لئے تیار ہو گیا...... اس کے بعد محمدؒ بن قاسم نے محمدؒ بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی کو کچھ گھوڑے وغیرہ دیکر سدوسان بھیجا۔ اہل سدوسان نے امان و صلح کی خواہش کی اور (اس کام کی انجام دہی کے لئے) محمدؒ بن مصعب اور اہل سدوسان کے درمیان قوم تمیمیہ سفیر بنی۔ اس نے ان کو امان دیدی۔ اُن پر کچھ خراج مقرر کر دیا۔ کچھ مال بطور رہن لے لیا اور مع چار ہزار جاٹوں کے محمدؒ بن قاسم کی طرف لوٹا۔ یہ سب محمدؒ کے ساتھ چلے گئے اور اس نے (محمد نے) سدوسان کا والی ایک دوسرے شخص کو بنا دیا۔

پھر محمدؒ نے مہران کے عبور کرنے کی تدبیریں کیں یہاں تک کہ بلاد راسل کے قریب ایک پل پر سے عبور کر گیا۔ جس کو اس نے خود باندھا تھا۔ داہر اسے ذلیل و سبک سمجھ رہا تھا اور اس سے کھیل کر رہا تھا۔ محمد اور مسلمانوں کے گروہ کی اس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس وقت محمدؒ ہاتھی پر سوار تھا۔ اس کے گرد بہت سے ہاتھی اور ساتھ ساتھ سندھی سپہ سالار تھے ان سب نے اس قدر سخت و شدید جنگ کی کہ ایسی سُننے میں نہیں آئی۔ داہر پیدل ہو کر لڑنے لگا۔ اور شام کے قریب قتل ہو گیا۔ مشرکوں کو شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں نے جیسے چاہا ان کو قتل کیا۔ بنا بر روایت مدائنی جس شخص نے داہر کو قتل کیا وہ بنی کلاب کا ایک شخص تھا وہ (قاتل) خود کہتا ہے ؎

(۱) جنگ داہر میں بہت سے گھوڑے اور نیزے موجود تھے اور محمد بن قاسم بن محمد تھا

(۲) میں نے مجمع کو چیر دیا۔ حالانکہ میں بھاگ[1] جانے والا نہ تھا۔ یہاں تک کہ میں ہندی (تیز) تلوار لے کر مشرکوں کے امیر[2] کے سر پر جا چڑھا

(۳) میں نے اس کو گرد و غبار میں زمین پر پچھاڑا اور اس حال میں کر کے چھوڑا کہ اس کے دونوں رخسارے[3] خاک آلود تھے اور سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ نہ تھا

منصور بن حاتم کا بیان ہے کہ داہر اور اس کے قاتل دونوں کی تصویریں بروص میں ہیں اور بدیل بن طہفہ کی تصویر قصر قند میں ہے اور اُس کی قبر دیبل میں ہے۔ علی بن محمد مدائنی، ابو محمد ہندی سے اور وہ ابو الفرج سے نقل کرتا ہے۔ کہ جب داہر مارا گیا۔ تو بلاد سندھ پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو گیا۔ ابن کلبی کا قول ہے کہ داہر کو قاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن طائی نے قتل کیا۔

---

[1] تعرید بھاگ جانا۔ راہ چھوڑ دینا۔ منتہی الارب [2] عظیم۔ امیر و حاکم ۱۲ منتہی الارب

[3] تعفر۔ خاک آلود ہونا۔ خاک میں لوٹنا ۱۲ [4] متن میں "قنلہ" غلط معلوم ہوتا ہے "قصر قند" چاہیے ۱۲

ع ۵۔ جمع نکر و ھو القائد من قواد السند ۱۲ ۔

متعدد راویوں کا قول ہے۔ کہ محمد بن قاسم نے رآور کو قہراً فتح کیا۔ وہاں داہر کی عورت تھی۔ اس نے گرفتار ہو جانے کے خوف سے اپنے آپ کو اپنی کنیزوں کو اور تمام مال کو جلا دیا

پھر محمد بن قاسم برہمن آباد میں آیا۔ یہ شہر منصورہ سے دو فرسخ پر ہے۔ ان دنوں منصورہ موجود نہ تھا بلکہ اس کی جگہ جنگل[۱] تھا۔ داہر کے گروہ والے اسی برہمن آباد میں رہتے تھے انھوں نے محمد سے جنگ کی۔ تو محمد نے اس کو فتح کر لیا، آٹھ ہزار اور بنا بر بعض اقوال چھبیس[۲] ہزار آدمی اس میں قتل کیے اور اپنا جانشین وحاکم مقرر کیا یہ شہر آج کل ویران ہے ؛

محمد رور اور بغرور کے ارادہ سے چلا۔ اہل ساوندری سے ملاقات ہوئی۔ اُنھوں نے اس سے امان طلب کی۔ اس نے امان دیدی اور مسلمانوں کی مہمانی اور ان کی راہبری کی شرط کر دی۔ اہل ساوندری آج کل مسلمان ہیں۔ محمد رور پہنچا۔ وہ سندھ کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور پہاڑ پر آباد ہے۔ وہ اہل رور کا کئی مہینہ تک محاصرہ کئے رہا۔ (بالآخر) اسے بطور صلح اس وعدہ پر فتح کر لیا۔ کہ وہ ان کو قتل اور ان کے مندر سے تعرض نہ کرے گا (راوی کہتا ہے کہ بُ نصاریٰ ویہود کے کنیسوں اور مجوس کے آتشکدوں کی طرح ہے) اس نے اہل رور پر خراج مقرر کر دیا اور ایک مسجد بنائی (اس کے بعد) محمد سکہ کی طرف چلا۔ سکہ دریائے بیاس کے اس طرف ایک شہر ہے اور آج کل ویران ہے ؛

پھر وہ دریائے بیاس سے نہر کاٹ کر ملتان کی طرف لایا۔ اہل ملتان نے اس سے جنگ کی اس نے زائدہ بن عمر طائی کو خبر کی اور مسلمان شکست کھا کر شہر میں گھس گئے۔ محمد نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اب مسلمانوں کے توشے ختم ہو گئے۔ تو انھوں نے گدھوں کو کھا لیا۔ پس ان کے پاس ایک شخص آیا جو امان کا خواہاں تھا۔ اس نے ان کو اس چشمہ تک بھیجنے کا رستہ بتایا[۳]۔ جس سے اہل ملتان پانی پیتے ہیں یہ وہ چشمہ ہے جو نہر بسمد سے نکلتا ہے اور اپنے ذخیرہ میں جا ملتا ہے جیسے کہ شہر میں پانی کے حوض[۴] ہوتے ہیں اہل بسمد اسے تلاح کہتے ہیں۔ محمد نے اسے آٹ[۵] دیا۔ جب ان لوگوں کو پیاس معلوم ہوئی تو قبضہ میں آئے محمد نے جنگ کی ان کی ذریت اور مندر کے خدام کو قید کر لیا جو چھ ہزار تھے۔ ان لوگوں نے (خدام نے) بہت سا سونا جمع کر رکھا تھا اور یہ تمام اموال ایک گھر میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ جو دس گز چوڑا اور اسی گز لمبا تھا جو چیز اس میں کوئی شخص

---

[۱] غیضہ (فسف) بیشہ و جنگل ۱۲ منتھی الارب [۲] ابلاء خبر دینا ۱۲ منتھی الارب [۳] برکہ بکسر باء و سکون راء و فتح کاف "پانی کے ٹھہرنے کی جگہ" ۱۲ منتھی الارب [۴] تعویر چشمہ وغیرہ کو آٹ دینا ۱۲ منتھی الارب

ودیعت رکھتا تھا اُسے اس روشندان میں ڈال دیتا تھا جو اس کی چھت میں کھلا ہُوا تھا۔ اس لئے ملتان سونے کے گھر کی سرحد کہلانے لگا۔ فرج بمعنی سرحد

ملتان کا مندر ایسا مندر تھا۔ جس کی طرف بہت سے مال ہدیہ بھیجے جاتے تھے اس میں منتیں مانی جاتی تھیں۔ اس کی طرف لوگ آتے تھے اور اس کا طواف کرتے تھے اپنے سر اور ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ جو بت اس میں ہے وہ حضرت ایوب نبی ہیں ۔

راویوں کا بیان ہے کہ جب حجاج نے غور کیا تو معلوم ہُوا کہ) وہ محمدؐ بن قاسم کو ساٹھ لاکھ درہم خرچ کے لئے دے چکا تھا اور ایک کروڑ بیس لاکھ درہم اس کے پاس آچکے تھے کہنے لگا کہ ہمارے غصہ نے ہمیں شفا دی (یعنی ہمارا غصہ کارآمد ہُوا) ہم نے اپنا بدلہ لے لیا بلکہ ہم کو ساٹھ لاکھ درہم اور داہر کا سر زائد ملا ۔

حجاج کا انتقال ہو گیا۔ محمدؐ کو اسکی خبر معلوم ہوئی۔ تو وہ ملتان سے رور اور بغرور کی طرف لوٹ کر آیا ان (مقامات) کو اس نے فتح کر لیا تھا۔ پس ان کو لوگوں کی سپرد کیا اور بیلمان کی طرف لشکر بھیجا۔ بیلمان والوں نے اس کے سپاہیوں سے جنگ نہ کی اور اطاعت کر لی۔ اور اہل سرست نے (بھی) اس سے صلح کر لی" سرست آج کل اہل بصرہ کی حرب گاہ ہے۔ اور اس کے باشندے مید میں آباد ہیں جو دریائی سفر کرتے ہیں ۔

پھر محمدؐ کیرج آیا۔ تو اس پر دوہر نے خروج کیا۔ محمدؐ نے اس سے جنگ کی۔ دشمن کو شکست ہوئی اور دوہر بھاگ گیا۔ بعض کا قول ہے کہ وہ قتل کر دیا گیا اور اہل شہر محمدؐ کے قبضہ میں آگئے۔ اس نے ان کو قتل و قید کیا۔ شاعر کہتا ہے ؎

ہم نے داہر و دوہر کو قتل کیا۔ درحالیکہ (ہمارے) گھوڑے (ان کے) گھوڑوں کے گلوں[1] کو یکے بعد دیگرے ہلاک و پامال کر رہے تھے ۔

باب ۳

ولید کی موت واقع ہوئی۔ اور سلیمان بن عبد الملک والی ہُوا۔ تو اس نے خراج عراق کا کام صالح بن عبد الرحمٰن کے سپرد کیا اور یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی بنایا۔ محمدؐ بن قاسم معاویہ بن مہلب کے ساتھ قید کر کے لایا گیا۔ تو اس نے احتجاجاً یہ شعر پڑھا ؎

---

[1] منسر، رکسف، گھوڑے کا گلہ تیس سے اور چالیس سے پچاس تک یا ساٹھ تک یا سو سے دو سو تک۔ لشکر کا ایک ٹکڑا کہ مقدمۃ الجیش ہوتا ہے ۱۲ منتہی الارب

اُنہوں نے مجھ کو ضائع کیا (افسوس) کیسے اچھے جوان کو ضائع کیا جو لڑائی اور دشمنوں کی راہ[1] بند کرنے کے کام کا تھا ٭

اہل ہند محمدؒ کے حال پر روئے اور مقام کیرج میں اس کی تصویر بنائی۔ صالح نے اس کو بمقام واسط قید کرلیا۔ محمدؒ نے یہ شعر کہے ؎

(۱-۲) اگر میں مقام واسط اور اس کی سرزمین میں مدت تک لوہے (طوق و زنجیر) میں مبتلا اور مقید[2] و گرفتار رہوں۔ تو کوئی قباحت نہیں اس لئے کہ بہت سے فارس کے جوانوں کو میں نے ڈرایا ہے اور اکثر ہمسروں کو مار کر چھوڑا ہے ٭

اور محمدؒ نے یہ شعر کہے ؎

(۱) اگر میں جمے رہنے کا عزم[3] کر لینا تو تمام وہ عورتیں اور مرد روند ڈالے جاتے جو لڑائی کے لئے مہیا کئے گئے تھے ٭

(۲) اور سست[4] رفتار گھوڑوں کے گلے ہماری زمین میں داخل نہ ہو پاتے اور (سخت[5] زندل) آدمیوں میں سے ہمارا کوئی امیر نہ ہو سکتا ٭

(۳) اور نہ میں غلام مزونی کا تابع ہوتا۔ اے جوان مردوں اور شریفوں[6] کو منہ کے بل گرانے ذلیل و خوار کرنے والے) زمانے تجھ پر وائے اور (افسوس ہے (کہ تو نے مجھ جیسے کریم و شریف کو ہلاکت و ذلت قید میں مبتلا کیا) ٭

صالح نے محمد کو آل ابی عقیل کے کچھ لوگوں کے ساتھ سزا دی۔ یہاں تک کہ اُن کو قتل کر دیا۔ حجاج نے صالح کے بھائی آدم کو مار ڈالا تھا اور وہ خوارج کی طرح سمجھا جاتا تھا۔ حمزہ ابن بیض حنفی کہتا ہے ؎

(۱) بیشک مُروت جوانمردی اور سخاوت محمدؒ بن قاسم بن محمدؒ کے لئے ہے

---

[1] "سداد الثغر" دشمن کے آنے کا راستہ بند کرنا ۱۲ منتہی الارب [2] کمبّل (صفت) قید کیا ہوا ردو کا ہوا من التکبیل قید خانہ وغیرہ میں کسی کو قید کرنا" غل (صفت)، طوق مغلول جو طوق میں گرفتار ہو ۱۲ منتہی الارب

[3] اجمعت من الاجماع ایک کام پر عزم کرنا قصد کرنا ۱۲ منتہی الارب

[4] سکاسِك جمع سکسک اسپ سست رفتار کہ رہوار نباشد و سکسکۃ سستی دھیل گھوڑوں کا گروہ ۱۲ منتہی الارب و غیاث

[5] "رجل عاك" موٹا آدمی سخت ۱۲ منتہی الارب

[6] عاثر (ض) سر کے بل گرنا منہ کے بل گرنا ٹھوکر کھا کر گرنا ۱۲ منتہی الارب

(۲) اس نے سترہ برس کی عمر میں لشکروں کی قیادت وانتظام کیا۔ اس کی سرداری کا وقت ولادت سے قرب کس قدر تعجب خیز ہے (کہ ولادت کے تھوڑے ہی دنوں بعد وہ قیادت کرنے لگا) ۔

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

اس نے سترہ سال کی عمر میں لوگوں کی (لشکروں کی) قیادت کی۔ حالانکہ اس کے ہم عمر (لڑکے) اس قسم کے کاموں اور شغلوں میں تھے ۔ (یعنی کھیل کود میں مشغول تھے)۔

یزید ابن ابی کبشہ ارض سندھ میں آنے کے اٹھارہ روز بعد مر گیا۔ اور سلیمان بن عبدالملک نے حبیب بن مہلب کو جنگ کا سپہ سالار بنایا۔ حبیب سندھ میں آیا۔ اس وقت ملوک ہند اپنے ملکوں کی طرف لوٹ آئے تھے۔ چنانچہ جیشہ بن داہر برہمناباد میں آ گیا تھا۔ حبیب ساحل دریائے مہران پر پہنچا۔ تو اہل رور نے اس کی اطاعت کر لی۔ اور (کچھ لوگوں سے اس نے جنگ کی تو ان پر فتح پائی۔ پھر سلیمان بن عبدالملک مر گیا۔ اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز کی خلافت ہوئی۔ اُنہوں نے سلاطین کو اس وعدہ پر اسلام کی طرف دعوت دی کہ یہ ان کو ملک دینگے وہ آرام و راحت اور نفع وضرر میں مسلمانوں کے شریک رہینگے (جو فائدہ اور آرام اُن کے لئے ہوگا وہ اِن کے واسطے بھی ہوگا اور جو نقصان وضرر اُن پر واقع ہوگا وہ اِن پر بھی ہوگا۔ چونکہ ان بادشاہوں کو ان کی سیرت و مذہب کا علم ہو چکا تھا اسلئے جیشہ اور تمام بادشاہ اسلام لائے اور اپنے نام مسلمانوں کے جیسے رکھ لئے۔ عمرو بن مسلم باہلی اس سرحد پر حضرت عمر کی طرف سے حاکم تھا اس نے ہندوستان کے بعض حصوں پر جنگ کی اور فتح پائی ۔

بنو مہلب یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں بھاگ کر سندھ کی طرف آ گئے تھے۔ ہلال بن احوز تمیمی ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے جنگ کی۔ جس میں اس نے مدرک بن مہلب کو قندابیل میں قتل کیا اور مفضل۔ عبدالملک۔ زیاد۔ مروان اور معاویہ مہلب کے بیٹوں کو قتل کیا اور ان کے بعد قتل ہونے والوں میں معاویہ بن یزید کو قتل کیا۔

جنید بن عبدالرحمن مری۔ عمر بن ہبیرہ فزاری کی طرف سے سرحد سندھ کا والی ہوا پھر اس کو ہشام بن عبدالملک نے وہاں کا والی بنایا۔ جب خالد بن عبداللہ قسری عراق میں آیا۔ تو ہشام نے بذریعہ خط جنید کو اس سے خط وکتابت کرنے کا حکم دیا جنید دیبل میں آ گیا۔ پھر ساحل مہران پر آیا تو جیشہ نے اس کو مہران پر عبور کرنے سے روکا اور اس کے پاس پیام بھیجا۔ کہ میں اسلام لے آیا ہوں اور مجھے ایک مرد صالح نے والی بنایا ہے۔ مجھے تم پر اطمینان نہیں۔ جنید نے کچھ مال (معاہدہ صلح کی بابت) بطور

رہن اُسے دیدیا اور کچھ اس خراج کے تحفظ کے لئے اس سے لے لیا جو اس کے شہروں پر تھا۔ پھر ان دونوں نے زرِ صلح کو لوٹا دیا۔ اور جیشہ نے سرکشی کی۔ اور جنید سے جنگ کی۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس نے جنگ نہیں کی بلکہ جنید نے اس پر کوئی الزام لگا دیا۔ جس سے وہ ہند آ کر فوجیں جمع کرنے لگا۔ کشتیاں لیں اور لڑائی کے لئے تیار ہو گیا۔ تب جنید بھی (مع لشکر) اس کی طرف کشتیوں میں سوار ہو کر چلا۔ اور اس ندی میں ان سب کی مڈبھیڑ ہو گئی جو شرقی جانب کے پتھریلے میدان میں ہے جنید نے جیشہ کو گرفتار کر لیا (اس کا محاصرہ کر لیا) اس کی کشتی ایک طرف کو جھک گئی تھی (ڈوبنے لگی تھی) تو جنید نے اسے قتل کر دیا۔ اور صصہ بن داہر بھاگ گیا وہ یہ ارادہ رکھتا تھا کہ عراق میں جا کر جنید کی بے وفائی کا شکوہ کرے۔ لیکن جنید اس سے (بظاہر) محبت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ صصہ نے اپنے کو اس کے قبضہ میں دیدیا۔ پس اس نے اس کو قتل کر دیا۔

جنید نے کیرج میں جنگ کی (چونکہ) ان لوگوں نے نقض عہد کیا تھا اس (غصہ) کی وجہ سے جنید نے سینگوں سے ٹکریں مارنے والے مینڈھے لئے اور شہر کی دیوار کو اُن سے خوب کٹوایا۔ یہاں تک کہ اسے سوراخ دار کر دیا۔ اور اس میں قہراً داخل ہو کر خوب قتل و قید اور لوٹ مار کی اور اپنے عمال کو مرمد۔ مندل۔ دھنج اور بروص کی طرف بھیج دیا۔ جنید کہا کرتا تھا۔ کہ جزع و فزع کے عالم میں قتل ہونے سے صبر کی حالت میں قتل ہو جانا کہیں زیادہ بڑی بات ہے۔ اس نے ایک لشکر اُجین کی طرف بھیجا اور حبیب ابن مرّہ کو مع لشکر سرزمین مالیہ کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے (جنید کے سپاہیوں نے) اُجین میں لوٹ مار کی۔ اور بھیمن مال میں جنگ کی۔ اس کی شہر پناہ کو جلا ڈالا اور جنید نے مقام بلیان و گوجر کو فتح کیا اور تمام مال اس نے اپنے یہاں منگا لیا سوائے اس کے جو چالیس لاکھ درہم اس نے اپنے ساتھیوں کو دیدئے تھے اور اتنا ہی (چالیس لاکھ) اس نے خود لے لیا تھا۔ جریر کہتا

لہ جنایہ (کفسف) کسی کا گناہ کرنا۔ کسی پر گناہ لگانا جیسے جنی الذنب علیہ جنایۃً منتہی الارب ۱۲ بطیح (مثل بطیحہ) (فکسف) بطحاء (فسفسی) ندی پتھریلی زمین میں ۱۲ منتہی الارب ۱۳ جمع کبش نر بکرا اور یہ چار برس سے شروع ہوتا ہے۔ نطاح (فتقفس) سینگ مارنے والا الکبش ۱۲ منتہی الارب ۱۴ صدک (فت) کسی کو زور سے مارنا کوٹنا ۱۲ منتہی الارب

۱۵ یہ قول اس کی عالی ہمتی اور بہادری پر دال ہے ۱۲

ہے ؎

صبح کے وقت جنید کے ساتھی اور اصحاب اس حال میں ہو گئے کہ ایک کشادہ پیشانی[۱] شخص (جنید) کو (مسرت فتح کی خوشی میں) حیاک اللہ (خدا تجھے زندہ رکھے) کہہ رہے تھے دعائیں دے رہے تھے ایسے شخص کو، جس کی بخششیں بہت زیادہ ہیں۔

ابو جویریہ کہتا ہے ؎

۱- اگر کسی قوم والے اپنے کرم شرف و نسب اور بزرگی کی وجہ سے آفتاب سے اوپر بیٹھ سکتے (اس سے زائد بلند ہو سکتے) تو یہ لوگ بھی بیٹھ جاتے (اور آفتاب سے بھی بلند ہو جاتے یعنی اگر ایسا ممکن ہوتا تو سب سے اول اس کے اہل یہی تھے۔ مگر یہ ناممکن ہے لہذا مجبوری ہے)

۲- یہ اپنے کرم کی وجہ سے محسود خلائق ہیں۔ خداوند عالم ان سے وہ فضیلت سلب کرے جس پر یہ محسود ہیں (دعا ہے) پھر جنید کے بعد تمیم بن زید قینی والی ہوا۔ یہ ضعیف و کمزور ہو کر دیبل کے قریب ایک چشمہ پر مرگیا جسے جوامیس کہتے ہیں یہ چشمہ جوامیس اس لئے کہلاتا ہے کہ جوامیس (بھینسیں) زرد مکھیوں کی وجہ سے (جو انہیں ستاتی اور کاٹتی ہیں اور) جو ساحل مہران پر ہوتی ہیں اس چشمہ پر بھاگ کے آتی ہیں۔ تمیم عرب کے بڑے سخیوں میں سے تھا اس نے سندھ کے بیت المال میں اٹھارہ ہزار درہم طاطری (درہم طاطری خالص چاندی کے ۱½ درہم کا ہوتا ہے) پائے تو انہیں جلدی سے بخش دیا۔ اس کے ساتھ فوج میں بنی یربوع کا ایک جوان خنیس نامی ہند کی طرف چلا۔ اس کی ماں بنی طے کے قبیلہ سے تھی وہ فرزدق کے پاس آئی اور اس سے یہ خواہش کی۔ کہ وہ خنیس کو لشکر کے ساتھ جانے سے روکنے[۲] کے متعلق بنی تمیم کو لکھے اور اس کے باپ غالب کی قبر کی دہائی دی تو فرزدق نے تمیم کو لکھا ؎

۱- اے تمیم وہ (خنیس کی ماں) میرے پاس آئی اور غالب کی اور اس گڑھے (قبر غالب) کی دہائی دی۔ جس کے اوپر اس کی ناک ہوا سے[۳] اڑ رہی ہے۔

۲- پس تو اس ماں کی محبت[۴] کی خاطر سے جس کے حلق سے (خنیس کے بغیر) پانی بھی نہیں اترتا۔ خنیس کو مجھے دیدے اور اس کے معاملہ میں نیکی و احسان سے کام لے ؛

۳- اے تمیم بن زید میری حاجت (تجھ سے) کسی مال کثیر[۵] کے متعلق نہیں ہے اور نہ اس کا جواب (حاجت روائی) تجھ کو تکلیف دیگا ؛

---

۱ ہشلت (فس) کشادہ پیشانی پیشانی واسع ۱۲ منتہی الارب ۲ اقفال "لشکر کو چلنے سے روک دینا ۱۲ منتہی الارب ۳ "سفی" (فس) ہوا کا خاک کو لے جانا اور اٹھانا ۱۲ منتہی الارب ۴ جوتہ (فسف) ماں کی بیٹے پر محبت ۱۲ منتہی الارب ۵ "ظہر" (فس) بہت سا مال ۱۲ منتہی الارب

ہے۔ (اے تمیم) تو میری حاجت روائی میں زیادہ تردد نہ کر۔ اس لئے کہ مجھے ایسی حاجتوں سے تکلیف وملال ہوتا ہے۔ جن کی طلب سستی کے ساتھ ہو ❊

(جب تمیم کے پاس یہ اشعار پہنچے تو) یہ نہ معلوم ہو سکا کہ جوان کا نام جیش ہے یا خنیس اس لئے تمیم نے حکم دیا۔ کہ تمام وہ لوگ لشکر کے ساتھ جانے سے روک دئیے جائیں۔ جن کے نام میں ایسے حروف ہیں ❊

تمیم کے زمانہ میں مسلمان بلاد ہند سے نکل گئے اپنے مرکزوں کو چھوڑ دیا اور آج تک لوٹ کر نہیں آئے۔ پھر حکم بن عوانہ کلبی والی ہوا۔ اس وقت تمام اہل ہند سوائے اہل قصہ کے کافر ہو گئے مسلمانوں کے لئے کوئی جائے پناہ نظر نہ آتی تھی۔ جس میں جا کر پناہ لیں تو حکم نے دریا کے اس طرف ہند کے قریب ایک شہر کی بنا کی۔ جس کا نام محفوظہ رکھا۔ اس کو مسلمانوں کے لئے جائے امن و پناہ قرار دیا اور خوب آباد کیا۔ اور اہل شام میں سے بنی کلب کے بڑے لوگوں سے کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ ہم اس کا کیا نام رکھیں۔ بعض نے کہا دمشق بعض نے کہا حمص اور ایک شخص نے کہا کہ تدمر نام رکھو۔ حکم نے کہا دمر اللہ علیك یا احمق) اے بیوقوف خدا تجھپر ہلاکت ڈالے ہم اس کا نام محفوظہ لیں گے اور اس میں قیام کیا ❊

عمرو بن محمد بن قاسم حکم کے ساتھ تھا وہ اپنے کام اس کی سپرد کر دیا کرتا تھا اور اپنے بڑے بڑے امور وافعال اس کے ذمہ کر دیا کرتا تھا۔ اس لئے اس کو (عمرو کو) محفوظہ سے کسی جنگ کے لئے بھیجا۔ جب وہ کامیاب ہو کر حکم کے پاس آیا تو دریا کے قریب ایک شہر آباد کیا یہ وہ شہر ہے۔ جس میں اب حکام لوگ آکر اترتے ہیں۔ جو کچھ دشمنوں کے پاس ایسے اموال تھے جن پر وہ غالب آ گئے تھے۔ حکم نے وہ سب چھڑا لئے اور لوگ اس کی حکومت سے رضا مند ہو گئے۔ خالد کہا کرتا تھا کہ بڑا تعجب ہے۔ میں نے ایک جوان عرب کو حاکم بنایا تو لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ یعنی تمیم کو اور ایک بخیل ترین مردم کو والی بنایا۔ تو لوگ اس سے راضی ہو گئے (یعنی حکم)۔ حکم اسی مقام پر قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حکام دشمنوں سے جنگ وجدل کرتے رہے۔ جو چیز ان کو ملتی تھی اسے لے لیتے تھے اور جس خطہ کے لوگ سرکشی کرتے تھے۔ اس کو فتح کر لیتے تھے ❊

---

[۱] "تدمیر" ہلاک کرنا کسی پر ہلاکت ڈالنا ۱۲ منتہی الارب

[۲] "اعزاز" کسی کے سامان جنگ کو آمادہ کرنا کسی کو جنگ پر پہنچانا ۱۲ منتہی الارب

[۳] "طف" (فت) نزدیک ہونا ۱۲ منتہی الارب

باب ۴

اس سلطنت (سلطنت فاروقیہ) کے ابتدائی زمانہ میں ابو مسلم عبد الرحمٰن بن مسلم نے مُغلّس کو سرحد سندھ کا حاکم بنایا۔ اور خود طخارستان پر دارو گیر برپا کی اور مغلّس روانہ ہُوا یہاں تک کہ منصور بن جمہور کلبی کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہ سندھ میں تھا۔ منصور اس سے لڑا اُسے قتل کر دیا اور اس کے لشکر کو شکست دی۔ جب یہ خبر ابو مسلم تک پہونچی۔ تو اُس نے موسیٰ بن کعب تمیمی کو (حاکم) مقرر کر کے سندھ کی طرف بھیجا۔ جب وہ سندھ آیا۔ تو اس کے اور منصور کے درمیان دریائے مہران حائل تھا۔ پھر دونوں کا مقابلہ ہُوا۔ تو اس نے منصور کو اور اس کے لشکر کو شکست دی۔ اور منظور یعنی منصور کے بھائی کو قتل کر دیا۔ منصور شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ یہاں تک کہ مقام رمل میں پُہنچا تو پیاسا مر گیا اور موسیٰ سندھ کا والی ہُوا اس نے منصورہ میں ترمیم کی۔ وہاں کی مسجد میں کچھ زیادتی کی، لڑائیاں لڑیں اور کامیابیاں حاصل کیں ٭

منصور نے ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا والی بنایا جو شہر فتح نہ ہوئے تھے اُنہیں اس نے فتح کیا۔ عمرو بن جمل کو (مع لشکر) بڑی بڑی جنگی کشتیوں میں (سوار کر کے) نارند بھیجا۔ اور خود ہند میں آکر کشمیر کو فتح کیا۔ بہت سے قیدی اور غلام حاصل کئے۔ ملتان کو فتح کیا، مندر کو ڈھا کر اس کی بجگہ مسجد بنوائی۔ اس کے عہد حکومت میں شہر فراخ سال ہو گئے۔ لوگوں نے اس سے برکت حاصل کی۔ اس نے سرحد پر قبضہ کر کے اس کے حالات و احکام کو مستحکم و مضبوط کیا ٭

پھر سرحد سندھ کا عمر بن حفص بن عثمان ہزار مرد اور اس کے بعد داؤد بن یزید بن حاتم والی ہُوا۔ اس کے ساتھ ابو صمہ بھی تھا جو آج کل متصرف ہے۔ اور یہ بنی کندہ کا غلام ہے

اس سرحد کا انتظام برابر درست رہا۔ یہاں تک کہ خلافت مامون کے زمانہ میں بشر بن داؤد اس کا والی ہوا۔ اس نے سرکشی اور مخالفت کی تو مامون نے اس کے پاس غسان بن عباد کو بھیجا۔ یہ کوفہ کے دیہات کے رہنے والوں میں سے ایک شخص تھا۔ بشر اس کے پاس امان کی حالت میں آیا (نہ کہ جنگ و جدل کی حیثیت سے) اور اس کو مدینۃ السلام لایا اور غسان

لہ بوارجہ بجمع بارجہ "بڑی کشتی جنگی" بیجی ۱۲ منتہی الارب لہ اخصاب فراخ سال ہونا ۱۲ منتہی الارب

نے سرحد پر موسیٰ بن یحییٰ بن خالد بن برمک کو اپنا جانشین بنایا۔ اس نے بالہ بادشاہ شرقی کو قتل کر دیا۔ حالانکہ اس نے اس کو پانچ لاکھ درہم اس لئے دئے تھے کہ وہ اس کو چھوڑ دے اور نہ مارے مگر پھر بھی قتل کر دینے کی وجہ یہ تھی کہ اس بالہ نے غسان کا حکم ٹال دیا تھا اور وہ یہ کہ اغسان نے اس کو اپنے لشکر کے آنے کے متعلق لکھا۔ جس میں بادشاہ بھی تھے تو اس نے انکار کر دیا ؛

موسےٰ نے اچھے اثرات چھوڑے اور ۲۲۱ھ میں مرگیا۔ اس نے اپنے بیٹے عمران بن موسےٰ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ اس کو معتصم باللہ نے حکومت سرحد کے لئے لکھا تو وہ قیقان کی طرف چلا۔ اہل قیقان جاٹ تھے۔ اس نے ان سے جنگ کی اور ان پر غالب آیا ایک شہر آباد کیا۔ جس کا نام بیضاء رکھا اور اس میں اپنے لشکر کو مقیم کیا پھر منصورہ آیا۔ اور وہاں سے قندابیل پہنچا۔ یہ ایک شہر ہے پہاڑ پر۔ اس پر ایک شخص محمد بن خلیل نامی متصرف تھا۔ اس نے اس سے مقاتلہ کیا۔ قندابیل کو فتح کر لیا۔ اور رؤساء شہر کو قصدار لے گیا پھر میدپر جنگ کی۔ تین ہزار میدیوں کو قتل کیا اور ایک بند باندھا۔ جسے بند مید کہتے ہیں۔ اس وقت عمران کا لشکر نہر رور پر تھا۔ اس نے ان جاٹوں کو آواز دی۔ جو اس کے سامنے تھے وہ آئے۔ اس نے ان کے ہاتھوں پر مہریں لگا دیں ان سے جزیہ لیا۔ اور حکم دیا۔ کہ اُن میں سے ہر شخص کے ساتھ جب وہ میرے پر آئے ایک کتا ہو۔ اس سے کتے اس قدر گراں ہو گئے کہ ایک کتے کی قیمت پچاس درہم تک پہنچ گئی۔ پھر اس نے مید پر جنگ کی۔ حالانکہ اس کے ہمراہ بڑے بڑے رودار جاٹ تھے اور دریا سے ایک نہر کھود کر ان کی پتھریلی زمین کی ندی میں لا ملائی۔ جس سے ان کا دان کے پینے کا یعنی اس ندی کا پانی شور ہو گیا۔ اور اُن پر ہر طرف سے لوٹ مار کی۔ پھر نزاری اور یمانی باشندوں میں تعصب پھیل گیا۔ عمران یمانی طبقہ کی طرف مائل ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیز ہباری اس کے پاس آیا۔ اور اسے غفلت کی حالت میں قتل کر دیا۔ اس عمر کا دادا ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حکم بن عوانہ کے ساتھ سندھ میں آئے تھے "

(راوی کہتا ہے کہ) مجھ سے منصور بن حاتم نے بیان کیا ہے۔ کہ فضل بن ماہان نے جو بنی سامہ کا غلام تھا سندان کو فتح کیا تھا۔ اس پر غالب آگیا تھا۔ مامون کے لئے ہاتھی بھیجا تھا۔ اور اس کے لئے اس مسجد میں دعا کی تھی۔ جو اس نے سندان میں بنائی تھی جب وہ مرگیا۔ تو

۱؎ سِکر (کس) پانی اور نہر کا بند۔ جس سے کہ بند کریں (فلس) نہر اور پانی کو بند کرنا ۱۲ منتہی الارب

۲؎ غار (فست) غافل ۱۲ منتہی الارب

اُس کا بیٹا محمدؒ اس کا قائم مقام ہوا۔ وہ ستر جنگی کشتیاں لیکر ہندوستان کے شہر میدؔ میں پہنچا۔ یہاں کے باشندوں میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ مآلی کو فتح کیا۔ سندان کی طرف مراجعت کی۔ اس وقت سندان پر اس کا بھائی ماہان بن فضل قابض تھا محمدؒ، خلیفہ معتصم باللہ سے خط و کتابت کی اور اس کے پاس ایک ایسی سبز چادر ہدیہ بھیجی کہ ایسی بڑی اور طویل چادر کوئی اور نہیں دیکھی گئی۔ ہندوستان ہر وقت اس کے بھائی کے زیر حکومت تھا۔ اہل ہند نے اس پر چڑھائی کی۔ اس کو قتل کر دیا اور سولی دیدی۔ اس کے بعد ہندوستانی سندان پر غالب آگئے (مگر) مسجد سندان کو مسلمانوں کے لئے چھوڑ دیا وہ (مسلمان) اس میں نماز جمعہ پڑھتے تھے اور خلیفہ کے لئے دعا کرتے تھے ؂

(راوی کہتا ہے کہ) مجھ سے آبو بکر کریزیوں کے غلام نے بیان کیا۔ کہ ایک شہر جس کا نام عُیَیفَان ہے اور کشمیر۔ ملتان اور کابل کے درمیان واقع ہے۔ اس کا بادشاہ ایک عاقل شخص تھا۔ اور اس شہر والے ایک بت پوجتے تھے۔ جس کے اوپر انہوں نے ایک گھر بنایا تھا اور لبادہ اڑھا دیا تھا۔ (ایک مرتبہ) بادشاہ کا بیٹا بیمار ہوا تو اس نے اس گھر کے خادموں کو بلایا۔ اور ان سے کہا کہ بت سے دعا کرو کہ میرا بیٹا اچھا ہو جائے وہ لوگ تھوڑی دیر کے لئے اس کے پاس سے چلے گئے پھر آکر کہنے لگے کہ ہم نے اس سے دعا مانگی ہے اور اس نے ہماری دعا کو قبول کر لیا ہے کچھ دیر نہ گذری تھی کہ لڑکا مر گیا۔ بادشاہ اس گھر پر جا چڑھا اور اُسے ڈھا دیا بُت کی طرف گیا اور اسے توڑ دیا۔ اور خدام کے پاس جا کر انہیں قتل کر دیا۔ پھر مسلمان تاجروں کے ایک گروہ کو بلایا۔ اور انہوں نے اسکو خدا کو واحد یکتا ماننے کے لئے کہا وہ وحدانیت کا قائل ہوا اور اسلام لایا۔ یہ واقعہ عہد خلافت معتصم باللہ میں واقع ہوا ؂

لہ ساج (فس) سبز یا سیاہ چادر ۱۲ منتہی الارب

الباب السّادس عشر

من

مروج الذہب ومعادن الجوہر للمسعودی

دریاؤں کے حالات کا" ان عجائبات واقوام کا جو ان میں ہیں" اندلس کے حالات کا" خوشبو کی کانوں اور اس کے اصول و فروع کا" اور اس کے علاوہ (دوسری چیزوں) کا مختصر بیان

اس کتاب کے پچھلے حصے میں ہم نے مل کر بہنے والے اور جدا جدا بہنے والے دریاؤں کی ترتیب کا کچھ بیان کیا تھا۔ اس باب میں ان چیزوں کے مختصر حالات ذکر کرتے ہیں جو ان سے متصل ہیں یعنی بحر ہند اور ممالک وسلاطین" اور کچھ اُن کی ترتیب اور اس کے علاوہ اقسام عجائبات کا ذکر کرتے ہیں، لہٰذا ہم کہتے ہیں۔ کہ بحر چین۔ بحر ہند۔ بحر فارس اور بحر یمن (یہ سب) مل کر بہتے ہیں۔ جدا جدا نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے لیکن ان کا جوش میں آنا اور ٹھہر جانا ہواؤں کے چلنے اور اُن کے اُٹھنے کے اوقات[1] کے اختلاف اور س کے علاوہ دیگر اسباب کی وجہ سے مختلف (اوقات میں) ہوتا ہے۔ پس بحر ہند کے سکون اور اُتار اور کمی امواج کے وقت بحر فارس میں شدید تموج اور سخت چڑھاؤ ہوتا ہے اور بحر ہند کے تلاطم، اضطراب امواج اور شدید چڑھاؤ کے وقت بحر فارس میں سکون وقلتِ امواج اور اُتار ہوتا ہے۔

---

[1] وَاَبّان الشیئ" (کقفس صتنفس) ایک چیز کا وقت یا اس کا شروع وتوران (ففس) برانگیختہ ہونا اٹھنا، گرد اور دہوئیں کا نکلنا ۱۲ منتہی الارب۔ باقی آیندہ الفاظ کے معنے سیاق کلام اور ربط ومناسبت مقام سے ادنے تامل کے ساتھ واضح ہوسکتے ہیں۔

بحر فارس میں اول اپریل[1] سے اخیر ستمبر تک موتی نکالنے کے لئے غوطہ زنی کی جاتی ہے ان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں غوطہ زنی نہیں کی جاتی۔ ہم نے اپنی گذشتہ کتابوں کے اندر اسی دریا میں غوطہ زنی کے تمام مقامات بیان کئے ہیں۔ اس لئے کہ (پہلے) اس کے ماسوا دریاؤں میں کوئی موتی ہی نہیں پایا جاتا۔ اور اب غوطہ زنی بحر ہند کیلئے اور کوئی غذا بلاد خارک۔ قطر۔ عمان۔ سراندیپ اور ان کے علاوہ اس دریا کے دوسرے مقامات پر مخصوص ہے۔ گذشتہ کتب میں) ہم نے غوطہ زنی کی کیفیت بیان کی ہے اور یہ کہ غوطہ لگانے والے از قسم گوشت (محض) مچھلی اور (گوشت کے علاوہ) خرما استعمال کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی غذا انہیں کھانے کو نہیں دی جاتی اور یہ (بیان کیا ہے) کہ ان کے کانوں کی جڑیں نتھنوں کے بدلے انہیں کی طرف سے سانس نکلنے کی وجہ سے پھٹ جاتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ نتھنوں پر کوئی شے کچھوے کی پشت کی ہڈی کی (ذبل[2] دریائی کچھووں کی پشتوں کو کہتے ہیں جن سے کنگھیاں[3] بنائی جاتی ہیں) یا سینگ کی رکھ لیتے ہیں۔ جو دو نو نتھنوں سے چوڑے پیکان[4] والے تیر کی طرح ملی رہتی ہے (یہ شے) لکڑی کی نہیں (استعمال کرتے) اور ان کے کانوں میں روئی رکھ دی جاتی ہے۔ جس میں کوئی تیل ہوتا ہے اس میں سے تھوڑا سا تیل پانی کی تہ میں جا کر نچوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سے ان کے لئے تیز روشنی پیدا ہوتی ہے اور یہ (بیان کیا ہے) کہ دریائی جانوروں کے نگلنے کے خوف اور ان کی سیاہی سے نفرت کے سبب سے یہ لوگ اپنے قدموں اور پنڈلیوں پر سیاہ شے مل لیتے ہیں۔ پانی کی تہ میں غوطہ زنوں کی چیخیں کتوں کی مثل ہوتی ہیں اور آواز اس قدر پھیلاتے (بلند کرتے) ہیں کہ بعض بعض کی آواز سنتے ہیں۔

بحر فارس کی ابتدا خشبات[5] بصرہ سے ہے جو بصرہ۔ ابلہ اور بحرین کے قریب ہیں۔ پھر بحر لاروی ہے۔ اس پر صیمور۔ سوبارہ۔ تانہ۔ سندان اور کنبایت وغیرہ ہند و سندھ کے شہر آباد ہیں۔ پھر بحر ہرکند ہے پھر بحر کلاہ یعنی بحر کلہ وجزائر ہے پھر بحر کردنج ہے۔ پھر بحر صنف ہے اس کی اور اس کے شہروں ہی کی طرف صنفی اگر منسوب

[1] نیسان رومی مہینوں میں سے ساتواں مہینہ ہے۔ جو اپریل کے مطابق ہے اور ایلول بارھواں مہینہ ہے جو ستمبر کے مطابق ہے ۱۲ منتہی الارب [2] ذبل (فس) دریائی کچھوے کی کھال یا ایک دریائی چوپایہ کی پیٹھ کی ہڈی ۱۲ منتہی الارب [3] امشاط (فس) جمع مشط کنگھی ۱۲ منتہی الارب [4] مستقص (کسف) جوڑا پیکان یا تیر چوڑے پیکان والا۔ لمبا پیکان یا تیر لمبے پیکان والا ۱۲ منتہی الارب

[5] خشبات کا ذکر آگے آئیگا۔

ہے۔ پھر بحر چین ہے۔ اسی کو دریائے صَنجی کہتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی دریا نہیں ٭

بحر فارس کی ابتدا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ خشبات بصرہ سے ہے (اور خشبات لکڑی کی کچھ نشانیاں ہیں۔ جو دریا میں گڑی رہتی ہیں۔ اور کشتیوں کو ان سے راستہ ملتا ہے) مقام کنکلا سے عمان تک سو فرسخ کی مسافت ہے اور اتنا ہی فاصلہ ساحل فارس و بلاد بحرین کے درمیان ہے اور عمان سے (اور اس کے اس قصبہ سے جس کا نام صحار ہے اور فارس والے اس کو مزوان کہتے ہیں) مسقط تک (یہ ایک قریہ ہے جس کے شیریں کنوؤں سے کشتیوں والے پانی لیتے ہیں) پچاس فرسخ (کا فاصلہ) ہے اور مسقط سے راس جمجمہ تک (بھی) پچاس فرسخ (کی مسافت) ہے۔ یہ بحر فارس کا آخر ہے۔ جس کا طول چار سو فرسخ ہے۔ کشتیبانوں اور ملاحوں (کے آنے) کی حد یہیں تک ہے ٭

راس جمجمہ سے کشتیاں بحر فارس کے دوسرے دریا میں چھوڑ دی جاتی ہیں جو لاروی مشہور ہے۔ اس کے پانی کی زیادتی اور فضا کی وسعت کی وجہ سے اس کی گہرائی نہیں معلوم ہو سکتی اس کی حدود کی وسعت حصر نہیں کی جا سکتی اور اس کی انتہائیں محدود نہیں کی جا سکتیں۔ اکثر بحری لوگوں کا گمان ہے کہ اس کے اطراف کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ اس لئے کہ ہم اس کے شاخ در شاخ ہونے کا حال بیان کر چکے ہیں۔ کشتیاں اکثر اس کو دو تین مہینہ میں طے کرتی ہیں۔ اور ہواؤں کے چلنے اور ان کے ہموار ہونے کے مطابق ایک مہینہ میں (بھی) طے کر لیتی ہیں۔ جو دریا بحر فارس سے نکلتے ہیں۔ ان سب میں اس دریائے لاروی سے بڑا اور تیز۔ کوئی دریا نہیں اور اس کے بیچ[1] میں دریائے زنج بہتا ہے اور زنگیوں کے شہر آباد ہیں اس دریا سے عنبر بہت کم نکلتا ہے اس لئے کہ عنبر اکثر زنگی شہروں میں اور ساحل شحر کے عربی حصہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اہل شحر بنی قضاعہ اور ان کے علاوہ دوسرے اہل عرب میں سے ہیں۔ جو عرب اس شہر میں رہتے ہیں۔ مہرہ[3] کہلاتے ہیں وہ بڑے بڑے اور گھنے بالوں والے ہیں ان کی زبان زبانِ عرب کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ یہ لوگ کاف کی جگہ شین استعمال کرتے ہیں۔ اس کی مثال ان کا یہ قول ہے "ھل لش[4] فیما" قلت لی" و قلت لش ان تجعل الذی معی فی الذی معش[5]" اس کے علاوہ

[1] ذنبہ "رصکت، کشتیاں لوانی جمع ۱۲ منتہی الارب [2] عَرَض (صنس، ندی اور دریا کا بیچ ہر چیز کا بیچ" منتہی الارب [3] غالباً یہ لوگ مہرہ بن حید ان کی طرف نسبت کی حیثیت سے مہرہ کہلاتے ہیں۔ جیسے حسب محاورۂ عرب بنو تمیم میں سے ہر شخص کو تمیم کہکر خطاب کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ مہریہ اونٹ اسی شخص کی طرف منسوب ہیں ۱۲ شارح [4] لش یعنی لک ۱۲

[5] معش یعنی معک ۱۲

ان کی اور گفتگو اور نادر کلام (کلام عرب سے مختلف ہیں) یہ لوگ فقر و فاقہ میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس عمدہ اونٹ ہیں۔ جن پر وہ رات میں سوار ہوتے ہیں اور جو نجب مہریہ[1] کہلاتے ہیں۔ سرعت میں بجاوی اونٹوں کی مثل ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگوں کے نزدیک وہ ان سے بھی تیز رو ہیں یہ لوگ ان پر دریا کے کنارے چڑھے پھرا کرتے ہیں۔ جب یہ اونٹ عنبر محسوس کرتے ہیں جسے دریا نے (کنارہ پر نکال) پھینکا ہو تو بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کو اس کی مشق کرائی گئی ہے اور عادت ڈلوائی گئی ہے (جب وہ بیٹھ جاتے ہیں تو سوار عنبر کو اٹھا لیتا ہے۔ عمدہ ترین عنبر وہی ہے جو اس کنارہ پر اور دریائے ہند کے جزیروں اور اس کے ساحل پر پڑا ہوتا ہے۔ یہ گول گول نیلے رنگ کا کمیاب شترمرغ کے انڈوں کے برابر یا اس سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے اسی میں سے (بعض ٹکڑوں کو) وہ مچھلی کھا لیتی ہے جو اوال کہلاتی ہے اور جس کا ذکر گذر چکا ویسا اس طرح ہوتا ہے کہ جب دریا چڑھتا ہے تو اپنی تہ میں سے پہاڑوں کے ٹکڑوں کے برابر اور چھوٹے چھوٹے (عنبر کے) اتنے ٹکڑے کو جتنا ہم نے بیان کیا (ساحل پر) پھینک دیتا ہے۔ جب مچھلی اس کو نگل لیتی ہے تو یہ اس کو مار ڈالتا ہے۔ اور وہ پانی کے اوپر آ کر تیرنے[2] لگتی ہے۔ اسی لئے زنگی لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں[3] میں بیٹھ کر اس کی گھات لگایا کرتے ہیں اور غیر زنگی سنڈیاں[4] اور رسیاں دریا میں ڈال دیتے ہیں اور (مچھلی کو پکڑ کر اس کا پیٹ چیرتے ہیں اور عنبر نکال لیتے ہیں۔ جو عنبر اس کے پیٹ سے نکلتا ہے وہ بدبودار ہوتا ہے۔ عراق اور فارس کے عطار اسے بو سے پہچان لیتے ہیں۔ اور جو مچھلی کی پشت سے ملتا ہے وہ جتنی زیادہ مدت تک مچھلی کے شکم میں رہا ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ پاکیزہ ہوتا ہے۔ بحر ثالث یعنی ہرکند اور بحر ثانی یعنی لاروی کے درمیان جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ بہت سے جزیرے ہیں۔ جو ان دونوں کے مابین پیدا ہو گئے ہیں۔ بعض کا قول ہے۔ کہ وہ تقریباً دو ہزار جزیرے ہیں اور ایک مؤرخ کے قول میں ہے کہ ایک ہزار نو سو جزیرے ہیں جو سب کے سب آباد ہیں اور ان تمام جزیروں کی ملکہ ایک عورت ہے۔ ان لوگوں کی یہ رسوائی حکومت کی، عادت قدیم الایام سے چلی آتی ہے۔ مردان کا بادشاہ نہیں ہوتا۔ ان جزائر میں (بھی، عنبر پایا جاتا ہے دریا اس کو ساحل پر پھینک دیتا ہے اور دریا کے اندر پتھر کی چٹان کے

---

[1] نجب (ضض) جمع نجیب برگزیدہ اونٹ از منتہی الارب نسبت مہریہ کا ذکر اوپر ہو چکا ۱۲ طفو (رفس)

[2] طفور ضضت پانی کے اوپر آ جانا تیرنے لگنا ۱۲ منتہی الارب

[3] جمع قارب (رفسک) چھوٹی کشتی جو بڑی کشتی کے پہلو میں رکھتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

[4] کلالیب جمع کلاب (فتنفس) منتہی الارب

بڑے ٹکڑے کی برابر ہوتا ہے مجھ سے (مسعودی سے) عمان و سیراف میں بہت سے سیرافی اور عمانی ملاحوں[1] نے اور اُن کے علاوہ تاجروں نے جو ان جزیروں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ بیان کیا ہے کہ عنبر اس دریا کی تہ میں پیدا ہوتا ہے اور ایسے پیدا ہوتا ہے۔ جیسے طرح طرح کی گندھک سفید، سیاہ اور سرخ مائل بسیاہی پیدا ہوتی ہے۔ پس جب دریا طغیانی اور موجزنی کرتا ہے۔ تو اپنی تہ میں سے چھوٹے بڑے پتھروں اور عنبر کے ٹکڑوں کو باہر پھینک دیتا ہے۔ ان جزیروں والے سب متحد اللسان ہیں کہ ان کی کثرت کی وجہ سے ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور نہ ان لشکروں کا شمار ہو سکتا ہے جو حکومت نے ان پر مقرر کر رکھے ہیں۔ ایک جزیرے سے دوسرے تک ایک میل۔ ایک فرسخ۔ دو فرسخ اور تین فرسخ کا فاصلہ ہے۔ ان کے یہاں نارجیل کے درخت (بکثرت) ہوتے ہیں اور دوسرے درختوں میں سے بھی کوئی درخت سوا درخت خرما کے مفقود نہیں ہے۔ اور تمام جزیروں کے اندر ہر قسم کی ہوشیاری[2] میں اور کپڑوں اور آلات وغیرہ کی صنعتوں میں ان جزیروں والوں سے عمدہ کاریگر نہیں پائے جاتے۔ اس مملکت کا تمام سرمایہ کوڑی[3] ہے۔ اور یہ اس طریقہ سے (حاصل کی جاتی ہیں) کہ ودع ایک قسم کا جانور ہے۔ جب اس مملکت کا مال کم ہو جاتا ہے۔ ان جزیروں والوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ وہ درخت نارجیل کی شاخوں[4] کو مع اس کے پتوں[5] کے کاٹ لیتے ہیں اور اس کو سطح آب پر ڈال دیتے ہیں۔ پس اُن پر یہ جانور آ بیٹھتے ہیں اور یہ جمع کر کے ساحل دریا کے ریت پر ڈال دی جاتی ہیں۔ تو آفتاب جو کچھ اس میں زندگی (جان) ہوتی ہے اسے جلا دیتا ہے اور ودع اس چیز (حیات) سے خالی رہ جاتی ہے۔ جو اس میں بھی اس سے حکومت کے)

صفحہ ۳۸

---

[1] نواخذہ۔ جمع ناخذاہ بمعنی ناخدائے یعنی ناؤ کا مالک بمعنی ملاح یہ لفظ فارسی ہے پھر اسے معرب کر کے اس سے مشتق کرنے لگے۔ چنانچہ کہتے ہیں تنخذ یعنی ناخدا ہو گیا ۱۲ منتہی الارب

[2] مہن جمع مہنۃ (کسفت) خدمت اور کام میں ہوشیاری۔ عقلمندی۔ ۱۲۔ منتہی الارب

[3] ودعۃ (قسف) سفید موتیہ کو دریا سے نکالتے ہیں۔ فارسی میں اسے مورچہ اور ہندی میں کوڑی نظر بد کے لئے لڑکوں کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ از منتہی الارب۔ صاحب غیاث مے گوید کہ ودع نفتحتین مہرہا سفید کہ از دریا بر آید ہندی سنکھ گویند از منتخب درہان۔

[4] سعف (رفت) درخت خرما کی شاخ ۱۲ منتہی الارب

[5] خوص (رفس) خرما کا پتا منتہی الارب۔ دونوں لفظ یہاں عام سے ہیں درخت خرما مستعمل ہیں۔ ۱۲ شارح

بیت المال بھر دئے جاتے ہیں +

ان تمام جزیروں کو دیبجات کہتے ہیں۔ ان میں سے نارجیل (ناریل) بہت لے جایا جاتا ہے ان میں سب سے آخری جزیرہ جزیرہ سرآندیپ ہے۔ سراندیپ کے قریب ایک ہزار فرسخ تک اور جزیرے ہیں۔ جنہیں رآمنی کہتے ہیں یہ سب آباد ہیں۔ اس میں بادشاہ رہتے ہیں اور سونے کی بہت سی کانیں ہیں۔ ان کے قریب بلاد قیصور میں کافور قیصوری اسی کی طرف منسوب ہے۔ اہل جزائر مذکورہ کی زیادہ تر غذا نارجیل ہے۔ ان جزائر سے چوب بقم[1] و خیزران اور سونا باہر لے جایا جاتا ہے ان میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں اور آدم خوار بھی رہتے ہیں یہ جزیرے جزائر نجبالوس سے متصل ہیں ان کے باشندے عجیب صورتوں کے ہیں برہنہ رہتے ہیں۔ جب عنبر و نارجیل وغیرہ کی کشتیاں ان کی طرف گذرتی ہیں تو یہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر نکلتے ہیں اور (عنبر و نارجیل کا) لوہے اور کپڑے سے تبادلہ کر لیتے ہیں اور اس کو (لوہے اور کپڑے کو) درہموں اور دیناروں میں نہیں بیچتے ان جزائر کے قریب جزائر انڈومان ہیں۔ جن میں سیاہ۔ عجیب الصوت۔ غریب المنظر اور گھونگریالے[2] بالوں والے آدمی آباد ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی کا پیر ایک گز کا ہوتا ہے ان کے پاس کشتیاں نہیں ہیں۔ جب کوئی ڈوبتا ہوا آدمی جس کی کشتی دریا میں ٹوٹ گئی ہو ان کی طرف آجاتا ہے تو اسے کھا جاتے ہیں۔ اور جب کشتیاں ان کی طرف نکلتی ہیں۔ تو ان کا یہی عملدرآمد ان کے ساتھ ہے +

مجھ سے (مسعودی سے) ملاحوں کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے (ملاحوں نے) اکثر اس دریا میں سفید ابر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دیکھتے ہیں۔ اس ابر سے ایک لانبی زبان (جیسے آگ کی لو) نکل کر آب دریا سے مل جاتی ہے اسکے ملتے ہی دریا جوش کھاتا ہے اور بڑے بگولے[3]

---

[1] بقم (نقف) ایک لکڑی ہے سرخ جس سے رنگریز رنگتے ہیں فارسی میں اسے بکم کہتے ہیں اس کا درخت بڑا ہوتا ہے اور پتہ برگ بادام کے مشابہ۔ "خیزران" (فسفس) ہر نرم لکڑی کہ خم دار ہو ۱۲ منتہی الارب وصاحب غیاث مے گوید کہ درخت بید ہندی بینت گویند و ایں معرب خیرزاں است کہ بکسر اول و یائے مجہول و وقف زائے معجمہ باشد یعنی زائے معجمہ نیز، مابعد خود ساکنست از رسالہ معربات و منتخب و مؤید و مدار و کشف و قنیہ و برہان و در کتابے دیدہ ام کہ ایں لفظ مرکب است از دو امر یکے خیز و دیگر ان چوں اکثر از چوبش دستہ چابک اسپاں مے سازند واں آلہ خیزانیدن و راندن اسپ است۔ لہذا بایں اسم مسمی گشتہ ۱۲

[2] مفلفل (مفلفل) نہایت گھونگریالے بال ۱۲ منتہی الارب

[3] زوبعات جمع زوبعہ بگولا ۱۲ صراح

اُٹھتے ہیں اور ان میں سے جو گولہ جس چیز پر بھی گذرتا ہے اسے تلف ہی کر دیتا ہے اس کے بعد بدبودار بارش ہوتی ہے۔ جس میں دریا کا میل کچیل ہوتا ہے۔

چوتھا دریا دریائے کلاہ بار ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کلاہ بار سے کلہ مراد ہے یہ کم پانی کا دریا ہے۔ جب اس کا پانی کم ہوتا ہے تو بڑی آفتیں اور شدید طغیانی برپا کرتا ہے اس میں بہت سے جزیرے اور صرائر ہیں (صرائر کا واحد صُرہ ہے۔ کشتیبان دو خلیجوں کے درمیانی راستہ کو صُرہ کہتے ہیں) اس دریا میں مختلف اقسام کے جزیرے اور عجیب پہاڑ ہیں مگر ہمارا مقصد مختصر حالات پر روشنی ڈالنا ہے نہ تفصیل۔

اسی طرح پانچویں دریا دریائے کروتج میں بہت سے پہاڑ اور جزیرے ہیں۔ جن میں کافور اور آب کافور (کافور ستیال) پایا جاتا ہے۔ اس دریا میں پانی کم ہے اور بارش بہت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ قریب قریب کسی زمانہ میں بارش سے خالی نہیں رہتا اس میں مختلف اجناس کی قومیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک جنس کو "فنجب" کہتے ہیں ان کے بال گھونگریالے اور صورتیں عجیب ہیں۔ جب بڑی بڑی کشتیاں ان کے پاس ہو کر گذرتی ہیں۔ تو یہ اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جو بڑی کشتیوں کے قریب (پہلو میں) رہا کرتی ہیں۔ ان کے مقابل آجاتے ہیں اور ایک قسم کے عجیب و غریب تیر مارتے ہیں جو زہر بلائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس قوم اور بلاد کلہ کے مابین سفید سیسے کی کانیں اور چاندی کے پہاڑ ہیں' اور اس دریا میں بھی سونے اور سیسے کی کانیں ہیں۔ کہ اس میں (اور سونے میں) کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ پھر اس دریا کے قریب اسی ترتیب کے موافق جو ہم نے ابھی ابھی قائم کی ہے دریائے صنف ہے اس میں شاہ جزائر مہراج کی حکومت ہے وسعت کی وجہ سے اس کے ملک کی حد نہیں معلوم ہوتی اور لشکر کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی شخص اس پر قادر ہے کہ تیز سے تیز کشتی میں بھی بیٹھ کر دو مہینہ میں اس کے جزیروں کا چکر لگا سکے۔ اس بادشاہ نے بہت سی خوشبودار مصالح[1] اور خوشبوئیں جمع کر لی ہیں۔ اور جو کچھ اس قسم کا ساز و سامان اس کے پاس ہے وہ کسی بادشاہ کے پاس نہیں اور جو چیزیں اس کے شہروں سے اور اس کی زمین سے باہر لے جائی جاتی ہیں وہ کافور، اگر، لونگ، صندل، جائفل، جاوتری، کبابہ اور ان کے علاوہ بہت سی چیزیں

[1] افاویہ دفصفکس ایمبج افواہ (فسفس) افواہ جمع فوہ (ضس) جس افاویہ جمع الجمع فوہ سے
یعنی خوشبو کا مصالح جس سے خوشبو کو معطر کرتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

ہیں۔ جن کو ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ اس کے جزیرے ایک ایسے دریا سے متصل ہیں جس کی غایت و انتہا نہیں معلوم ہوتی۔ یہ چین کے قریب ہے۔ اس کے جزیروں کے اطراف میں بہت سے پہاڑ ہیں۔ جن میں سفید رنگ اور چیرے[1] ہوئے کانوں والے آدمی رہتے ہیں وہ اپنے بالوں کو اس طرح کاٹ[2] لیتے ہیں جیسے مشک[3] پر سے کاٹ دئے جایا کرتے ہیں۔ ان کے پہاڑوں سے ون رات آگ نمودار ہوتی ہے دن کو سرخ داگ نمایاں ہوتی ہے اور رات کو سیاہ ہو جاتی ہے۔ اور فضا میں بلند ہونے کی وجہ سے بادل سے جا ملتی ہے بادلوں اور بجلیوں کی آواز سے بھی زائد شدید و سخت آواز بلند کرتی ہے۔ بسا اوقات اسے عجیب خوفناک آواز پیدا ہوتی ہے جو ان کے بادشاہ کی موت کا خوف دلاتی ہے اور کبھی اس سے پست آواز ہوتی ہے۔ تو وہ ان کے رؤساء میں سے کسی کی موت کا خوف دلاتی ہے وہ امور مذکورہ جن کا اس آواز سے خوف ہوتا ہے۔ طول عادات اور مدت کے تجربوں سے معلوم ہوئے ہیں۔ ان میں کبھی اختلاف نہیں ہوتا اور یہ خطہ تمام روئے زمین کے بڑے بڑے آتش فشاں پہاڑی خطوں میں سے ایک خطہ ہے ⁂

ان پہاڑوں کے قریب ہی ایک جزیرہ ہے۔ جس سے ہمیشہ ڈھولوں[4]۔ شہنائیوں۔ بربطوں اور ہر قسم کے لذت آمیز لہو و طرب کی آوازیں سنی جاتی ہیں اور ناچنے اور تالیاں بجانے کی آوازیں آتی ہیں۔ سننے والا ہر کھیل کی آواز کو دوسرے کی آواز سے تمیز کر سکتا ہے۔ ان شہروں میں گذرنے والے بحری لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ دجال اسی جزیرہ میں ہے۔ مہراج کی مملکت میں جزیرہ سریرہ ہے۔ جس کی مسافت دریا کے اندر تقریباً چار سو فرسخ ہے اور برابر آباد ہیں ہیں۔ جزائر زانج و رآمنی (بھی) اسی کے (ملک میں) ہیں ⁂

پھر اسی ترتیب کے مطابق جو ہم نے ابھی ابھی قائم کی ہے۔ ساتواں دریا دریائے چین ہے۔ یہ دریائے صنجی مشہور ہے اور نہایت بلاخیز۔ تموج انگیز اور تلاطم آمیز دریا ہے "خبث" دریا کے بہت شدید تلاطم کو کہتے ہیں۔ ہم ہر دریا کے متعلق اصطلاحات اور ان الفاظ کو جنہیں بحری لوگ اپنی گفتگو میں استعمال کرتے ہیں واضح کرتے رہیں گے۔ اس دریا

---

[1] تخریم "درز کو ادھیڑنا" ۱۲ منتہی الارب [2] جز (رفت) بال کترنے کاٹنے ۱۲ منتہی الارب

[3] زق (کت) مشک سناب وغیرہ کی کہ جس کے بال کاٹے ہوں۔ اکھاڑے نہ ہوں ۱۲ منتہی الارب

[4] طبول جمع طبل (معنی ڈھول) وسرنایات جمع سرنا ے بمعنی شہنائے یہ سورنائے کا مخفف ہے سور بمعنی شادی وغیرہ ان جمع عود (ایک باجہ) ہے جس کو بربط کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

میں بہت سے پہاڑ ہیں۔ جن میں سے کشتیوں کو گذرنا ضروری ہے ✣

بلادِ چین کے بعد بحرِ چین کے قریب مشہور ملک اور قابلِ بیان شہر سوائے بلاد سیلی اور ان کے جزیروں کے نہیں ہیں۔ ان شہروں تک عراق وغیرہ کے غربا میں سے کوئی شخص بھی نہیں پہنچ سکتا اور (ان شہروں کے رہنے والوں میں سے) وہاں کی ہوا کی عمدگی پانی کی خوبی مٹی کی اچھائی اور خیر و برکت کی زیادتی کی وجہ سے شاذ و نادر اشخاص ہی باہر جاتے ہیں۔ ان کے باشندے اہل چین و شاہانِ چین سے ہمیشہ صلح رکھتے ہیں اور ہدیوں کی آمدورفت قریب قریب منقطع نہیں ہوتی، کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اولادِ عامور کی شاخ ہیں جو یہاں آکر آباد ہو گئے ہیں جیسا کہ ہم نے ان کے شہروں میں اہل چین کے گھروں کے متعلق بیان کیا ہے (یعنی جیسے کہ بعض اہل چین، ہند و سیلی میں جاکر آباد ہو گئے ہیں۔ ویسے ہی اولادِ عامور نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہے) ✣

چین میں دجلہ و فرات جیسی بہت سی بڑی بڑی نہریں ہیں۔ جو بلادِ ترک۔ تبت اور صغور سے جاری ہوتی ہیں (یہ بلاد بخاری و سمرقند کے درمیان واقع ہیں) یہاں نوشادر کے پہاڑ ہیں جب گرمی کا موسم آئیگا۔ تو تم تقریباً سو فرسخ کے فاصلہ پر سے رات میں ان پہاڑوں سے آگ بلند ہوتی دیکھو گے۔ اور دن میں آفتاب کی کرنوں اور اس کی چمک اور دن کی روشنی کے غلبہ کی وجہ سے ان پہاڑوں سے دھواںؑ نمودار ہوتا ہے۔ یہیں سے نوشادر (باہر) لے جایا جاتا ہے۔ جب سردی کا موسم شروع ہوتا ہے تو جو شخص بلاد خراسان سے بلادِ چین جانے کا ارادہ کرتا ہے وہ یہاں آجاتا ہے۔ یہاں پر ان پہاڑوں کے درمیان ایک میدان[۱] ہے۔ جس کا طول چالیس یا پچاس میل ہے۔ پس وہ (مسافر) یہاں کے آدمیوں کے پاس دہانہ وادی پر آتا ہے اور ان کو عمدہ مزدوری کا لالچ دیتا ہے وہ لوگ اس کے اسباب کو اپنے شانوں پر لاد لیتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں لکڑیاں[۲] ہوتی ہیں جنہیں وہ اس کے (مسافر کے) دونوں پہلوؤں پر مارتے جاتے ہیں۔ اس خوف سے کہ اگر ایسا نہ کریں گے تو، وہ ٹھہر جائیگا اور چلنے سے رک جائیگا (اگر ایسا ہوا تو) پھر اس میدان کی تکلیف سے مرجائیگا وہ ان کے آگے آگے رہتا ہے یہاں تک کہ میدان کے اس سرے پر پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں گھنے درختوں کے بہت سے جنگل[۳] اور پانی جمع ہونے کے مقامات[۴]

ع روشنی کی وجہ سے آگ کے شعلے نظر نہیں آتے [۱] وادی (فسک) نالہ۔ دو پہاڑ اور دو پشتہ وغیرہ کے درمیان کی کشادگی ۱۲ منتہی الارب [۲] عصی جمع عصا جو بدستی یا عام لکڑی ۱۲ منتہی الارب [۳] غابۃ (فسف) بیشہ۔ درختان جس میں گھنے درخت ہوں ۱۲ منتہی الارب [۴] جمع مستنقع (ضسفسف) پانی جمع ہونے کی جگہ تالاب میں غسل کرنے کی جگہ ۱۲

ہیں۔ وہ لوگ اس تکلیف کی شدت اور نوشادر کی گرمی کے اثر کی وجہ سے جو انہیں پہنچتی ہے اپنے آپ کو اس پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ اس راستہ پر چوپائے بالکل نہیں چل سکتے۔ اس لئے کہ موسم گرما میں نوشادر سے شعلے اُٹھنے لگتے ہیں اور پھر اس راستہ پر نہ پکارنے والا چل سکتا ہے۔ نہ جواب دینے والا (کوئی شخص نہیں چل سکتا) اور جب سردی آتی ہے کثرت سے برف گرتی ہے۔ اور بارش ہوتی ہے تو اس مقام پر بھی (برفباری اور بارش) ہوتی ہے۔ اور نوشادر کی گرمی و شعلہ کو بجھا دیتی ہے۔ تب لوگ اس میدان کو طے کر پاتے ہیں۔ اور چوپائے بالکل اس گرمی کے متحمل نہیں ہوتے جس کا ہم نے ذکر کیا، اسی طرح جو شخص بلاد چین میں آتا ہے اس کے ساتھ بھی ولکڑیوں سے) مارنے کا عمل وہی کیا جاتا ہے جو مسافر مذکور کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ بلاد خراسان کے اس مقام سے جس کا ہم نے ذکر کیا۔ بلاد چین تک چالیس دن کا راستہ ہے۔ جس میں آباد[1] مقامات میں بھی ہیں اور غیر آباد بھی چٹیل زمینیں بھی ہیں اور ریت بھی" اور اس کے علاوہ وہ راستہ جس پر چوپائے چلتے ہیں چار ماہ کا ہے مگر یہ راستہ ترکوں کی نگہبانیوں[2] میں ہے۔ میں نے (مسعودی نے) بلخ میں ایک خوب رو صاحب رائے و فہم مسن شخص کو دیکھا جو چین اکثر مرتبہ گیا تھا اور بحری سفر بالکل بھی نہ کیا تھا۔ اور بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جو بلاد صُغد سے نوشادر کے پہاڑوں پر ہوتے ہوئے سرزمین تبت و چین کی طرف سے گذرے ہوئے بلاد خراسان گئے تھے اور بلاد ہند و منصورہ و ملتان کے قریب بلاد خراسان و سندھ سے ملے ہوئے ہیں۔ اور سندھ سے خراسان کی طرف برابر قافلے جاتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح (سندھ سے) ہند کی طرف یہاں تک کہ یہ شہر بلاد ابلستان (یعنی بلاد زابلستان) سے (گویا) مل گئے ہیں۔ بلاد زابلستان وسیع شہر ہیں۔ جو مملکت فیروز بن کبک کہلاتے ہیں۔ ان میں عجیب غریب محفوظ و مضبوط قلعے ہیں مختلف زبانیں مستعمل ہیں اور بہت سی قومیں رہتی ہیں۔ جن کی نسبتوں میں لوگوں نے نزاع و اختلاف کیا ہے بعض نے ولد یافث[3] بن نوح بیٹے کی طرف منسوب کیا ہے اور بعض نے نسب طویل کے

[1] "عاقر" (خشک) آباد غافر (خشک) غیر آباد ویران زمین خلاف عامر "دہاس" (دفقس) نرم جگہ کہ نہ ریت ہو نہ خاک رمال (کفس) جمع رمل ریت ۱۲ منتہی الارب [2] خضر (جنس) نگہبان ہونا۔ بدرقہ ہونا نگاہ رکھنا۔ خفارہ مگر کفسف) کھجوروں کی نگہبانی کہ بگڑنے نہ پائیں (خفسف بدرقگی اور نگہبانی کی مزدوری ۱۲ منتہی الارب

[3] صاحب منتہی الارب ترک (جنس) کے معنے میں لکھتے ہیں کہ ایک گروہ ہے یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد کا ۱۲

ذریعہ سے فرسخ اوّل سے ملایا ہے۔ بلادِ تبت کی ہوا، پانی، زمین، ہموار زمین اور کوہساروں میں عجیب خاصیتیں ہیں۔ انسان وہاں ہمیشہ خندہ رُو شادان و مسرور رہتا ہے اس کو حزن غم اور فکریں لاحق نہیں ہوتیں۔ تبت کے پھلوں، کلیوں، چراگاہوں اور نہروں کی عجیب عجیب قسمیں شمار نہیں کی جا سکتیں۔ ان شہروں میں کوئی بوڑھا مرد رنجیدہ نہ دیکھو گے اور نہ عورت بلکہ کھوکس بڈھوں[1] میں، اُدھیڑ عمر والوں میں، جوانوں میں اور نوجوانوں میں خوشی عام ہے۔ اہلِ تبت میں نرم مزاجی، بشاشت اور شادمانی[2] ہے۔ جو آلاتِ لہو و لعب کے استعمال شراب نوشی[3] اور اقسام رقص و سرود کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مرجاتا ہے۔ تو اس کے اہل پر اس کو بہت زیادہ رنج نہیں ہوتا جیسا کہ ان کے علاوہ تمام آدمیوں کو محبوب کے جاتے رہنے اور مطلوب کے فوت ہو جانے پر ہوتا ہے۔ بلادِ تبت ایک جانب سے بلادِ چین و سرزمین بلادِ چین سے متصل[4] ہیں اور سرزمین ہند و خراسان اور صحرائے ترک سے (متصل ہیں) اہلِ تبت کے بہت سے شہر اور محفوظ و مضبوط عمارتیں ہیں۔"

صـ۴۶ تبت و چین کی وہ سرزمین جس میں مشک والے ہرن پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی زمین ہے جو دونوں کی ملی ہوئی ہے۔ تبت کا مشک چین کے مشک سے دو وجہوں سے بہتر ہوتا ہے۔ اول یہ کہ تبت کے ہرن سنبل الطیب[5] اور قسم قسم کی خوشبودار گھاسیں چرتے ہیں اور چینی ہرن خشک گھاس چرتے ہیں۔ نہ کہ وہ قسم قسم کی مذکورہ خوشبودار گھاسیں جنہیں تبتی ہرن کھاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ اہلِ چین مشک کو نافوں سے نکالنے میں اہتمام نہیں کرتے (بلکہ) اس میں خون اور اس کے علاوہ دوسری اقسام کی ملاوٹ کر دیتے ہیں۔ اور تبتی مشک کے لئے (اس اہتمام کے ساتھ ساتھ) دریاؤں کی مسافتیں اور بہت سی نمناک زمینیں طے کی جاتی ہیں۔ اور مختلف ہوائیں (برداشت کی جاتی ہیں) اگر اہلِ چین سے مشک میں ملاوٹ

---

[1] شیخ (فس) زیادہ عمر کا آدمی کہ اس پر ظاہر ہوتی ہو یا پچاس برس کا یا اکاون برس سے زیادہ کا یا اسّی برس تک بڑھا میانہ (فس) سپید بالوں والا باوقار یا مرد میانہ سال یا دہ جو تیس سے یا چونتیس سے گذر کر اکاون تک پہنچا سکتے ہیں کہ مرد سولہ برس تک حدث ہے اور سولہ سے بتیس تک شباب اور بتیس سے پچاس تک کہل پھر اس کے بعد شیخ ہے ۱۲ منتہی الارب [2] اریحیّہ فنفکتف) خوشخوئی شادمانی خوشدلی جو احسان کرنے سے حاصل ہو ۱۲ منتہی الارب

[3] عقار رضغس (شراب ۱۲ منتہی الارب [4] مناضمۃ (صفسقف) متصل ہونا دو زمین کی حد کا آپس میں ۱۲ منتہی الارب

[5] سنبل الطیب ایک خوشبودار گھاس ہے۔ یہ نام اصطلاحِ طب کی بنا پر ہے اور سنبل کافی ہے اردو میں اسے بالچھڑ کہتے ۱۲ منتہی الارب و غیاث

مفقود ہوجائے۔ وہ شیشہ[1] کے برتنوں میں محفوظ رکھا جائے۔ مضبوط طریقہ سے برتنوں کے سروں پر چمڑا[2] اور سربند دستمہ[3] باندھا جائے۔ اور وہ پھر عمان۔ فارس اور عراق وغیرہ کے اسلامی شہروں میں لایا جائے۔ یہ مشک بھی تبتی کی مثل ہوگا اور بہترین و خوشبوترین مشک وہ ہے۔ جو ہرنوں میں سے خوب پکجانے[4] کے بعد نکالا جائے۔ اس لئے کہ ان موٹی ہرنوں میں اور اور مشک کے ہرنوں میں صورت۔ شکل۔ رنگ اور سینگوں کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں (بلکہ) مشک والے ہرنوں کے دانتوں کی وجہ سے فرق ظاہر ہوتا ہے۔ جو ہاتھیوں کے دانتوں کی مثل ہوتے ہیں۔ ہر ایک ہرن کے جڑوں سے باہر نکلے۔ سیدھے کھڑے ہوئے سفید ایک ایک بالشت کے برابر یا کم و بیش دو دانت ہوتے ہیں۔ ان ہرنوں کے لئے بلاد تبت میں جال اور پھندے لگا دئے جاتے ہیں اور اہل تبت انہیں شکار کرلیتے ہیں۔ بسا اوقات وہ لوگ انہیں تیر مار کر بھی پچھاڑ دیتے ہیں اور ان کے نافوں کو کاٹ لیتے ہیں۔ حالانکہ خون ابھی تک ان کے نافوں میں خام[5] نارسیدہ اور تازہ غیر پختہ ہوتا ہے۔ بنا بریں اس کی بو میں ایک بساندسی ہوتی ہے۔ پس یہ ایک مدت تک رکھا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں سے وہ بدبوئیں زائل اور اجزا ہوائیہ میں مستحیل (غائب) ہوجاتی ہیں۔ تب یہ مشک ہوجاتا ہے۔ اس کا قاعدہ پھلوں کی طرح ہے جبکہ وہ اپنے درخت ہی پر تکمیل پختگی اور استحکام اجزاء سے قبل درختوں سے جدا کر دئے جائیں اور توڑ لئے جائیں (جس طرح ایسے پھلوں کو رکھ کر پختہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ویسے ہی مشک کو جبکہ وہ خون ہی کی صورت میں جانور سے علیحدہ کرلیا جائے) اور عمدہ مشک وہی ہے جو اپنے مقام پر پکے اپنے نافہ میں پختہ ہو اور اپنے حیوان (ہرن کے جسم) اور اپنے ہی تمام اجزاء میں رہ کر (جن کا سلسلہ جسم حیوان ہی میں ہوتا ہے) پختہ ہو۔ اور یہ اس لئے کہ طبیعت مواد خون کو نافہ میں پہنچاتی ہے۔ اور جب خون کا وجود اس میں مستحکم اور پختہ ہوجاتا ہے۔ تو اسے اذیت دیتا ہے اور کھجلی[6] نے کی ضرورت پیدا کرتا ہے۔ اس وقت وہ ان چٹانوں اور پتھروں سے پناہ لیتا ہے جو آفتاب کی گرمی سے گرم ہوگئے ہوتے ہیں۔ اور ان سے جاکر بڑی لذت

---

[1] برانی جمع برنیہ (فسکتف) شیشہ کا برتن ۱۲ منتہی الارب [2] عفاص (کفس) چمڑے کا ٹکڑا جس سے برتن وغیرہ کے سر کو باندھیں ۱۲ منتہی الارب [3] وکاء (کفسم) مشک وغیرہ کا سربند ۱۲ منتہی الارب [4] نضج (فس) ضرکس میوہ کا پکا ہوا ہونا ہر ایک چیز کا پکا ہوا ہونا جیسے گوشت اور زخم اور مواد ۱۲ منتہی الارب [5] حبائل جمع حبالہ (کمقسف) شکاری کا جال "شرک" جمع شرک (خف) پھندا "شباک" جمع شبکہ (ففف) یعنی جبالہ ۱۲ منتہی الارب

[5] خام (فس) پوست جس نے دباغت نہ پائی ہو پوست جس کو اچھی طرح سے دباغت نہ کیا ہو ۱۲ منتہی الارب [6] یدرک ادراک جا پہنچنا بالغ ہونا لڑکے کا۔ خرما کا پک جانا ایک چیز کا وقت آ پہنچنا اور اس کا تمام ہونا ۱۲ منتہی الارب [6] حک دفعہ پتھصادل میں فتحہ شیدہ جا۔ یہ کھجلی کی ضرورت ہوئی۔ گھسنا۔ چھیلنا۔ کھجانا ۱۲ منتہی الارب

کے ساتھ کھجاتا ہے۔ پس وہ خون پتھروں پر زخم[1] اور دمل کے مواد کی طرح بہنے لگتا ہے۔ جب اُس کا خون مواد کی کثرت سے پختہ ہوجاتا ہے تو اس کے نکلنے میں وہ لذت پاتا ہے۔ پس جبکہ اس کے نافہ کا تمام خون بہہ جاتا ہے تو اس وقت (زخم) مندمل ہوجاتا ہے (نافجۃ ناف) شرہ کو کہتے ہیں۔ یہ فارسی اسم ہے) پھر پہلی مرتبہ کی طرح دوبارہ خون آکر جمع ہوجاتا ہے (غرض خون نافہ کے پتھروں کے میں بہ جانے کے بعد) تبتی لوگ ہرنوں کی چراگاہوں میں آتے ہیں جو ان پتھروں اور پہاڑوں میں ہوتی ہیں۔ اور خون کو چٹانوں اور پتھروں پر جما ہوا پاتے ہیں (یہ ایسا خون ہوتا ہے) کہ اس کو داسی کے اجزا اور) مواد نے مضبوط کیا طبیعت نے اس کے تیوں (ان دہرن کے جسم) کے اندر پختہ کیا۔ آفتاب نے سکھایا اور ہوا نے گرد آلود کردیا۔ وہ لوگ اس کو لے جاتے ہیں یہی بہترین مشک ہوتا ہے وہ اس کو اپنے پاس کے نافوں میں رکھ لیتے ہیں۔ جنہیں وہ ان ہرنوں سے حاصل کرتے ہیں جنہیں وہ شکار کرتے ہیں اور جو (نافے) ان کے پاس تیار رہتے ہیں۔ یہ وہ مشک ہوتا ہے۔ جس کو ان کے بادشاہ استعمال کرتے ہیں اور آپس میں اس کے ہدئے پیش کرتے ہیں (کبھی کبھی شاذ و نادر) اوقات تجار بھی اس کو ان کے شہروں سے لے جاتے ہیں۔ تبت میں بہت سے شہر ہیں۔ ہر شہر کا مشک تبت ہی کی طرف منسوب ہے۔ علامہ مسعودی کہتے ہیں۔ کہ ملوک چین و ہند و زنج اور عالم کے تمام بادشاہوں نے شاہ بابل کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ اور اس بات کا (اعتراف کیا ہے) کہ وہ عالم کے بادشاہوں سے پہلا بادشاہ تھا۔ اور اس کو ان سب میں وہی منزلت حاصل تھی۔ جو مہتاب کو ستاروں میں ہوتی ہے اس لئے کہ اس کی اقلیم اشرف اقالیم تھی اور وہ تمام بادشاہوں سے زیادہ مالدار و خوش طبع اور سب سے زائد صاحب سیاست و دانش تھا (یہ اس اقلیم کے بادشاہوں کے گذشتہ اوصاف کا حال تھا نہ اب ۳۳۲ھ کا) وہ لوگ اس کو شاہنشاہ (یعنی سلطان السلاطین) کہتے تھے اور اس کی منزلت تمام عالم کے مقابل میں ایسی تھی۔ جیسی قلب کی تمام جسم کے مقابل یا ہار کے عمدہ[2] ترین موتیوں کی باقی موتیوں کے مقابل) اس کے بعد شاہ ہند کا مرتبہ ہے۔ یہ حکمت[3] اور ہاتھیوں والا بادشاہ ہے۔ اس لئے کہ تمام بڑے بڑے بادشاہوں کے نزدیک یہ مسلم ہے۔ کہ حکمت کی ابتدا ہند سے ہے۔ پھر شاہ ہند کے بعد مرتبہ میں شاہ چین ہے۔ یہ رعیت کی نگہبانی کرنیوالا صاحب سیاست اور صنعت و حرفت کو ترقی دینے والا بادشاہ ہے اور ساری دنیا کے بادشاہوں

---

[1] خراج (متنفس زخم) ۱۲ منتہی الارب [2] واسطۃ القلادہ ہار کے درمیان جواہر برگزیدہ ۱۲ منتہی الارب
[3] حکمت بمعنی دانش و فیل جمع فیل بمعنی ہاتھی یعنی یہ بڑا صاحب عقل و جنگی ہاتھیوں والا یعنی صاحب کر و فر بادشاہ ہے

میں اس سے زائد اپنی فوج اور مددگاروں کی حفاظت کرنے والا کوئی بادشاہ نہیں یہ نہایت جنگجو باقدرت اور صاحب[1] لاؤ لشکر و اعوان بادشاہ ہے۔ اس کے پاس بہت سے جنگی رسالے گھوڑوں[2] کے گلے اور ہتھیار ہیں۔ اس کے سپاہیوں کو (اس کے یہاں سے) کھانا ملتا ہے جیسے کہ شاہ بابل کا عملدرآمد تھا (کہ فوج کو کھانا دیتا تھا) پھر شاہ چین کے بعد شاہان ترک میں سے ایک بادشاہ کا مرتبہ ہے جو مدینہ کوشان کا مالک اور شاہ طغزغز ہے اس کو ملک السباع اور ملک الخیل کہتے ہیں۔ اس لئے کہ تمام عالم کے بادشاہوں میں اس کے آدمیوں سے زیادہ جنگجو اور خونریزی پر شیر کی طرح جری کسی کے آدمی نہیں ہیں (گویا اس کے آدمی خونریزی اور قتل میں درندوں کی طرح ہیں۔ جن پر حکومت سے وہ ملک السباع کہلاتا ہے) اور نہ اس سے زائد کسی کے پاس گھوڑے ہیں (اسی لئے ملک الخیل لقب پایا) اس کی حکومت بلاد چین اور خراسان کے جنگلوں کے درمیان ہے۔ یہ اپنے عام نام "یرخان" سے پکارا جاتا ہے۔ ترک میں بہت سے بادشاہ اور مختلف قسم کے آدمی ہیں جو کسی ایک بادشاہ کے زیر حکومت نہیں۔ اس کے بعد ملک روم کا مرتبہ ہے۔ اس کو ملک الرجال کہتے ہیں۔ تمام عالم کے بادشاہوں میں اس کے آدمیوں سے زائد خوبصورت کسی کے آدمی نہیں۔ اس کے بعد تمام دنیا کے بادشاہ ترتیب میں برابر اور مراتب میں قریب قریب ہیں ؛

قبل ظہور اسلام بلاد مغرب میں سے بلاد [illegible] افریقہ کا مالک (بادشاہ) جرجیر کہلاتا تھا اور اندلس کا لذریق۔ یہ نام تمام شاہان اندلس کا تھا بعض کا قول ہے کہ شاہان اندلس اشبان میں سے تھے اور مسلمان باشندگان اندلس میں زیادہ مشہور یہ ہے۔ کہ لذریق جلالقہ میں سے تھا اور یہ فرنگیوں کی ایک قسم ہے۔ اور اندلس کے بادشاہوں میں سے آخری لذریق (آخری بادشاہ) ہوا وہ وہ تھا جس کو اُس وقت جبکہ وہ بلاد اندلس کو فتح کر کے اندلس کے پایۂ تخت شہر طلیطلہ میں داخل ہوا۔ طارق غلام موسیٰ بن نصیر نے قتل کیا۔ اس شہر (طلیطلہ) کے بیچ میں ایک بہت بڑی نہر جاری ہے۔ جس کو تاجہ کہتے ہیں۔ یہ بلاد جلالقہ و وشکند سے نکلتی ہے۔ وشکند ایک بہت بڑی قوم ہے۔ اس قوم والوں کا جلالقہ اور فرنگیوں کی طرح اہل اندلس سے لڑنے کے لئے ایک بادشاہ ہے۔ یہ نہر بحر رومی میں گرتی ہے۔ اور ساری دنیا کی نہروں سے زائد تیز[3] بہتی ہے اس کے ساحل پر شہر طلیطلہ سے بہت دور شہر طلبیرہ آباد ہے پھر ایک بہت بڑا پل ہے جو قنطرۃ السیف[4]

---

[1] کہتے ہیں ھوفی عز و منعہ یعنی وہ ارجمندی و عفار کی نہیں ہے اپنے ساتھ یا مددگار حمایت کرنے والے یتیمی دینے والے رکھتا ہے ۱۲ منتہی الارب [2] کراع (فسفس) گھوڑوں کا ایک گروہ ۱۲ منتہی الارب [3] دعوف (عنس) از [illegible] تیز چلنا ۱۲ منتہی الارب [4] بنا بر قول صاحب منتہی الارب یہ اندلس میں ایک مقام ۱۲

کہلاتا ہے۔ اسے پہلے بادشاہوں نے بنایا ہے ؂

اور مدینہ طلیطلہ نہایت محفوظ ہے (اس پر بہت سے نگہبان وغیرہ رہتے ہیں) اس کی دیواریں نہایت مضبوط ہیں۔ اس کے باشندوں نے اس کے فتح ہو کر بنی امیہ کے پاس آ جانے کے بعد اموییّن کی مخالفت و نافرمانی کی اس وجہ سے یہ شہر کئی سال تک محفوظ رہا۔ اور بنی امیہ کو اس میں آنے کی راہ نہ مل سکی۔ جب تین سو پندرہواں سنہ آیا۔ تو اس کو عبد الرحمٰن بن محمد بن عبد اللہ بن بن محمد بن عبد الرحمٰن بن حکم بن ہشام بن عبد الرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان بن حکم اموی نے فتح کیا۔ یہی عبد الرحمٰن اس وقت ۳۲۲ھ میں اندلس کا بادشاہ ہے۔ اس نے جب اس شہر کو فتح کیا تھا۔ تو اس کی بہت سی عمارتوں میں رخنے[1] ڈالدئے تھے۔ اس وقت تک اندلس کا دار السلطنت شہر قرطبہ رہا۔ قرطبہ سے طلیطلہ تک سات منزلیں اور قرطبہ سے بحر رومی تک قریب قریب تین دن کی راہ ہے۔ اور ساحل بحر رومی سے ایک دن کی مسافت پر اہل قرطبہ کا ایک شہر ہے جسے اشبیلیہ کہتے ہیں ؂

اندلس کی آبادیوں اور شہروں کی مسافت قریب قریب دو ماہ کی ہے۔ اہل اندلس کے مشہور شہر تقریباً چالیس ہیں بنی امیہ وہاں پر بنی الخلائف کہلاتے ہیں۔ اور خلفاء نہیں کہلاتے اس لئے کہ اہل اندلس کے نزدیک خلافت کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جو حرمین کا بھی بادشاہ ہو البتہ وہ "امیر المومنین" کے ساتھ خطاب کیا جا سکتا ہے۔ عبد الرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبد الملک بن مروان سنہ ۱۲۹ھ میں اندلس آیا تھا۔ ۳۳ سال چار ماہ بلاد اندلس میں سلطنت کی اور مر گیا تو اس کے بیٹے ہشام بن عبد الرحمٰن نے سات برس سلطنت کی پھر اس کے بیٹے حکم بن ہشام نے تقریباً ۲۰ سال بادشاہت کی۔ اسی کی اولاد میں سے ایک شخص کو آج کل بلاد اندلس کی حکومت حاصل ہے جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ بلاد اندلس کا بادشاہ آج کل عبد الرحمٰن بن محمد ہے۔ اور اسی وقت سے عبد الرحمٰن کا بیٹا حکم اس کا ولی عہد ہو گیا ہے جو سیرت کے لحاظ سے بہترین مردم ہے۔ اندلس میں چاندی کی ایک بہت بڑی کان ہے اور پارہ کی کان ہے پارہ اچھا نہیں (مگر) تمام بلاد اسلام و کفر میں لے جایا جاتا ہے۔ اسی طرح بلاد اندلس سے زعفران اور سونٹھ باہر لے جائی جاتی ہے ؂

خوشبوؤں کی اصلیں پانچ ہیں۔ مشک۔ کافور۔ اگر۔ عنبر اور زعفران یہ سب چیزیں سرزمین ہند اور قرب و جوار ہند سے باہر لے جائی جاتی ہیں مگر زعفران و عنبر نہیں لے جائے جاتے اور سرزمین زنج۔ شحر اور اندلس میں پائے جاتے ہیں ؂

---

[1] ثغرۃ (فسف) سرحد ملک اور بعیث اور لشکراہ۔ قلعہ میں رخنہ پہاڑ کا شگاف اور اس کا شعبہ ۱۲ منتہی الارب

اور خوشبوؤں کی قسمیں پندرہ ہیں بالچھڑ۔ لونگ۔ جائفل۔ گلاب۔ تج۔ سرو ترکستانی[1] دار چینی۔ قرنوہ[2]۔ الائچی۔ کبابہ[3]۔ الائچی سفید۔ حب المنشم[4]۔ بیخ نیلوفر۔ سنبل۔ زعفران یمنی۔ عود ہندی۔ اظفار[5]۔ برنگ۔ لوبان[6]۔ لاذن[7]۔ میعہ[8]۔ قبنل[9]۔ چرائتہ اور مشک بلائی[10] ہم اپنی کتاب اخبار الزمان میں چاندی۔ سونے اور پارے کی کانوں اور تمام خوشبوؤں کی اقسام کا حال بیان کر آئے ہیں۔ پس اس امر بیان معادن وانواع طیب نے ہمیں ان چیزوں کے زیادہ بیان کرنے سے مستغنی کر دیا ‌‌‌‌؛

اب ہم مراتب ملوک کی طرف عود کرتے ہیں۔ اور ان ممالک میں سے جو بحر حبشی پر واقع ہیں۔ اور جن کا بیان ہم نے شروع کیا تھا۔ جو کچھ باقی رہ گئے ہیں۔ ان کا سلسلہ چھیڑتے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ زنگ کا بادشاہ فلیمی۔ انکز کا بادشاہ کندراج جیرہ کا بادشاہ بنی نصیر لعمانیہ و مناذرہ میں سے جبال طبرستان کا بادشاہ یدعا قارن ہند کا بادشاہ بلھری اور قنوج کا بادشاہ ملوک سندھ میں سے بوذرہ ہے۔ یہ (بوذرہ) ہر ایک بادشاہ کا نام ہے جو قنوج کے قریب ہے۔ علاقہ قنوج میں ایک شہر ہے جس کا نام اہل قنوج کے بادشاہوں کے نام پر بوذرہ ہے۔ آج کل یہ شہر دائرہ اسلام میں آگیا ہے اور یہ مضافات ملتان میں سے ہے۔ ملتان کے بادشاہ کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں کہ وہاں کا بادشاہ اسامہ

---

[1] زرنب (رسف) ایک خوشبودار گھاس ہے۔ ترنج کی خوشبو کے مشابہ اسے عربی میں رجل الجراد بھی کہتے ہیں اور فارسی میں سرو ترکستانی از منتہی الارب صاحب غیاث میگوید کہ نام دوائی کہ برگ درختے باشد از منتخب ۱۲

[2] قرنوہ گیا ہیست کہ در رنگ برآید از صراح و صاحب منتہی میگوید کہ عود درخت کا پھل فلفل سے چھوٹا ۱۲

[3] کبابہ النوعی از دوا رہا ۱۲ صراح [4] ہال۔ الائچی سفید ۱۲ غیاث [5] منشم (رسف) ایک خوشبو ہے کہ مشکل سے کوٹی جاتی ہے۔ فاغرہ بیخ نیلوفر۔ قسط عود ہندی ۱۲ منتہی و غیاث و صراح [6] اظفار (رسف) کٹے ہوئے ناخن کی مانند ایک خوشبودار شے یعنی نکہ سواحد ندارد اظافیر جمع ۱۲ منتہی الارب [7] ضرو (رسف) ادیان درخت کا یا اس کا گوند ۱۲ منتہی الارب [8] لاذن رطوبۃ تتعلق بشعر المعزی دلحاھا اذا عت نبا تا یعرف بہ قلسوس او قستوس وما تعلق بشعرھا جیداً مسخن میتق مفتح للسدا دا فواہ العروق مدر نافع للنزلات والسعال وجع الاذن وما تعلق باظلافہا تیا ردی ۱۲ صراح [9] میعہ (رسف) ایک اچھا خوشبودار عطر ہے یا ایک درخت کا گوند ہے کہ روم میں پیدا ہوتا ہے یا سفرجل کا گوند ۱۲ منتہی الارب [10] قبنل (رسف) ایک درخت ہے ۱۲ منتہی الارب

[11] زباد۔ عرق خصیہ حیوانیکہ ان نوعے از گربہ صحرائے باشد وان عرق خوشبودار و سیاہ رنگ و سفید بزردی مائل نیز باشد بقوام شہید از بحر العواہر و کشف و سوئد و منتخب سروری و دار و در برہان بطح و فتح مولف گوید کہ ہندی آنرا مشک بلائی گویند و یکے از آشنایان فقیر آں را دیدہ است ۱۲ غیاث

بن لوئی بن غالب کی اولاد میں سے تھے۔ یہ بادشاہ صاحب فوج و انصار و اعوان ہے۔
ملتان مسلمانوں کی بڑی بڑی سرحدوں میں سے ایک سرحد ہے۔ ملتان کی سرحد کے چاروں طرف
بادشاہ کی جائدادوں اور گاؤں میں سے ایک لاکھ بیس گاؤں کا حدو شمار ہو سکا ہے (جو گنے
نہیں جاسکے وہ ان سے الگ رہے) ملتان میں جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں ایک صنم ہے
جسے ملتان کہتے ہیں۔ اہل ہندو سندھ دُور دُور سے زرو جواہر، عود اور ہر قسم کی خوشبوؤں
کی نذریں اس کے پاس لاتے ہیں۔ ہزاروں آدمی اس کے پاس آتے ہیں اہل ملتان
کے وہ مال جو زیادہ تر اس بُت کے پاس (بطور نذر) لائے جاتے ہیں۔ خالص[1] عود قماری
کی عمدہ عمدہ[2] لکڑیاں ہوتی ہیں۔ یہ قماری اگر ایسا (قیمتی اور عمدہ) ہوتا ہے۔ کہ نومن دو سو دینا
قیمت تک پہنچ جاتا ہے۔ جب اس میں مہر لگائی جاتی ہے تو اس میں ایسے اثر کرتی ہے
جیسے شمع میں اس کے علاوہ اور عجیب عجیب ایسی چیزیں ہیں جو اس کے پاس لائی جاتی ہیں
جب کافر بادشاہ ملتان میں آئے اور مسلمان ان سے نہ لڑ سکے۔ تو اس بت کے توڑ دینے
اور اس کی ایک آنکھ پھوڑ دینے کی دھمکی دی۔ تب (کفار کی) فوجیں ان کے پاس سے
ہٹیں ہیں (مسعودی)۔ تیسری صدی کے بعد بلاد ملتان گیا تھا۔ اس وقت وہاں کا بادشاہ
ابواللہاب منبہ ابن اسد قرشی اسلامی تھا علیٰ ہذا اسی زمانہ میں بلاد منصورہ گیا تھا۔ وہاں کا
بادشاہ اس وقت ابو منذر عمر بن عبداللہ تھا۔ وہاں میں نے اس کے وزیر اور اس کے دونوں
بیٹوں محمد و علی کو دیکھا۔ اور وہاں میں نے ایک مرد عرب کو دیکھا جو وہاں کے سرداروں
میں سے ایک سردار اور بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ اس کا نام حمزہ تھا۔ بلاد
منصورہ میں اولاد علی مرتضےٰ۔ اولاد عمر بن علی اور اولاد محمد بن علی کے بہت سے آدمی ہیں۔ شاہان
منصورہ اور ابو شوارب قاضی کے خاندان میں قرابت۔ میل ملت اور رشتہ داری ہے۔ اس لئے
کہ منصورہ کے وہ بادشاہ جن میں کا بادشاہ آج کل ہے۔ ہبار بن اسود کی اولاد میں سے ہیں۔
اور بنی عمر بن عبدالعزیز قرشی کہلاتے ہیں۔ یہ عمر بن عبدالعزیز" عمر بن عبدالعزیز بن مروا
اموی نہیں ہے۔

تمام مذکورہ نہریں جب بلاد فرج[3] بیت ذہب یعنی بلاد ملتان کی سمت کو ہو کر گذرتی ہیں

---

[1] عود قماری بضم قاف عودیکہ از قمار آوردہ شود و قمار بضم اول نام شہریست کہ در منتہائے ہند قریب دریائے شور بطرف جنوب کذا فی البرہان و در سراج نوشتہ کہ قمار یا مثلم نام شہریست از ہند بدون قاف در ہندی نسبت ظاہر اً قمار بالضم معرب کمار است چنانچہ قند معرب کند و در منتخب و لطائف و بحرالجواہر و کشف باین معنے قمار را بفتح قاف نوشتہ ست ۱۲ غیاث

[2] سری رنگت، ہر چیز نفیس ۱۲ منتہی الارب [3] صفحہ ۱۶ سمط الدرر میں اس اصطلاح کی تفسیر دیکھئے ۱۲

فاصلہ پر ملتان و منصورہ کے مابین مقام دوشاب میں جا کر ایک ہو جاتی ہیں۔ اور جب یہ شہر رور کی غربی جانب میں پہنچتی ہیں اور وہ مضافات منصورہ میں سے ہے تو یہاں پر ان کا نام مہران ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ اور دونوں قسمیں اس بڑے دریا سے نکل کر جو مہران سندھ کہلاتا ہے۔ شہر شاکرہ (منجملہ مضافات منصورہ) میں بحر ہندی کے اندر گر جاتی ہیں۔ یہ بحر ہند میں مہران کی دونوں قسموں کے گرنے کا مقام، دیبل سے دو دن کی راہ پر ہے۔ ملتان سے منصورہ تک جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں۔ پچھتر[1] سندھی فرسخ کی مسافت ہے اور ایک فرسخ آٹھ میل کا ہے اور منصورہ کی تمام زمینیں اور گاؤں جو اس کے مضافات ہیں تین سو گاؤں کھیتیاں، درخت اور پے در پے آبادیاں ہیں۔ یہاں پر ایک قوم کی جسکو اہل عبیدریہ اہل سندھ کی ایک قسم ہے، کہتے ہیں۔ دوسری قوموں سے بہت لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ تمام مقامات (مضافات منصورہ) سندھ کی سرحدیں ہیں۔ اسی طرح ملتان بھی سندھ کی سرحدوں اور ان آبادیوں اور شہروں سے ہے جو ان سرحدوں کے مضافات ہیں۔ منصورہ کا نام منصور بن جمہور عامل بن امیہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔

شاہ منصورہ کے پاس بہت سے جنگی ہاتھی ہیں وہ اسی ہاتھی ہیں۔ ہر ہاتھی کے لئے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ اس کے گرد جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں پانچسو پیادے ہیں۔ وہ (تنہا) ہزاروں شہسواروں سے لڑتا ہے۔ میں نے اس کے (شاہ منصورہ کے) پاس دو ہاتھی بہت ہی بڑے دیکھے جو اپنی دلیری جنگجوئی اور (مقابل کی) فوجوں کو شکست دینے پر پیشقدمی کی وجہ سے تمام سندھ و ہند کے بادشاہوں میں مشہور رہیں۔ ایک کا نام منفرقلس ہے اور دوسرے کا حیدرہ منفرقلس کے بہت سے حالات عجیبہ اور افعال حسنہ ہیں جو ان شہروں میں اور ان کے ماسوا دوسرے شہروں میں مشہور ہیں۔ منجملہ ان کے یہ کہ اس کا کوئی سائیس مر گیا۔ تو اس نے کئی دن نہ کچھ پیا نہ کھایا۔ رنجیدہ آدمی کی طرح بہت رویا[2] نالہ وزاری کی اور برابر اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری رہے کہ رکتے نہ تھے اور ان میں سے یہ کہ وہ ایک دن ہاتھی خانہ سے چلا۔ حیدرہ ہاتھی اس کے پیچھے تھا۔ اور اسی ہاتھیوں میں سے باقی ہاتھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ منفرقلس منصورہ کے راستوں میں سے ایک تنگ راستہ میں پہنچا۔ اس کی گذرگاہ میں بے خبری کی حالت میں ایک عورت آ گئی۔ جب اس عورت نے اس کو دیکھا، تو مدہوش ہو گئی۔ ڈر کے مارے چت گر پڑی۔ اور اس کے تمام محفوظ مقامات

---

[1] حنین۔ رونا۔ ناقہ کا رونا کہ اپنے بچہ سے جدا ہوئی ہو بہت رونا ۱۲ منتہی الادب

[2] انین۔ نالہ ۱۲ منتہی الادب

درمیان راہ میں برہنہ ہو گئے۔ جب منقر قلس نے یہ دیکھا۔ تو اس عورت کے سبب سے راستہ کے عرض میں اپنی داہنی جانب کو پچھلے ہاتھیوں کی طرف کر کے جو گذرنا چاہتے تھے کھڑا ہو گیا اور اپنی سونڈ سے اس کو کھڑا ہو جانے کا اشارہ کرنے لگا۔ اس کے کپڑوں کو اس پر اکٹھا کرنے لگا۔ اور اس کے کھلے ہوئے اعضا کو چھپانے لگا یہاں تک کہ عورت کے حواس جمع ہوئے۔ راستہ سے ہٹی اور جان میں جان آئی۔ تب ہاتھی بھی اپنے راستہ پر سیدھا ہو لیا اور اس کے پیچھے (دوسرے) باقی ہاتھی چلے جنگی ہاتھیوں کے (اسی طرح) بہت سے واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ اور کام کرنے والے ہاتھی (جو لڑتے نہیں ہیں) چھکڑے[1] کھینچتے ہیں اور ان پر بوجھ لادے جاتے ہیں اور چاول نیز دوسری غذاؤں کے کھلیان (ڈھیر[2]) کے گاہنے[3] کے کام میں لائے جاتے ہیں۔ جیسے کہ بیل کھلیان[4] کو گاہتے ہیں جہاں اس کتاب میں زنگ کے حالات بیان ہوں گے۔ وہاں ہم ہاتھیوں کا اور ان کے بلادِ زنگ میں ہونے کا ذکر کریں گے۔ اس لئے کہ تمام ممالک میں بلادِ زنگ سے زائد ہاتھی نہیں ہیں۔ یہاں کے تمام ہاتھی وحشی ہیں ۞

یہ ملک سندھ و ہند کے مختصر حالات ہیں۔ اہلِ سندھ کی زبان اہلِ ہند کی زبان کے خلاف ہے۔ سندھ بلادِ اسلام کے قریب ہے پھر ہند کا مرتبہ بحیثیت قربت ہے۔ اہلِ مانکیر کی زبان جو مملکت بلہری کا دار السلطنت ہے کیریہ ہے جو سقع یعنی کرہ کی طرف منسوب ہے۔ ساحل لاروی کے شہروں کی زبان مثل سیمور۔ سوبارہ۔ تانہ اور ان کے علاوہ دوسرے ساحل کے شہروں کی لاریہ ہے۔ اور باشندگان ساحل کے شہر اس دریا کی طرف منسوب ہیں۔ جس پر وہ واقع ہیں۔ اور وہ لاروی ہے۔ اس کا ذکر کتاب کے گذشتہ حصہ میں گذر چکا۔ سندھ اور ہند کے بادشاہوں میں سے کوئی بلہری کی طرح اپنے ملک میں مسلمانوں کا اعزاز نہیں کرتا۔ اس کے ملک میں اسلام نہایت معزز و محفوظ ہے۔ اہلِ ملک کی نماز پنجگانہ کے لئے آباد مسجدیں اور جامع مسجدیں ہیں۔ ان کا بادشاہ چالیس پچاس سال یا اس سے زائد بادشاہ رہتا ہے۔ اس کی مملکت والوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ہمارے بادشاہوں کی عمریں طریقہ عدل (کی پابندی) اور مسلمانوں کی عزت کرنے کی وجہ سے زائد ہوتی ہیں۔ یہ بادشاہ اپنی فوجوں کو اپنے بیت المال سے کھانا دیتا ہے جیسے کہ مسلمانوں کا اپنی فوجوں کے ساتھ عمل در آمد ہے۔ ان میں طاہری درہم رائج ہیں۔ ایک درہم کا وزن ۱½ درہم کی برابر ہوتا ہے (کہا مت) اس (درہم) پر ان کے

---

[1] عجل (نف) جمع عجلہ (ففف) گاڑی یا چھکڑا جس میں بوجھ لادیں ۱۲ منتہی الارب [2] ۲ داس (کفس) گیہوں کے کھلیان کو گاہنے ۱۲ منتہی الارب [3] بیدر (دفسف) کھلیان ۔ بیدر ۵ (فسقف) ڈھیر لگانا گندم وغیرہ کو ۱۲

آغاز سلطنت کا سکہ ہوتا ہے۔ اس کے جنگی ہاتھی کثرت کی وجہ سے شمار نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے شہروں کو بھی بلاد کمکر کہتے ہیں۔ اہل بلاد کمکر سے قوم گوجر کا بادشاہ ان کے بادشاہ کی مملکت کی اطراف میں سے کسی ایک طرف سے آ کر لڑتا ہے۔ یہ بادشاہ بہت سے گھوڑوں اونٹوں اور فوجوں والا ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ تمام عالم کے بادشاہوں میں سوائے صاحب اقلیم بابل کے اس سے بڑا کوئی بادشاہ نہیں۔ بابل چوتھی اقلیم ہے۔ ایسا (یعنی اس کا ملک بابل کو اپنے آپ سے ترجیح دینا اس لئے ہے۔ کہ اس کا تمام بادشاہوں پر رُعب اور دبدبہ قائم ہے۔ ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں سے بھی بغض رکھتا ہے۔ اس کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ اور اس کا ملک سمندر میں دُور تک زبان کی طرح چلے جانے والے حصہ پر واقع ہے۔ اس کی زمین میں سونے اور چاندی کی کانیں ہیں۔ اور وہیں اہل ملک ان (معاون) کی بیع و شرا کے معاملات کرتے ہیں۔ پھر اس بادشاہ کے قریب شاہ طافن ہے۔ جو اپنے ارد گرد کے بادشاہوں کے ساتھ کوڑیوں سے لین دین کرنے والا اور مسلمانوں کا اعزاز کرنے والا ہے۔ اس کی فوجیں سلاطین مسبوق الذکر کی فوجوں جیسی نہیں۔ پھر اس بادشاہ کے قریب مملکت رہمی ہے۔ یہ (رہمی) اس مملکت والوں کے بادشاہوں کے لئے (نام بطور نشانی) اور ان کے ناموں میں سب سے زیادہ عام ہے۔ اس بادشاہ سے قوم گوجر لڑتی ہے۔ اور اس کا ملک اس کے ملک سے متصل ہے۔ شاہ رہمی بلہری سے اس کی حکومت کی اطراف میں سے کسی ایک طرف سے آ کر لڑتا ہے۔ وہ (شاہ رہمی) فوجوں کے اعتبار سے اور ہاتھی گھوڑوں کے لحاظ سے شاہ بلہری، شاہ قوم گوجر اور شاہ طافن (سب) سے زائد ہے۔ جب وہ لڑائیوں کے لئے جاتا ہے۔ تو اس کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ پچاس ہزار ہاتھی ساتھ ہوتے ہیں۔ اس کی لڑائی موسم سرما میں ہی ہوتی ہے۔ جس کا سبب ہاتھیوں کا پیاس کا کم متحمل ہو سکنا۔ اور (لڑائی میں) کم ٹھہرنا ہے۔ اہل مملکت رہمی اہل مملکت بلہری سے کوڑیوں سے لین دین کرتے ہیں۔ ودع[1]۔ مال البلد ہے یہی ان شہروں اور ملکوں کی پونجی ہے۔ (کما مر) رہمی میں اگر سونا چاندی اور کپڑے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اس کے علاوہ) دوسرے شہروں کی ان چیزوں میں ایسی باریکی اور نزاکت نہیں ہوتی۔ اسی کے شہر سے وہ بال باہر لے جائے جاتے ہیں۔ جو ضمر کہلاتے ہیں۔ اور جن سے بڑی اور چاندی کی ڈنڈی لگا کر مذبہ[2] بنائی جاتی ہے۔ جسے لیکر خدام مجلسوں میں بادشاہوں

[1] ودع کی تفسیر سمط الدرر صفحہ ۳۸۔ اور اس کی شرح میں دیکھئے

[2] مذبہ (کفت) وہ چھلنی یا جوری جس سے مکھیاں ہٹائی جائیں۔ ۱۲۔ منتہی الارب

ص۵۹

کے سروں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کے شہر میں ایک جانور ہے۔ جسے نشان کہتے ہیں۔ اور عوام الناس اسی کا نام گینڈا رکھتے ہیں اس کی پیشانی پر ایک سینگ ہوتا ہے۔ یہ جسم و جثہ میں ہاتھی سے چھوٹا اور بھینس سے بڑا ہوتا ہے۔ اور وہ گائے اور دوسرے جگالی کرنے والے جانوروں کی طرح جگالی[1] کرتا ہے۔ ہاتھی اس سے (خوف کی وجہ سے) بھاگتا ہے۔ حیوان کی تمام قسموں میں اس سے زیادہ قوی کوئی جانور نہیں۔ (واللہ اعلم) اس لئے کہ اکثر ہڈیاں اس کی ملی ہوئی (بے جوڑ) ہیں۔ اس کی ٹانگوں میں کوئی جوڑ نہیں (اسی لئے) وہ بیٹھ کر نہیں سو سکتا۔ وہ درختوں میں اور گھنے جنگلوں[2] میں رہتا ہے۔ سوتے وقت انہیں سے تکیہ کر لیتا ہے۔ اہل ہند اور اسی طرح وہ مسلمان جو ان کے شہروں میں رہتے ہیں۔ اس کا گوشت کھاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سرزمین ہند و سندھ کی گائے بھینس کی قسم میں سے ہے۔ حیوان کی یہ قسم یعنی گینڈا (اگرچہ) ہندوستان کے گھنے درختوں کے جنگلوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن مملکت رہمی میں اور زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس کے سینگ نہایت صاف اور خوبصورت ہوتے ہیں ✤

رہمی کے ملک میں خشکی اور دو دریا (سب) ہیں۔ اور اس کے قریب ایک بادشاہ جس کے (ملک میں) دریا نہیں۔ اس کو ملک کا متن کہتے ہیں اس کی سلطنت کے باشندے چھدے[3] ہوئے کانوں والے ہیں۔ ان کے پاس ہاتھی۔ اونٹ اور گھوڑے ہیں۔ مرد اور عورتیں (سب) حسین و جمیل ہیں ✤

ان سب کے بعد شاہ قرنج ہے اس کے پاس خشکی اور دریا (سب) ہیں۔ یہ خشکی کے اس حصہ میں رہتا ہے۔ جو لانبا زبان کی طرح دریا میں چلا گیا ہے۔ اس کے شہر میں عنبر بکثرت آتا ہے۔ اس کے شہر میں سیاہ مرچیں کم ہوتی ہیں۔ اس کے پاس بہت سے ہاتھی ہیں۔ یہ تمام بادشاہوں سے زیادہ طاقت اور فخر و ناز والا ہے۔ اس کا ناز اس کی قوت سے اور اس کا فخر اس کی طاقت سے زائد ہے ✤

اس بادشاہ کے قریب ہی شاہ موجہ ہے۔ اس کی مملکت کے باشندے خوشرو صاحب حسن و جمال ہیں۔ ان کے کان چھدے ہوئے نہیں۔ ان کے پاس بہت سے گھوڑے ہیں۔ اور یہ لوگ نہایت مضبوط و معزز آدمی ہیں۔ ان کے شہروں میں مشک بہت ہے۔ جیسا کہ ہم اس کتاب کے گذشتہ حصہ میں اس ملک کے ہرنوں کے حالات بیان کر چکے ہیں۔ یہ قوم لباس

[1] اجترار (جگالی کرنی) ۱۲ منتہی الارب [2] جمع اجمہ (غفف) بہت سے درخت اس میں لپٹے ہوئے یعنی گھنے ۱۲ منتہی الارب [3] خرم سوراخ گوش وقد انخرم تقبہ ای انشق فاذا لم ینشق اخرم ۱۲ صراح

میں اہل چین کے مشابہ ہے۔ ان کے شہر بہت مضبوط، بلند اور سفید ہیں۔ سرزمین سندھ و ہند اور اُن تمام ممالک میں جن کا ہم نے ذکر کیا۔ اس مملکت کے پہاڑوں سے زیادہ طویل اور بلند پہاڑ نہیں دیکھے سُنے گئے۔ اس مملکت والوں کا مشک مشہور اور ان کے شہروں کی طرف منسوب ہے۔ اس کو وہ دریائی سفر کرنے والے پہچانتے ہیں۔ جو اس کے باہر لے جانے کی مشقت اُٹھاتے ہیں۔ یہ مشک مشک مروجی کہلاتا ہے۔

پھر شاہ موجہ کے قریب مملکت ماند ہے۔ اس مملکت والوں کے بہت سے شہر اور وسیع عمارتیں اور بڑی بڑی فوجیں ہیں۔ ان کے بادشاہ اپنے شہروں میں کانوں[1] اور اموال و اطراف مملکت سے ٹیکس[2] وصول کرنے اور اس کے علاوہ دوسرے کاموں کی مزدوری[3] میں شاہان چین کی طرح جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کر آئے ہیں۔ خصی[4] نوکروں کو کام میں لاتے ہیں۔ اہل ماند اہل مملکت چین کی ہمسائیگی[5] اور پڑوس میں بستے ہیں۔ اور قاصد ان (دونوں مملکتوں والوں) کے درمیان ہدیے لاتے لے جاتے رہتے ہیں۔ ان کے درمیان بلند پہاڑ اور پہاڑ کی[6] دشوار گذار راہیں ہیں۔ اہل ماند میں بڑی قوت اور سخت دلیری و طاقت ہے۔ جب شاہ ماند کے قاصد مملکت چین میں آتے ہیں۔ تو ان پر (نگہبانوں کا) تقرر کر دیتے ہیں۔ اور اس خوف سے کہ وہ ان کے راستوں اور ان کے شہروں کے خفیہ[7] حالات پر مطلع ہو جائیں گے۔ وہ ان کی تفتیش و تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ (اور ایسا) اس لئے کہ (اہل) ماند ان کے نزدیک بڑے (خوفناک لوگ) ہیں۔

علامہ مسعودی کہتے ہیں۔ کہ ہند و چین وغیرہ کی جن قوموں کا ہم نے ذکر کیا ان کے لئے ماکل و مشارب، مناکح و ملابس علاج اور آگ سے داغنے اور دواؤں، اور ان کے علاوہ باقی امور میں مخصوص اخلاق و عادات ہیں۔

---

[1] ولایۃ بالکسر بمعنی خطہ ۱۲ منتہی الارب [2] جبایۃ (ففسف) محصول اکٹھا کرنا ۱۲ منتہی الارب [3] عمالۃ (صفصف) مزدور کی مزدوری ۱۲ منتہی الارب [4] خصی (گکت) اختہ ۱۲ منتہی الارب [5] مجاورۃ۔ ہمسائگی کرنی کسی کی پناہ میں آنا ۱۲ منتہی الارب [6] جمع عقبہ (ففف) پہاڑ پر دشواری سے چڑھنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [7] عوائر جمع عوراء جیسے صحاری جمع صحرا یعنی صحرائے بے آب ۱۲ منتہی الارب [8] لم یزالو لکھے ۔ ۱۲ شارح

مقاماتِ بدیع الزمان الہمذانی[1]

مقامہ قریضیہ

ص ۴۶

عیسیٰ بن ہشام نے ہم سے ذکر کیا۔ کہ مجھے غریب الوطنی[2] نے جا بجا پھینک دیا حتیٰ کہ جب میں نے جرجان[3] اقصےٰ[4] کی سرزمین پر قدم دھرا۔ تو حوادثِ زمانہ سے بچنے کیلئے میں نے ایک جائداد کو پشت و پناہ قرار دیا۔ جس میں میں نے تعمیر کے ہاتھ کو حرکت دی۔ ہر طرح کے ضروری لوازم مہیا کر کے اس کو آباد اور قابل زراعت بنایا۔ اور کچھ مال کو بھی جس کو میں نے بیوپار میں لگا دیا۔ اور ایک کان کو بھی جس کو میں نے اپنے لئے جائے بازگشت بنایا یعنی دکان سے صرف مقصود یہ تھا۔ کہ مجھ سے ملنے والے یہاں آکر ملا کریں) میں نے گھر کیلئے دن کے دونوں کنارے (صبح و شام) اور دکان کیلئے درمیانی وقت رکھا۔ ایک روز ہم بیٹھے ہوئے شعر و شعراء کا تذکرہ کر رہے تھے۔ اور ہمارے سامنے ایک نوعمر بیٹھا ہوا تھا جو کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ وہ کچھ اس طرح سناٹے میں تھا۔ گویا کچھ سمجھتا تھا اور اس طرح خاموش گویا کچھ نہیں جانتا یعنی اس کی خاموشی حاضرین کو اس کے عالم یا جاہل ہونے کے متعلق متردد رکھتی تھی) حتیٰ کہ جب گفتگو ہم کو اپنی طرز پر لے چلی۔ اور مباحثہ نے ہمارے سامنے اپنا دامن گھسیٹا یعنی بات دور پہنچی اور بڑھ گئی) تو وہ بولا تمہیں اس بات کا عُذَیق[5] اور جُذَیل[6] (آزمودہ کار) مل گیا۔ (یعنی میں) اگر میں چاہوں تو بولوں اور رفیق پہنچاؤں۔ اور اگر میں نے کچھ کہا۔ تو پلٹاؤں گا بھی۔ اور لاؤں گا بھی۔ یعنی شروع کر کے انتہا تک پہنچاؤں گا

---

[1] ہمذانی ہمذان بفتحتین و ذال معجمہ عراق عجم کا ایک مشہور اور تاریخی شہر جو اس علاقہ کا سب سے بڑا اور خوش آب و ہوا شہر ہے۔ بخت نصر نے اس کو ویران کر دیا۔ پھر دارا ابن دارا نے از سرنو بسایا۔ پھر آج تک آباد چلا آیا یہاں کی سردی ضرب المثل ہے ۱۲ [2] الغربۃ الوطن جہان کے سفر کا ارادہ ہو نیز غربت ۱۲ [3] جرجان۔ طبرستان اور خراسان کے مابین ایک عظیم الشان شہر ہے ۱۲ [4] اقصیٰ بعید ترین [5] عُذَیق تصغیر تعظیم عذق درخت خرما مع بار جُذَیل تصغیر تعظیم جذل وہ کھونٹا جو خارش زدہ اونٹوں کی پیٹھ کھجانے کے لئے گاڑ دیا جاتا ہے۔ اصل میں یہ حباب بن المنذر الانصاری کے اس قول سے لی گئی ہے انا جذیلھا المحکک و عذیقھا المرجب میں اس کام کی وہ چوب خارش ہوں جس کے ساتھ پیٹھیں رگڑی جاتی ہیں اور وہ نخل باردار ہوں جس کو بوجھل ہونے کے وقت سہارا دینے کے لئے ایک کٹہرا سا کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ یعنی تجربہ کار ہوں ۱۲

یا جس بات کا ذکر کروں گا اُسے بیان کرونگا۔ (اصل میں یہ لفظ جانوروں کو پانی کے گھاٹ پر لانے
اور لیجانے کے لئے ہے) اور میں اپنے اس بیان سے جو بہروں کو شنوا کر دے۔ اور بارہ سنگھوں[1]
کو پہاڑ پر سے اُتار لائے۔ حق کو بے نقاب کردوں گا۔ اس پر میں نے کہا کہ اے فاضل ذرا
ورے آ کہ تُو نے تو ہمیں آرزو مند کر دیا۔ اور جو کچھ ہوا لا۔ کہ تُو تو اپنے اگلے دانت جھاڑ چکا
ہے۔ (گو جوان ہے مگر تجربہ کار بڈھا معلوم ہوتا ہے) وہ قریب ہوا اور کہنے لگا "مجھ سے
پوچھو کہ تم کو جواب دوں گا۔ اور سنو کہ تم کو پسند آئیگا۔" ہم نے کہا۔ تیری امرؤ القیس[2] کی
بابت کیا رائے ہے؟ کہا وہ پہلا شخص ہے جو منازل محبوبہ اور اُن کے صحنوں پر ٹھہرا ٹھہر کر
یادِ محبوبہ میں رویا) اور صبح سویرے اس وقت (اپنے کام کے لئے چلا جبکہ ہنوز پرندے گھونسلوں
میں (سوئے) پڑے تھے۔ اور گھوڑوں کی پوری صفتیں دا کیں اور کمائی کی خاطر شعر نہیں کہے
لہذا ان شعرا سے گوئے سبقت لے گیا۔ جن کی زبان حیلۂ (معاش) کے لئے کھلی تھی۔ اور جن کا
سر انگشت مطلب کیلئے ہلا ہوا تھا۔ ہم نے کہا۔ النابغہ کی بابت کیا کہتے ہو؟ کہا جب وہ لال
پیلا ہو جاتا ہے تو سخت گالی دیتا ہے۔ اگر کچھ غرض ہو تو اچھی ستائش کرتا ہے۔ اگر ڈرتا
ہو تو اچھی معذرت کرتا ہے۔ اور اس کا ہر تیر بہدف ہوتا ہے۔ ہم نے کہا۔ زہیر کی بابت
کیا کہتے ہو؟ کیا وہ شعر کو پگھال دیتا ہے۔ اور شعر اس کو بہت کچھ جانکاہی اور دماغ سوزی
سے شعر کہتا ہے) اور وہ سخن کو بُلاتا ہے مگر جادو آ پہنچتا ہے۔ ہمنے کہا۔ پھر طرفہ کی بابت کیا
رائے رکھتے ہو؟ کہا وہ تو سخن کا آب اور اس کی سرشت ہے (گویا پچھلے شعرا کیلئے ماخذ
ہے) اور قافیوں کا خزانہ اور شہر ہے۔ وہ مر گیا۔ حالانکہ اس کے دفینوں کے راز (نہانی
قابلیتیں) ہنوز ظاہر نہ ہوئی تھیں (کہ پچیس برس ہی کی عمر میں مر گیا تھا) اور اسکے خزانوں
کے قُفل ہنوز نہ کھلے تھے۔ ہم نے کہا۔ جریر و فرزدق کے متعلق کیا کہتے ہو؟ اور کہ ان میں
کون پیشرو ہے؟ کہا کہ جریر کے کلام میں رقت اور آمد بیحد[5] ہے۔ اور فرزدق کی چٹان سخت
ہے (بندش الفاظ چست ہے) اور وہ کثیر الفخر ہے۔ جریر کی ہجو بڑی درد رساں ہے۔ اور
اس کے موجودہ مفاخر[6] بہت زیادہ شریفیہ ہیں اور فرزدق زیادہ مطالب کو ڈھونڈ لانے والا ہے

---

[1] عُصْم جمع اعصم سفید دست بز کوہی۔ یہ ایک ضرب المثل ہے یعنی اس کا بیان ایسا دلاویز ہے کہ ایسا متوحش
جانور بھی اس کو سننے کیلئے پہاڑ سے اُتر آتا ہے ۱۲ [2] من وقف الخ وہ وہ باتیں جو اس نے کسی شاعر کے
متعلق کہی ہیں۔ اس کے کلام کے تتبع کا نتیجہ ہیں فلیعلم [3] یُجید از اجادہ کسی کام کو اچھا کرنا ۱۲
[4] انتجع اصل میں انتجاع پانی اور گھاس کی تلاش میں پھرنا یہاں مراد مطلق سعی [5] اغزر اکثر۔ غزر۔ کثرت
[6] یومًا یعنی اسکی اپنی حاصل کی ہوئی عزت بہت ہے۔ گو موروثی شرف بمقابلہ فرزدق کم ہے خالفنا فیہ
الاستاذ محمد عبدہ ۱۲

اور شریف القوم ہے۔ جریر اگر غزل[1] کہے۔ تو دلوں کو غمگین کر دیتا ہے۔ اگر کسی کے عیوب بیان کرتا ہے تو اس کو برباد ہی کر دیتا ہے۔ اور اگر تعریف کرے۔ تو اونچا کر دیتا ہے۔ اور فرزدق جب فخر کرتا ہے تو پورا[2] کرتا ہے۔ اگر کسی کی توہین کرتا ہے تو اس کو داغدار کر چھوڑتا ہے۔ اور اگر کسی کی صفت بیان کرتا ہے تو پھر توصیف کا پورا پورا حق ادا کر دیتا ہے۔ ہم نے کہا۔ نئے اور پرانے شعراء کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کہا۔ اگلوں کے الفاظ بڑے پُرشوکت اور معنی فراخ ہوتے ہیں اور پچھلوں کی صنعت زیادہ لطیف اور ان کی بناوٹ بہت باریک ہے۔ ہمنے کہا۔ کاش تو ہمیں اپنے کچھ شعر دکھاتا اور ہمارے سامنے اپنے حالات دہراتا! کہا یہ دونوں باتیں ایک ساتھ ہی لو ؎

ص ۶۸

کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ میں (اپنے جسم پر) ایک پھٹا ہوا چیتھڑا ڈھانکے پھرتا ہوں اور بباعثِ تنگ حالی تلخ حالت پر سوار ہوں۔ اور زمانے کا بغض اپنے پہلو[3] میں دبائے ہوئے ہوں۔ کہ اس کے ہاتھوں سرخ (خونی) گردشیں اٹھائی ہیں۔ اب تو میرا منتہائے آرزو شعرائے[4] کا طلوع ہونا ہے (جو سخت گرمی میں نکلتا ہے تاکہ سردی سے نجات ملے) کہ ہمنے خالی خولی (دولت ملنے کی) آرزوؤں میں ایک عرصہ گذار دیا ہے۔ یہ شریف (میں) بہت کچھ قدر رکھتا تھا۔ اور (اس چہرے کا آبِ گراں نرخ تھا (مانگ کر آبروریزی کرنے کے لئے نہ تھا) کسی زمانہ میں میں نے مسرت کے تھیلے[5] جیسے دارا کے گھر اور کسرے کے محل[6] میں گاڑے تھے (یعنی کبھی فارغ البالی سے زندگی گذاری تھی) مگر اب تو زمانہ نے پیٹ کی جگہ پیٹھ دکھادی ہے (حالت بالکل پلٹ دی ہے) اور میرا معہودہ عیش آج بالکل ناآشنا بن گیا ہے۔ زمانہ نے میرے مالِ کثیر میں سے بجز یاد کے اور کچھ نہیں چھوڑا پھر اس وقت سے آج تک یہی چلا آیا ہے۔ اگر شہر سُرّمَن رای[7] میں میری بوڑھیا (بیوی) نہ ہوتی۔ اسی طرح شہر بصرے[8] کے پہاڑوں کے قریب میرے کچھ چوزے نہ ہوتے (یعنی بچے نہ ہوتے) جن پر زمانہ نے مصیبت لا ڈالی ہے۔ تو اے میرے سردار! میں اپنی جان کو جو کھوں[9] میں ڈال کر خودکشی کر لیتا۔ عیسے بن

---

[1] نسب از نسیب یعنی غزل ۱۲ [2] اجزی اس کا اپنا فخر کافی ہوتا ہے از جز ۱۲ [3] مضطابن از ضبن پہلو ۱۲ . . . . [4] الشعرا مخفف الشعراء لکھو [5] آوان مخفف ایوان کسرے جو تاہنوز مدائن کے کھنڈرات میں کھڑا ہوا نوشیروان کی داستان شوکت سے سنا رہا ہے ؎ عبرت بیں از دیدہ نگاہ کن ہاں ٭ ایوان مدائن را آئینہ عبرت داں [6] سُرّمَن را مخفف سُرَّ من رائے معتصم کا بغداد کے قریب بنایا ہوا شہر [8] بصرے شام کے ضلع حوران کا مرکز حکومت [9] تتلت صابرا اپنے نفس کو کسی مہلک حالت میں اتنی دیر تک بچائے رہتا کہ تڑپ تڑپ کر میری جان نکل جاتی یا کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ۱۲

ہشام کہتا ہے کہ جو حاضر تھا ہم نے دیا۔ وہ (لیتے ہی) ہم سے منہ موڑ کر چلتا بنا۔ میری دو دلی کا یہ عالم تھا کہ کبھی اس سے انکار کرتا رہا اور کبھی اس کو ثابت کرتا رہا اور کبھی اس سے انجان بنتا رہا مگر اس حالت میں کہ گویا جانتا بھی ہوں۔ پھر مجھے اس کے اگلے دانتوں نے اس کا پتہ دیدیا میں نے کہا۔ بخدا یہ تو ابو الفتح اسکندری ہے جو ہم سے جدا ہوتے وقت ایک آہو بچہ تھا۔ مگر اب تو بڑا اجڈ ہو کر آیا ہے۔ اس کے پیچھے ہو لیا اور پھر اس کی کوکھ پکڑ لی اور کہا اے ابو الفتح کیا ہم نے عہد طفولیت میں تیری پرورش نہ کی تھی اور کیا تو نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے ہاں نہیں گذارے تھے۔ پھر ستر من رائے میں تیری کون سی بڑھیا ہے۔ اس پر وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا:۔

ارے بھئی یہ زمانہ تو سراسر جھوٹ ہے۔ کہیں کوئی دھوکا تجھ کو بھٹکا نہ دے۔ کبھی ایک حال پر نہ رہ جس طرح زمانہ گھومے تو بھی گھومے جا۔

صد ۶۹

مقامہ ازاذیہ

ہم سے عیسیٰ بن ہشام نے کہا۔ کہ میں ازاذ قسم کی کھجور کے موسم میں بغداد میں تھا۔ میں گھر سے نکلا تا کہ خرید کے لئے اس کی کچھ قسمیں پسند[1] کروں۔ تھوڑے ہی قدم چل کر میں ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچا جس نے ہر قسم کے میوے لیکر چن رکھے تھے اور ہر طرح کی کھجوریں قرینہ سے لگا رکھی تھیں۔ میں نے ہر قسم میں سے بہترین پھل لے لئے اور ہر نوع کے اچھے اچھے پھلوں کو میں نے (ان کے ڈھیر سے) کاٹ دیا (لیکر الگ کر دیا) جب میں نے اپنے تہبند کے دامن ان بوجھوں پر سمیٹ لئے تو یکایک میری نگاہ ایک ایسے آدمی پر جا پڑی۔ جو شرم کے مارے اپنے سر کو نقاب سے ڈھانکے اپنے تئیں سامنے کھڑا کئے ہاتھ پھیلائے لڑکوں کو پہلو[2] میں لئے اور شیر خوار بچوں کو بغل میں اٹھائے ایک ایسی آواز سے جو اس کے سینہ کو کمزور اور پشت کو ناتواں[3] کئے دیتی تھی کہہ رہا تھا:۔

ہائے مجھے دو لپ بھر ستو بھی نہیں ملتے یا چربی کا کوئی ٹکڑا جو آٹے کے ساتھ ملا کر پکایا گیا ہو یا شوربے[4] سے بھرا ہوا ایک پیالہ جو بھوک کے حملوں کو کچھ ٹھنڈا[5] کر سکے ورنہ تھوک سوکھ

---

[1] اعتام از اعتیام چننا انتخاب کرنا [2] محتضن الخ یعنی بڑے بچوں کو پہلو میں کھڑا کئے ہوئے اور چھوٹے بچوں کو بغل میں دبائے ہوئے تھا [3] الحرض گرا سخت ضعف جو انسان کو بالکل نڈھال کر دے اس کو فلانے معجم سے لکھو [4] الخردیق اور خردق شوربا مگر یہاں وہ شوربا مراد ہے۔ جس کے ساتھ روٹی کی چوری بھی ملا لی گئی ہو یعنی سریدہ [5] یفثأ اصل میں ہنڈیا پر پانی ڈال کر اس کے جوش اور ابال کو بٹھا دینا ۱۲

سو کہ میرا کام ہی تمام کر دیگی اور ہمکو راستے سے اُٹھا دے راستہ پر پڑ کر مانگنے کی ضرورت نہ ہے) اے بعد از تنگی دولت بخشنے والے کسی ایسے داتا کی ہتھیلی کو زیق دے جو اچھا نسب شریف اور نجیب ہو اور جو اپنی مقتدی کے قدم کو ہماری راہ دکھائے۔ اور میری زندگی کو بے لطفی سے نجات دلائے۔

عیسیٰ بن ہشام کہتا ہے کہ میں نے اپنی جیب سے ایک مٹھی بھری اور اس کو دی۔ اس پر اس نے کہا ؎
اے وہ شخص جس نے میرے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہا ہے تو خدا کے یہاں اس رازداری کو لیکر پہنچ (بسبب خلوص) ابن بخشش کا چرچا خدا تک محدود رکھ اور خدا سے دعا مانگ کہ وہ اس پر اچھا پردہ ڈال کر اس کو محفوظ رکھے۔ اگر اس کے شکریہ کی مجھ میں طاقت نہیں۔ تو خدا خود اس کا صلہ دینے کی فکر میں ہے "

عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے۔ کہ میں نے اُس سے کہا۔ کہ جیب میں ابھی کچھ بقایا موجود ہے۔ تو میرے سامنے اپنی باطنی اور اصلی حالت ظاہر کر۔ تو میں تیرے لئے آخری دام تک نکال دونگا اس پر اس نے اپنا ڈھاٹا ہٹایا۔ تو بخدا وہ ہمارا استاد ابو الفتح اسکندری نکلا۔ میں نے کہا۔ ارے تو کیا بلا ہے۔ اُس نے کہا ؎

لوگوں کو فریب اور دشو کا دیکر اپنی زندگی گذار دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ زمانہ کبھی ایک حال پر نہیں رہتا۔ جو میں تم کو کہہ سناؤں۔ کبھی مجھے اس کی طرف سے بُرائی پہنچتی ہے۔ اور کبھی میری طرف سے اُس کے مقابلہ میں تندی اور تیزی ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس نے اسی وقت (اپنے کہے ہوئے) یہ اشعار پڑھے ؎

(۱) کمین گاہوں میں بیٹھے ہوئے اے تونگری کے حریص ؛
(۲) تو اپنی جس دوڑ دھوپ میں مصروف ہے۔ اس میں راست رو نہیں ہے ؛
(۳) تمہاری یہ دینار جو ہے) اس میں تم ہمیشہ رہنے والے نہیں ؛
(۴) کچھ دنیا کو (چھوڑ دے) کیونکہ تو بیٹھے ہوئے (وارث بعد از مرگ) کیلئے کوشش کنندہ ہے

المقامۃ البلخیہ

عیسےٰ بن ہشام نے ہم سے کہا۔ کہ مجھے کپڑوں کی تجارت کا خیال بلخ لے گیا۔ وہاں

لہ لبیق ہر چابکدست کاریگر ۱۲ ؎ عریق۔ موروثی شریف ۱۲ ؎ ترنیق اصل میں پانی پھر عیش کو مکدر اور گدلا کرنا ۱۲ ؎ نلتہ۔ از نال ینول نوال دینا ۱۲ ؎ تنمو یہ اصل میں ملمع کاری کرنا ؎ بز۔ پارچہ کپڑے ۱۲ ؎ بلخ ترکستان کا ایک مشہور شہر جو کوہستان ہندو کش کے شمال میں ہے۔ یہ علاقہ آن دنوں افغانستان کا ایک صوبہ ہے ۱۲

آیا۔ بحالیکہ میری پیشانی پر جوانی کے بال[1] تھے۔ بے فکری تھی۔ اور تونگری کی زینت[2] بھی۔ مجھے اگر فکر تھی۔ تو اس امر کی کہ کسی طرح فکر کی بچھیری[3] کو رام کروں۔ یا کسی بد[4] کے ہوئے کلمے کو شکار کروں۔ جب تک[5] میں وہاں رہا میرے اپنے کلام سے بہتر اور کوئی کلام میرے کان میں نہ پڑا۔ جب جدائی نے ہمارے لئے اپنی کمان موڑی[6] یا جب وہ موڑا چاہتی ہی تھی۔ تو ہمارے پاس ایک نوعمر آیا۔ جس کی ہیئت (باعث خوبی) آنکھوں میں سمائی جاتی تھی۔ جس کی داڑھی (باعث[7] بزرگی) اس کی رگ ہائے[8] گردن میں چبھی جاتی تھی۔ اور جس کی (چمکیلی) آنکھوں نے[9] گویا دجلہ وفرات کا پانی پیا تھا۔ وہ نہایت بھلائی اور تعریف کے ساتھ مجھ سے ملا ۔ جس کے عوض میں نے اس کو جزا دی۔ پھر اس نے کہا کیا تو سفر کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں بخدا! کہا خدا تیرے رائد[9] کو سرسبز مقام میں پہنچائے۔ اور تیرا بدرقہ رَوْ راہ راست سے نہ بھٹکے اچھا پھر ارادہ کب ہے؟ میں نے کہا کل صبح۔ کہا سہ

خدا کرے وہ اللہ[10] کی صبح نکلے نہ سفر کی۔ اور یہ فال[11] دوبارہ ملاقات کا ہو نہ ہمیشہ کی جدائی کا۔ اچھا پھر جاؤ گے کہاں؟ کہا وطن کو۔ کہا۔ خدا تمہیں اپنے دیس میں پہنچائے۔ اور تمہاری مراد بر آئے پھر پلٹو گے کب؟ میں نے کہا۔ آئندہ سال۔ کہا۔ خدا کرے تم اپنی اپنی ہر ہر چادر (شب وروز) کو لپیٹو اور اپنے تاگے کو دہرا[12] بٹو (پھر بلخ میں آن پہنچو) اچھا۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ فیاضی سے بھی کچھ

[1] عذرہ ہوئے پیشانی جو عموماً جوان رکھتے ہیں [2] مہرۃ فکر الخ یعنی صرف کسی اچھے چٹکلے یا شعر کی فکر میں تھا ۱۲ [3] حلیتہ۔ لکھو ۱۲ [4] شرد۔ اصل میں بدکا ہؤا جانور یہاں کلمہ کو بلحاظ عدم واقفیت بدکا ہؤا جانور قرار دیا ہے [5] مسافت کی جگہ مُدۃ اچھا تھا [6] حتیٰ الفراق الخ فراق یعنی سفر کو ایک خط قرار دو جس کا ایک سرا وطن اور دوسرا بلخ ہو جب بلخ کے سرے کو موڑ کر وطن کے سرے سے اسی طرح ملایا جائے جس طرح کمان کے ایک گوشہ کو موڑ کر دوسرے کے قریب لایا جاتا ہے تو گھر پہنچ جائیگا [7] اخدعین۔ شہ رگ گردن کی دو رگیں [8] طرف لکھو [9] رائد۔ عرب لوگ خانہ بدوش ہوتے کے باعث کسی خاص جگہ قیام نہیں کرتے تھے اگر موجودہ جگہ کا گھاس پانی ٹھہر جاتا۔ تو رائد (طالب آب وگیاہ) کو بھیجتے۔ اگر اس کو کوئی جگہ سرسبز نظر آتی (وجدہٗ مُخْصِبًا) تو اپنے ساتھیوں کو وہاں بلا لاتا۔ ۱۲ م

[10] صباح اللہ۔ صبح کو اس لئے خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ وہی ہر طرح فیضان کا سرچشمہ ہے اور کسی کا برا نہیں چاہتا ۱۲ [11] طیر۔ عرب فال لینے کے لئے پرند اڑاتے تھے اگر وہ چیختا ہؤا داہنی طرف اڑتا تو نیک فال ورنہ اگر بائیں کو اڑتا تو بد فال سمجھا جاتا یہاں صرف کامیابی اور برکت کی دعا کے لئے لفظ طیر لایا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے۔ کہ کوئی فال نہ لیا گیا تھا ۱۲

[12] ثنیت الخ تاگے سے مراد عرصہ سال ہے جس کا ابتدائی سرا بلخ ہے۔ اسی طرح دوسرا سرا بھی بلخ ہو۔ گویا دونوں سرے بٹے ہوئے تاگے کے سروں کی طرح ملا دیئے جائیں ۱۲

سروکار رکھتے ہو؟ میں نے کہا۔ ہاں جیسے چاہو۔ کہا جب اس راہ سے خدا تم کو سلامت واپس لائے۔ تو میرے لئے اپنے ہمراہ ایک دوست نما دشمن[1] کو لیتے آنا جو صفر[2] کے خاندان سے ہو لوگوں کو کفر کی طرف بلاتا ہو۔ ناخن پر ناچتا ہو[3]۔ گردۂ[4] چشم کی طرح ہو، قرض کا بوجھ گرا دیتا ہو (ادا کر دیتا) ہو اور منافق[5] کی طرح دو رُخا ہو۔ عیسٰی بن ہشام کہتا ہے۔ کہ میں نے اس سے معلوم کر لیا کہ یہ دینار مانگتا ہے۔ میں نے کہا اچھا ایک تو نقد لے لو اور دوسرے کا مجھ سے وعدہ لو۔ پھر کہنے لگا ؎

تیرا خیال تو میری اپنی خواہش سے بھی بالاتر نکلا۔ تو سدا بزرگیوں کے لئے سزاوار رہے تیری لکڑی[6] سخت ہے، تیری بخشش دائمی ہے، تیری نسل فائق ہے اور تیری اصل پاکیزہ میں تو تیری بخشش کا بوجھ اٹھا نہ سکتا تھا اور سوال کا بار میری برداشت کے قابل نہ تھا میں تیری صفت[7] انتہا پانے سے قاصر رہا اور تو عملاً میرے گمان سے بالاتر نکلا۔ لے زمانہ اور بزرگیوں کے سہارے[8] ازمانہ تجھے کبھی گم نہ کرے[9]"

عیسٰی بن ہشام کہتا ہے۔ پس میں نے اس کو ایک دینار اور دیا اور پوچھا۔ اس فضیلت کا کھیت کہاں ہے (تیرا مولد کہاں ہے) کہا قریش۔ نے میری پرورش کی ہے اور اس کے سنگریزہ زاروں میں میری شرافت بچھا دی گئی ہے (بطاح[10] قریش میں میری شرافت مسلم ہے) حاضرین میں سے کسی نے کہا۔ تو ابوالفتح الاسکندری تو نہیں؟ کیا میں نے تجھے عراق کے بازاروں میں جوتیاں چٹخاتے پرچوں[11] کے ذریعہ گداگری[12] کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ اس پر کہنے لگا ؎

خدا کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنی عمر کو معجونِ[14] مرکب بنا رکھا ہے۔ اگر شام کو عرب ہوتے ہیں۔ تو صبح کو نبطی[13] ہو جاتے ہیں ؎

---

[1] عدو الخ ذرا غور سے سوچو تو اشرفی میں یہ ساری صفتیں نظر آ جائیں گی [2] الصفر جمع اصفر زرد رو نیز الاصفر رومی عیسائیوں کو کہتے ہیں [3] یرقص الخ جب انگوٹھی پر رکھ کر کھنکھناتے ہیں [4] کدارۃ الخ ہر گروہ و حلقہ [5] بمنافق الخ دو چہرے رکھتا ہے کہ تم سے کچھ اور کہیگا اور کسی سے اور کچھ اور جس طرح دینار کے دو رُخ ہیں [6] صلبت الخ یعنی کوئی سے دبتا نہیں [7] رجمۃ۔ اصل میں وہ کٹھرا جو کمزور درخت کو سہارا دینے کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے اس کو جیم سے لکھو [8] ثکل۔ ماں کا بچے کو گم یعنی مردہ پانا یعنی سیاپا [9] بطاح اور بطائح جمع بطحا، پہاڑوں کے درمیان فراخ اور وسیع وادی جہاں مکہ کے قریش البطاح رہا کرتے تھے یعنی کہ بنی عبد مناف عبد الدار زہرہ وغیرہ یہ قریش الظواہر سے ہر طرح اشرف تھے جو ان پہاڑوں اور نالوں کے پرے بستے تھے راجع ثمار القلوب [10] مکدی یا ماخوذ از کدیہ جو اصل میں فارسی لفظ گدیہ بمعنی گداگری ہے [11] بالاوراق۔ کہ فقراء عموماً کسی پرچہ میں اپنی رام کہانی لکھوا کر ہر راہرو کو دکھا کر مانگتے ہیں [12] غلیط۔ کھنگل در ہر طرح کے مخلوط لوگ یا چیز [13] نبیط۔ ایک عراق کے سنگریزہ زار نالوں میں رہنے والی قوم ان کو نبط اور انباط بھی کہتے ہیں مفرد نبطی ہے

المقامۃ السجستانیہ

ہم سے عیسےٰ بن ہشام نے کہا۔ کہ مجھے ایک ضرورت سیستان[1] لے گئی۔ جس کے ارادے[2]
پر میں بیٹھ گیا۔ اور اُس کی سانڈنی پر سوار ہو گیا۔ اور میں نے خدا سے اپنے اُس عزم کے متعلق جس کو
میں نے اپنے آگے کر لیا تھا۔ اور اُس دانشمندانہ محتاطی کے متعلق جس کو میں نے اپنا مقتدی بنا لیا
تھا مشورہ لیا۔ حتیٰ کہ خدا نے مجھے وہاں جانے کی ہدایت کی۔ آخر میں اُس کے پھاٹکوں تک پہنچا
جب کہ سورج[3] ڈوب چکا تھا۔ اور پھر وہیں سونا پڑا جہاں پہنچا تھا۔ پھر جب صبح کی تلوار سوت لیگئی
اور آفتاب کا لشکر (اس کی کرنیں) نمایاں ہوا۔ تو میں کسی فرودگاہ کی تلاش میں بازار کی طرف چل
پڑا۔ جب دائرہ شہر کے مرکز (وسط شہر چوک) اور بازار کے ہار کے بیچوں[4] بیچ پہنچا تو میرے
کان کو ایک ایسی آواز چیرنے لگی۔ جس کا ہر ریشہ[5] بامعنے تھا۔ میں نے اُدھر[6] کا رُخ کیا۔ حتیٰ کہ اُس
کے پاس پہنچکر دم لیا۔ دیکھا تو ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہے۔ جس کا دم گھٹا جاتا تھا (اصل
معنی خود اپنا گلا گھونٹ رہا تھا) میری[7] طرف گُدی پھیرے ہوئے تھا اور کہہ رہا تھا جو مجھے پہچانتا
ہو وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہ پہچانتا ہو۔ تو میں خود اُسے جتلائے دیتا ہوں کہ میں یمن کا میوہ نورس[8]
ہوں۔ زمانہ کا چرچا ہوں۔ میں مردوں کے لئے چیستان ہوں اور پازیب پہننے والیوں کے لئے پہیلی ہوں
میرا حال شہروں اور اُن کے قلعوں پہاڑوں اور اُن کی دشوار زمینوں نالوں اور ان کی نشیبوں وادیوں
اور اُن کے چشموں اور گھوڑوں اور اُن کی پیٹھوں سے پوچھو۔ کس نے اُن کی فصیلوں پر قبضہ کیا۔
اُن کے بھید معلوم کئے ان کے راستے لکد کوب کئے (چلائے) اور ان کے سیاہ سنگستانوں (جو دشوار
گذار ہوتے ہیں) میں گھسا (بادشاہوں اور ان کے خزانوں تالوں اور اُن کی کانوں (جن سے سونا نکلتے ہیں)

ص۴۳

---

[1] سجستان ایران کا ایک مشرقی صوبہ جو بلوچستان کے جنوب میں ہے۔ آج کل اس کو سیستان کہتے ہیں ۱۲
[2] لیلتہ نیتہ۔ جہاں کے سفر کا ارادہ ہو [3] وقد واذنت الخ غروب کے بعد کسی کو اُن دنوں شہر کے پھاٹک سے گھسنے کی اجازت تھی [4] واسطۃ ہار کا بڑا اور درمیانی موتی پچھلے عہد کی دکانیں آج کل کی منڈیوں کی طرح مرتبع ہوتی تھیں۔ اور بیچ میں بیوپاریوں کے گھومنے کیلئے کافی جگہ ہوتی تھی [5] من کل عرق الخ ریشہ زمین سے پانی چوس کر ٹہنیوں تک نمی پہنچاتا ہے۔ جس طرح اس آواز کا ہر لفظ کسی معنے تک۔ ورنہ عموماً زور کی آواز بےمعنی ہوتی ہے۔ مُعین کو مُغنٰے لکھو [6] دَفد۔ قدوم آمد [7] ولانی الخ میری طرف پشت کئے تھا [8] انا باکورۃ الخ یمن کی طرف حضور نے ہر طرح کی خیر و برکت منسوب کی ہے اور نجد کی طرف ہر طرح کے شر اس لئے یمن صاحب مراد یعنے ابوالفتح ہُوا کہ ابو عربی میں بمعنے صاحب آتا ہے اور فتح سے مراد لازمۂ فتح یعنے خیر و برکت۔ اسی طرح اگلے ہر فقرہ سے ذرا غور کرکے یہی نام یعنے ابوالفتح خود نکال لو جس کو اس نے اُغنیہ اور اُحجیہ یعنے لغز و معمے قرار دیا ہے ؛

باتوں اور ان کی تہوں علوم اور ان کے حصول کے مقاموں حوادث اور ان کے قفلوں اور لڑائیوں
اور ان کی تنگ ناؤں سے تو پوچھو کہ کس نے انکے مال پر بغیر قیمت ادا[1] کئے ہی قبضہ کرلیا۔ کون ان کی
گنجیوں کا مالک ہوا۔ اور کس نے انکے لوازمات معلوم کئے۔ یہ سب کچھ میں نے ہی کیا ہے میں ہی مغرور بادشاہوں[2]
کے درمیان بے نقاب ہوا ہوں اور میں نے ہی تاریک سخت امور کے پردے ہٹا دیئے
بخدا میں ہر موقع پر حاضر رہا ہوں۔ حتیٰ کہ عشاق کی قتل گاہوں[3] تک میں میں نے ہر طرح کی
بیماری اٹھائی ہے۔ حتیٰ کہ چشم بیمار[4] کی بھی میں نے ہی نازک ٹہنیاں[5] جھکائی ہیں اور گلگوں
رخساروں کے گلاب چننے میں دبوس و کنار کیا ہے۔ بایں ہمہ دنیا سے ایسا ہی متنفر رہا ہوں۔
جس طرح کوئی سخی داتا خسیسوں کے چہروں سے اور شرمناک باتوں سے اسی طرح اچٹا رہا ہوں
جس طرح کوئی شریف کان بیہودہ باتوں سے۔ اور اب جبکہ بڑھاپے کی صبح روشن ہوگئی اور
مجھ پر پیری کی شان چھا گئی میں نے قصد کیا کہ توشۂ راہ تیار کرکے اپنی عاقبت سنواروں
سو مجھے اپنی اس اختیار کردہ راہ سے زیادہ راہ راست دکھانے والا اور کوئی طریق نظر نہ آیا
تم مجھے دیکھتے ہوگے کہ گھوڑے پر سوار ہوکر سڑیوں کی سی باتیں کرتا پھرتا ہوں۔ تم بھی کہوگے
کہ میں ابو العجب (اچنبھے والا) ہوں۔ نہیں نہیں! میں ابو العجائب ہوں (بہت سے اچنبھے
رکھتا ہوں) جن کو میں نے دیکھا ہے اور جھیلا ہے۔ مہمات کی ماں ہوں۔ جن کو میں نے اندازہ
کیا ہے اور سہا ہے اور قفلوں والا ہوں۔ جن کو میں نے سخت پایا ہے (کہ میں ابو الفتح یعنی
مفتاح چابی" لوہار کے ہاں بہت کچھ پٹ چکا ہوں۔ تب کہیں جاکر تالے کھولنے کے قابل
بنا ہوں) اور مفت میں ان کو کھودیا (کہ چابی تالے سے نکال ہی لی جاتی ہے اور بیش قیمت
دیکر خریدا تھا اور سستے داموں بیچ ڈالا (یعنی سارے مفتوحہ ممالک فاتح کے سوا اوروں کو حصہ نہ
میں ملے)۔ بخدا میں تو ان کے حاصل کرنے کے لئے لشکروں کے ساتھ رہا۔ بہت سوں کے گھوڑے
چھیلے اختر شماری کی اور اپنی سواریوں کو کثرت تگ و دو سے لاغر کردیا۔ بارہا[6] مجھے ناخوشگوار
تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ مگر میں نے یہی منت مانی کہ ان کے منافع مسلمانوں سے چھپا نہ رکھونگا
(کہ فتح سے ساری فاتح رعایا کا فائدہ ہے) اب میں اس امانت کا پٹا[7] اپنی گردن سے نکال کر تمہاری
گردنوں میں ڈالنا چاہتا ہوں اور اپنی یہ دوا تمہارے بازاروں میں پیش کرتا ہوں (بباعث پیری

---

[1] لم یؤدّ اہ یعنی صاحب فتح (ابو الفتح) کو ہر چیز مفت مل جاتی ہے [2] الصیاصی لکھو [3] مصارع اہ عشاق کا
برا حال ہوتا ہے جب وہ محبوبین کے گھروں میں رات کو گھسنا چاہتے ہیں۔ مگر محافظین خانہ بیدار ہوکر ان کو شمشیر کے
گھاٹ اتارتے ہیں۔ اس موقع پر بھی کوئی نہ کوئی ضرور صاحب فتح رہتا ہے [4] لمرض لکھو [5] الغصون
مراد محبوبوں کے قد [6] پرانی۔ جو فاتح کی شان ہے [7] الی لکھو۔

اب میں ابوالفتح یعنی فاتح نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اب یہ نسخہ تمہیں سکھائے جاتا ہوں)، جو کوئی بندگی سے عار نہ رکھتا ہو اور کلمۂ التوحید لا الٰہ الا اللہ الخ سے ناک بھوں نہ چڑھاتا ہو وہ مجھ سے یہ دوا خریدے اور جس کے اسلاف نے شریف اولاد چھوڑی ہو (جو خود شریف اسلاف کا شریف خلف ہو) اور پاک پانی سے جس کی آبیاری ہوئی ہو وہ اس کو حفاظت سے رکھے

عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے۔ اس پر میں اُس کے چہرے کی طرف گھوما تاکہ اُس کو جان سکوں وہ تو بخدا ہمارا اُستاذ ابوالفتح الاسکندری نکلا۔ میں منتظر رہا۔ کہ سارے عوام شتر مرغ[1] کی طرح بھاگ جائیں (تاکہ اس کے ساتھ تنہائی میں باتیں کرسکوں)، پھر میں نے اُس کے سامنے آکر پوچھا۔ کہ کتنی رقم[2] سے تمہاری یہ دوا مل سکتی ہے۔ اُس نے کہا جیب سب کچھ دلا سکتی ہے۔ اس لئے میں اس کو وہیں چھوڑ کر چلا آیا۔

المقامۃ الکوفیہ

ہم سے عیسےٰ بن ہشام نے کہا۔ کہ میں نوجوانی کے زمانہ میں ہر گمراہی[3] (لہو ولعب) کی طرف اپنا پالان کس لیا کرتا تھا اور اپنے گھوڑے کو ہر بیہودگی کی طرف ایڑی دکھایا کرتا تاآنکہ میں نے زندگی کا خوشگوار پانی پی لیا۔ اور زمانے کا مکمل ترین لباس پہن لیا۔ مگر جب میری رات (کالے بال) کے پہلو میں دن (سفید بال) چمک اٹھا اور آخرت کے لئے میں نے اپنا دامن سمیٹ لیا تو ایک رام سانڈنی کی پشت پر بدیں غرض سوار ہو لیا کہ فریضہ حج ادا کروں ایک رفیق میرے ہمراہ[4] تھا۔ جس کی کوئی برائی مجھے ناپسند نہ تھی (اُس میں سرے سے کوئی عیب ہی نہ تھا) جب ہم ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہو گئے اور اپنی حالتیں کہہ سنائیں تو قصہ نے بتادیا۔ کہ وہ اصل میں شہر کوفہ کا باشندہ اور صوفی مذہب کا آدمی ہے۔ ہم چلتے رہے اور جب کوفہ نے ہمیں اپنے ہاں اُتار دیا۔ تو ہم اس رفیق کے گھر کی طرف ہو لئے اور اُس وقت پہنچے جبکہ دن کے چہرے پر سبزہ اُگ آیا تھا (دن کو نوجوان قرار دیا ہے یعنی مشرق سے سیاہی نمودار ہونے لگی تھی۔ اور اُس کا ایک پہلو سبز (عرب[5] لوگ سبز کو سیاہ کے لئے استعمال کرتے ہیں) ہو چلا تھا۔ مگر

[1] اجفال النعامہ شتر مرغ کا فرار ضرب المثل ہے [2] کم یحل الخ یعنی کم ثمنا فتنے دام تیری اس دوا کو ہمارے لئے جائز استعمال کرسکتی ہیں۔ دوا وک لکھو [3] عمایۃ نگاہ کا راہ راست سے اندھا ہونا [4] صحبنی لکھو [5] اس کے لئے کامل مبرد صد ۱۲ دیکھو اسی طرح اس کا برعکس یعنی سیاہی کا لفظ سبزی کے لئے بھی آتا ہے۔ جس طرح "سواد عراق" سے مراد عراق کے سرسبز دیہات ہیں ۱۲

جب رات کا پپوٹا بند ہونے لگا (تاریک ہونے لگی) اور اُس کی مونچھیں نکل آئیں (رات کا ایک معتد بہ حصہ گذر چکا۔ جس طرح مونچھیں زندگی کا ایک مناسب حصہ گذرنے پر نکلتی ہیں) تو یکایک ہمارے دروازے پر دستک لگی۔ ہم نے کہا یہ کھٹکھٹانے والا ہے اور آنے والا کون ہے؟ کہا رات کا ایک مہمان اور ڈاکیا بھوک کا ایک شکست خوردہ اور بھگایا ہوا وہ شریف جس کو تکلیف اور تلخ زمانہ یہاں تک لایا ہے۔ وہ مہمان جس کی رفتار دھیمی ہے (آزار رساں یا بار خاطر نہیں) اور جس کی گم شدہ چیز (جس کا وہ متلاشی ہے) روٹی ہے اور ایک پناہ طلب جو بھوک اور پیوندی گریبان (پھٹے کپڑے جو سردی سے نہیں بچا سکتے) کی اذیت سے پناہ مانگتا ہے ایک ایسا پردیسی جس کے بعد آگ[1] جلادی گئی۔ اس کے پیچھے کتا[2] بھونکنے لگا۔ اُس کے پیچھے کنکریاں[3] پھینکی گئیں اور صحن تک جھاڑو[4] دئے گئے۔ اب اس کا لاغر اونٹ درماندہ ہے۔ اُس کی زندگی سراپا سوزش ہے۔ اور اُس کے دو چوزوں (بچوں) سے وورے لق[5] ودق بیابان ہیں۔ عیسیٰ بن ہشام کہتا ہے کہ میں نے شیر کی طرح اپنی جیب پر کپیا مارا اور اُس کی طرف بھیج دیا۔ اور کہا تو اور مانگ کہ ہم اور دیں کہا عود ہندی کی خوشبو آتش سخاوت کے علاوہ کسی اور گرم چیز[6] پر

نہیں پیش ہوئی[7] (یعنی تجھی سے مانگا۔ جس طرح عود کی بو آگ ہی سے مہکتی ہے) اور نہ احسان کے قاصد کے ساتھ شکریہ کے ڈلکئے سے بہتر کوئی اور چیز ہی ملی (کہ هل جزاء الاحسان الا الاحسان) جو اپنی ضرورت سے زائد مال رکھتا ہو اُسے غمخواری کرنی چاہئے۔ کہ وہ احسان[8] جو خدا اور بندے کے مابین ہو کبھی رائگاں نہیں جاتا۔ خدا تیری امیدیں برلائے۔ اور تیرا ہاتھ[9] اونچا رکھے۔ عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے۔ کہ اس پر ہم نے اس کے لئے دروازہ کھول دیا اور کہا اندر آجا۔ وہ تو ہمارا اُستاذ ابو الفتح الاسکندری نکلا۔ میں نے کہا۔ اے ابو الفتح تنگ حالی اور خصوصًا اس ہیئت (پھٹی ٹوٹی پوشاک) نے تو تیرا بُرا حال کر رکھا ہے۔ اس پر مسکرا کر کہنے لگا ؎

---

[1] اوقدت الخ یعنی اب وہ وطن کو نہیں پلٹ سکتا کہ اس کے پیچھے گویا آگ جلادی گئی ہے یعنی گویا آگ اُسکے اور وطن کے مابین حائل ہے یقال اوقد للہ النار علی اثرہ یعنی خدا اُس کو واپس نہ لائے [2] نبح العواء الخ کتا ہمیشہ اجنبی پر بھونکتا ہے یعنی اہل وطن نے اجنبی سمجھ کر نکال دیا جوان کا کتا میرے پیچھے بھونکنے لگا [3] نبذت الخ اگر عربوں کو کسی مسافر کی واپسی پسند نہ ہوتی تو اُس کے روانہ ہو چکنے کے بعد اس کے پیچھے کچھ کنکریاں پھینک دیا کرتے۔ الحصیات لکھو [4] کنست الخ ایسا منحوس قدم سمجھا گیا کہ [5] الخ حامہ فیح۔ جمع بہمہ بیابان [6] وسیع [7] آخر لکھو [8] اعرض الخ یعنی کسی سائل کو تجھ سا سخی کبھی ملا ہوگا [8] فلن یذھب الخ اصل میں یہ حطیئہ کا ایک ضرب المثل شعر ہے ؎ من یفعل الخیر لا یعدم جوازیہ ٭ لا یذھب العرف بین اللہ والناس یعنی لوگ اگر احسان پر ناسپاسی کرینگے تو خدا تو ضرور معاوضہ دیگا [9] الید العلیے الخ سخی کا ہاتھ اوپر اور سائل کا نیچے ہوتا ہے حدیث میں ہے الید العلیے خیر من الید السفلی وابدأ بمن تعول

تو میری اس دوڑ دھوپ کو دیکھ کر کہیں دھوکا نہ کھائیو۔ مجھے وہ دولت حاصل ہے
جس سے انسان کی چادر پھٹ جائے (پھولے جامہ میں نہ سما سکے) اگر میں چاہوں تو سونے
کی چھتیں بنا لوں۔ میں کبھی تو قبیلۂ نبط سے ہوتا ہوں۔ اور کبھی قبیلۂ عرب سے ؛

المقامۃ الاسدیہ

ہم سے عیسےٰ بن ہشام نے کہا کہ مجھے اسکندری کی وہ وہ مجلسیں اور مضمون پہنچتے تھے
جن کی طرف سخت متنفر المزاج آدمی بھی کان دھرے اور جسے سُن کر چڑیا بھی جھومنے[1] لگے۔
ہمیں اُس کا وہ وہ کلام سنایا گیا جو اپنی لطافت سے نفس کے اجزاء کے ساتھ مل جاتا اور
بلحاظ دِقت کاہنوں[2] کی فکر سے بھی پوشیدہ رہتا تھا میری دعا ہے کہ خدا اُسے سلامت رکھے
تاکہ مجھے اس کی ملاقات میسّر آ سکے۔ مجھے تعجب رہا کرتا۔ کہ اُس کی ہمت نے اس کو کیوں
اتنا پست حال کر رکھا ہے؟ حالانکہ اُس کا اوزار (ہُنر) کچھ بُرا نہیں اور زمانہ نے
اس کے حالات کے سامنے کیوں اتنے بند باندھ دیئے ہیں؟ اُس وقت سے آج تک یہ
شوق یونہی رہا۔ حتی کہ ایک مرتبہ مجھے حمص جانے کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے اُس کی
طرف اپنی حرص کو تیز کر لیا (گویا حرص کوئی تلوار تھی) کچھ ایسے ہمراہیوں سمیت جو رات
کے ستاروں کی طرح (سفید رُو) تھے۔ اور گھوڑوں کی پیٹھوں کے بندے تھے (اچھے
سوار تھے) پھر ہم نے اپنی راہ لی اور مسافت کو لوٹنے اور اُس کی بیخکنی[3] کرنے لگے۔ ہم اپنے
انہی اصیل گھوڑوں سے فرازوں کے کوہان پھاڑتے رہے (بلند جگہیں طے کر ڈالیں) تا آنکہ وہ لاٹھیوں
کی طرح لاغر اور کمانوں کی طرح خمیدہ قامت ہو گئے۔ خوش قسمتی سے ہمیں کسی اَلاؤ[4] اور جھاؤ والے پہاڑ کے
دامن میں ایک وادی نظر آیا۔ وہ درخت اُن کنواریوں کی طرح تھے۔ جنھوں نے اپنی مینڈیاں اور لٹیں
کھول رکھی ہوں تپش ہمیں ادھر لے گئی۔ ہم (سواریوں سے) اُتر پڑے تاکہ اس نشیب میں آ کر قیلولہ
کریں اور گھوڑوں کو رسیوں سے باندھ کر نیند کے ہو رہے۔ اتنے میں گھوڑوں کی آواز نے ہم کو خوفزدہ

---

[1] چڑیا برحب بذمیں پڑتی ہیں۔ تو پر پھیلا کر جھاڑ دیتی ہے ع کما انتفض العصفور من ہلل القطر ۱۲

[2] الکھنۃ ایک پیشہ ور فرقہ جو قرائن سے آئندہ ہونے والی باتیں معلوم کر لیا کرتا تھا جمع کاھن [3] تنافہ۔ اصل میں تلوؤں
کا ایک زخم جو داغ لگانے سے بالکل جاتا رہتا ہے مگر اب استیصال المسافہ بمعنے جڑ سے اکھیڑ پھینکنا استعمال ہوتا ہے ۱۲

[4] تاح۔ میسر آیا [5] الارد۔ ایک درخت جس کے پتے اور پھول کڑوے ہوتے ہیں۔ مگر اُس کا سایہ فراخ ہوتا ہے نغور از
تغویر غور یعنے نشیب میں اُترنا

[6] نغور۔ غور خفتن نیمروز

کر دیا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو دیکھا کہ وہ کان[1] کھڑے کئے نگاہ اوپر کو اٹھائے اپنے ہونٹوں سے
رسی کے بلوں کو کاٹتے اور اپنے سموں سے زمین کے رخسار کو کھودتے ہوئے کھڑا ہے۔ پھر یکلخت
گھوڑے بدکے، موتنے لگے، رسیاں کاٹ دیں اور پہاڑوں کی راہ لی اور ہم میں سے ایک اپنے
ہتھیار کی طرف لپکا۔ سامنے شیر موت کی پوستین پہنے ہوئے اپنے کچھار سے نکلا۔ اپنے کھال
میں پھول رہا تھا اور اپنی کچلیاں دکھا رہا تھا۔ اس کی نگاہ نخوت سے اور ناک غرور سے پُر
تھی۔ اُس کے سینہ سے کبھی دل جدا نہ ہوتا تھا (گویا بزدل کے سینہ میں دل ہی نہیں
ہوتا) اور اُس میں کبھی خوف نہ رہا تھا۔ ہم نے باہمی کہا کہ یہ مصیبت تو نازل ہوئی اور ہوئی
اور یہ وقوعہ تو بیحد اہم ہے۔ ہمارے جلد باز[2] ہمراہیوں میں سے ایک جوان اس کی طرف لپکا
وہ عربی خاندان کا گندم گوں[3] چمڑے والا تھا[4] جو صلیبی لکڑی کی گرہ تک ڈول کو بھر
دیا کرتا تھا۔ اپنے اس دلیر دل سے جسے تقدیر کھینچے لئے جاتی تھی اور اس تلوار کے ساتھ
جو سراپا جوہر تھی۔ اس کے دل میں شیر کی سطوت جاگزین ہوگئی۔ ادھر پاؤں تلے کی
زمین نے اُس کے ساتھ بیوفائی کی (گویا زمین نے اُس کو اٹھائے رکھنے کا عہد کیا تھا)
حتیٰ کہ ہاتھ اور منہ کے بَل زمین پر آ رہا۔ شیر اُس کے مقتل سے آگے نکل کر اُس کے ہمراہیوں
کی طرف بڑھا۔ ہلاکت نے اس مرحوم کے ایک رفیق کو وہی دعوت دی جو خود اُس کو دے
چکی تھی۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔ مگر ہیبت نے اُس کے بھی ہاتھ کس دیئے۔ اس لئے زمین
پر پڑ گیا اور شیر اُس کے سینہ پر بیٹھ گیا۔ مگر میں نے اُس کی طرف اپنی پگڑی ڈال دی
اور اس طرح میں نے اُس کے منہ کو مصروف رکھا اور اس کا خون بچایا۔ اتنے میں وہ جوان
اُٹھا اور شیر کا پیٹ چیر دیا۔ حتیٰ کہ جوان خوف سے ادھ موا ہو گیا[5]۔ اور شیر پیٹ کی ضرب سے مرگیا
پھر ہم گھوڑوں کے پیچھے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جو ملا اس کو (پچکار پچکار کر) مانوس کیا اور
جو بھاگ گیا اس کا خیال چھوڑ دیا۔ پھر ہم اپنے (پہلے) ہمراہی کی طرف آئے کہ اُس کا کفن
دفن کریں ۵

ص ۷۹

مگر جب ہم نے اپنے رفیق پر مٹی کی لپٹیں ڈال دیں تو بہت افسوس کیا۔ مگر یہ کونسا
افسوس کا وقت تھا؟ کہ پہلے ہی بچانا چاہیئے تھا۔ پھر ہم بیابان کی طرف اُتر کر چل پڑے
حتیٰ کہ جب مشکیں (قلت آب سے) لاغر ہو گئیں اور توشہ کھُڑ گیا یا قریب الختم ہو گیا۔

---

[1] ارہف۔ ازارہاف ہتھیار کو تیز کرنا۔ الحُبُل لکھو [2] سُرعان۔ جمع سریع [3] خضر سے مراد گندمی ہے عربوں کا اصل رنگ گندمی ہے [4] یملاء الخ جو اس کے قومی اور نڈر ہونے کی دلیل ہے
[5] هلك الفتى الخ یہ دوسرا جوان مرا نہیں اس لئے کہ دفن ایک ہی کیا گیا۔

اور ہم نہ آگے بڑھنے کی قابل رہے نہ واپس پلٹنے کے (نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن) اور ہمیں ان دو قاتلوں کا ڈر رہا۔ یعنے بھوک پیاس کا تو ہمیں ایک سوار دکھائی دیا۔ ہم اس کی طرف ہو لئے اور چل پڑے۔ جب وہ ہم تک پہنچ گیا۔ تو اپنے اصیل گھوڑے پر سے اترا اور زمین پر اپنے ہونٹ سے نقش اُتارنے (زمین بوسی کرنے) اور زمین پر ہاتھ رکھنے لگا۔ پھر سب لوگوں کو چھوڑ کر میرا رُخ کیا۔ میری رکاب چومی۔ اور میرے زیر سایہ آنے کی خواہش ظاہر کی میں نے جو اس کا چہرہ دیکھا۔ تو وہ درخشاں گھٹا کی طرح چمک رہا تھا۔ قد ایسا کہ اگر تمہاری[1] نگاہ کچھ چڑھتی تو پھر اُترتی بھی (یعنے اُس کا بالائے جسم اور زیرین جسم دونوں معتدل تھے) خط رخسار بھیگی ہوئی مسیں پر گوشت کلائی اور سیراب قامت۔ ترکی الاصل اور شاہانہ لباس سے ملبس۔ ہم نے کہا۔ تیرا باپ مرے (یہ بددعا مقصود نہیں ہوتی صرف تکیہ کلام ہے) تجھے کیا ہو گیا۔ کہا میں ایک بادشاہ کا غلام ہوں۔ اُس نے میرے قتل کا ارادہ کیا۔ میں بھی آنکھیں[2] بند کئے وہاں پہنچا جہاں اب مجھے دیکھ رہے ہو۔ اس کی ظاہری حالت اس کی راست بازی کی گواہ تھی۔ پھر کہا۔ آج تو میں تیرا ہی غلام ہوں۔ اور میرا سارا مال تیرا ہی ہے۔ میں نے کہا تجھے خوشی ہو۔ اور تیرے ذریعہ ہم کو بھی۔ تیرے اس سفر نے تجھے ایک فراخ صحن اور تر و تازہ عیش تک پہنچا[3] دیا ہے۔ لوگ مجھے مبارکبادی دینے لگے۔ اگر وہ دیکھتا۔ تو ہمیں اس کی نگاہیں مارے ڈالتیں اور اگر بولتا۔ تو اُس کے الفاظ ہمیں اس کا گرویدہ کر دیتے۔ پھر کہا اے بزرگو! دامن کوہ میں ایک چشمہ ہے اور تم تو کانے بیابان (بلاعین۔ عین کے دو معنے ملحوظ رکھئے۔ گویا چشمہ والا بیابان بینا ہے) پر سوار ہو۔ وہاں سے پانی لیلو۔ ہم نے اُدھر باگیں موڑیں۔ جدھر اُس نے اشارہ کیا تھا وہاں پہنچے۔ مگر چونکہ دھوپ نے ہمارے جسموں کو پگھلا دیا تھا اور جھینگر (جو سخت گرم وقت میں نکلتے ہیں) ٹہنیوں پر سوار ہو گئے تھے) پھر اس نے کہا کیا اس فراخ سایہ اور شیریں پانی پر کچھ قیلولہ نہیں کر لیتے۔ ہم نے کہا تم مجاز ہو۔ وہ اپنے گھوڑے پر سے اُترا۔ اپنا ٹپکا کھولا اور اپنا کرتہ اُتارا اور ہم سے پردہ کرنے کے لئے اُس نے اپنے جسم پر صرف ایک کرتی رہنے دی جو اس کے جسم کی

---

[1] متی۔ ما ترق العین فیہ تسفل پڑھو گو بلحاظ سجع چنداں مناسب نہیں مگر یہ اصل میں امرؤ القیس کا گھوڑے کی وصف میں ایک مصراع ہے۔ اس لئے گویا مثال کی طرح استعمال ہوا ہے والامثال لا تتغیر پورا شعر یہ ہے ۔ ورحنا و راح الطرف ینفض رأسہ ۔ متی ما ترق الخ تسہل کی جگہ تسفل بھی مروی ہے [2] ہمت۔ علی عمیا جدھر سینگ سمائے چل دیا [3] اذالک الخ یہ الفاظ خبر مقدم کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ۔

چغلخوری کرتی تھی (جسم کے چھنتے ہوئے حُسن کو نہ ڈھانک سکتی تھی)، ہمیں کچھ شک نہ رہا کہ وہ جنت کے چھوکروں سے لڑ جھگڑ کر جنت سے بھاگ اور رضوان کے ہاتھوں سے چھوٹ آیا ہے۔

وہ زینوں کی طرف لپکا اُن کو اُتارا گھوڑوں کی طرف بڑھ کر گھاس ڈالی اور زمین پر چھڑکاؤ کیا۔ ہماری سدھ بدھ حیران رہ گئی۔ اور اُس پر ہماری ٹکٹکی بندھ گئی۔ میں نے کہا او جوان! تو تو کمال کا خدمتگذار اور اکثر حالات میں باکار ہے۔ جس سے تو جدا ہو جائے اُس کی حالت قابلِ افسوس ہے اور جس کے سنگ رہے وہ بڑا بانصیب ہے۔ یہ تو بتا کہ اب خدا کی اس نعمت کا شکریہ کیسے کیا جائے۔ اُس نے کہا۔ ابھی بہت کچھ دیکھنا ہے کیا میری پھرتی اور میری عام باتوں کی خوبی ہی پر ریجھ گئے۔ اگر تم مجھے کچھ ساتھیوں[1] کے سنگ دیکھو تو میں تمہیں اپنی کارروائی[2] کے کرشمے دکھاؤں تاکہ تم اور بھی لٹو ہو جاؤ۔ ہم نے کہا۔ لاؤ۔ دکارنامے دکھاؤ، اُس نے ہم میں سے کسی کی کمان لی۔ اُس کی تانت چڑھائی[3]۔ اور سوفار کو چلّے پر رکھ کر ایک تیر آسمان کی طرف پھینکا۔ پھر ایک[4] اور پھینک کر پہلے تیر کو ہوا میں ہی چیر دیا۔ پھر کہا ایک اور صورت دکھاتا ہوں۔ پھر میرا ترکش اور گھوڑا لیا اور ہمارے ایک آدمی کو پہلے سینہ میں ایک تیر مارا۔ پھر ایک اور تیر اس کے پیچھے پھینکا۔ جس نے اس کو پیٹھ کی طرف سے نکال دیا۔ میں نے کہا ارے کمبخت تو کیا کرتا ہے۔ اُس نے کہا کمینے چُپ! بخدا تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے رفیق کے ہاتھ کس دے ورنہ پھر میں اُس[5] کے اپنے تھوک کو اس کے گلے میں اُچھو کر دوں گا (اس کو موت کے گھاٹ اُتار دوں گا)، ہم حیران تھے کیا کریں گھوڑے بندھے ہوئے زین اُتارے ہوئے اور ہتھیار دور ہیں۔ وہ سوار ہے اور ہم پیادے[6] پھر اُس کے ہاتھ میں کمان ہے جس سے وہ پیٹھوں پیٹوں اور سینوں کو نشانہ[7] بناتا جاتا ہے۔ جب ہم نے دیکھا کہ وہ بضد[8] ہے تو ایک تسمہ لیا اور ہر ایک نے دوسرے کو باندھ دیا۔ آخر میں میں بچ رہا۔ مجھے کوئی ہاتھ باندھ دینے والا نہ ملا۔ اُس نے کہا

[1] المرفقۃ جمع رفیق ۱۲

[2] حذاق۔ مہارت اور مشق کار [3] فوّق۔ اصل میں فوق (سوفار) تیار کیا۔ مگر یہاں بمعنے آفاق یعنے سوفار کو تانت پر رکھا [4] بآخر یعنے پچھلے تیر سے پہلے تیر کو سینے کے باہر نکال پھینکا [5] لاغصنہ ہر ایک کیلئے اسی کی تھوک کو اُچھو کر دونگا۔ ظاہر ہے کہ تھوک کا پھندا لگنا مشکل ہے کہ وہی اور چیزوں کو گلے سے اُتار دیتی ہے یعنے ہر ایک پر مصیبت لا ڈالوں گا [6] رجالۃ۔ پلٹن پیدلوں کی جماعت جمع راجل [7] یرشق اور یمشق بمعنے یرمی [8] الجحق۔ اصرار ہٹ خلاف ہزل

تو اپنی کھال کو کپڑوں سے الگ کر۔ میں نے کہا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سے اُتر کر ہم کو یکے بعد دیگرے ایک ایک دھول مارتا اور کپڑے اُتارتا گیا۔ میرے پاس پہنچا میرے موزے نئے تھے۔ اُس نے کہا تیری ماں مرے اُن کو اُتار ڈال۔ میں نے کہا اس موزے کو میں نے پیر بھیگے ہونے کی حالت میں چڑھایا تھا۔ اس لئے مجھ سے تو نہیں اُتر سکتے۔ کہا میں اُتارے دیتا ہوں۔ پھر میرے موزے اُتارنے کے لئے پاس آیا۔ میرے موزے میں ایک چھری بھی جس کی طرف میں نے ہاتھ بڑھایا (وہ ابھی اپنا کام کر رہا تھا) اور اُس کے پیٹ میں بھونک کر پیٹھ سے نکال دی وہ صرف مُنہ کھول سکا۔ جس میں پتھر ڈال دیا گیا یعنی شدت درد سے منہ کھول دیا پھر بالکل ٹھنڈا ہوگیا) میں اپنے رفیقوں کی طرف لپکا۔ اُن کے ہاتھ کھول دیئے۔ اور پھر ہم نے ان دونوں قتیلوں کا ترکہ باہمی تقسیم کر لیا۔ پھر اپنے اُس رفیق کی طرف گئے۔ مگر وہ جان بحق ہو چکا تھا۔ ہم نے اُس کو قبر کے سپرد کیا اور پھر اپنی راہ لی پانچ رات گذرنے کے بعد شہر حمص میں پہنچے۔ جب ہم وہاں کے چوک بازار میں پہنچے تو وہاں ایک آدمی دیکھا جو ایک بیٹے اور بیٹی کے سر پر ایک ہاتھ دھرے دوسرے ہاتھ میں توشہ دان اور عصا لئے کھڑا کہہ رہا ہے۔

خدا اس پر رحم کرے۔ جو اپنے فضائل (بخششیں) میرے اس توشہ دان میں بھر دے اور جو سعید اور فاطمہ پر ترس کھائے خدا اُس پر بھی رحم کرے۔ یہ بچّہ اور بچّی تمہارے ہی خادم ہیں" عیسٰے بن ہشام کہتا ہے میں نے کہا کہ یہ تو وہی اسکندری ہے۔ جس کا تذکرہ میں سُن چکا ہوں میں نے اُس سے پوچھا تو وہ وُہی نکلا میں اس سے قریب ہوا اور کہا مانگ۔ جو مانگتا ہو۔ اُس نے کہا ایک فرانک۔ تو میں نے کہا تجھے ایک میں ایک (بلحاظ ضرب۔ ایک میں ایک ضرب دینے سے ایک ہی ہوتا ہے۔) درہم ملیگا۔ جب تک میں جیتا رہوں۔ اس لئے تو حساب کرکے مجھ سے مانگ تاکہ میں تیری مراد پوری کروں پھر میں نے کہا کہ تجھے اُتنے درہم ملیں گے جو ایک کو دو میں دو کو تین میں تین کو چار میں چار کو پانچ میں وھکذا الی العشرین ضرب دینے سے حاصل ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ بتا کتنے ہوئے؟ اس نے کہا بیس روٹیاں (یعنے درہم مگر بھوک نے لفظ روٹی ہی زبان سے نکلوایا) میں نے اس کو بیس درہم دینے کا

---

۱ لقمہ۔ حجرہ یعنے منہ اس طرح بند کر لیا۔ گویا اس میں کوئی بڑا پتھر ٹھونس دیا ہے ۲ سلب۔ وہ مال متاع و پوشاک جو قتیل کے جسم پر سے اُتارا جائے ۳ فرصۃ۔ کشادگی گویا بازار میں بجز یہاں کے اور ہر جگہ سے دکان ملی ہوئی تھی ۴ دو دھیر فی الخ اس طرح کل ۔۱۲ درہم حاصل ہوتے ہیں۔ مگر اسکندری نے بیس روٹیاں مانگیں جس سے مراد بیس درہم تھے کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا دو اور دو کے ہوئے؟ کہا چار روٹیاں۔

حدا ۸۲

حکم دیا اور اپنے جی میں کہا۔ کہ نامرادی کے ساتھ خدائی امداد نہیں اور ازلی بدقسمتی کے ہوتے کوئی حیلہ کارگر نہیں ہوسکتا۔ بدنصیبی ہی تھی جو بیس درہم مانگے ورنہ اتنا معمولی حساب کرنا کچھ دشوار نہ تھا۔

مقامۂ غیلانیہ

ہم سے عیسیٰ بن ہشام نے کہا۔ کہ ایک دن ہم جرجان[1] میں اپنی مجلس میں بیٹھ کر باہمی گفتگو کر رہے تھے۔ جبکہ عرب کا وسیع المعلومات مرد[2] یعنی عصمة[3] بن بدر الفزاری بھی ہمارے پاس تھا۔ شدہ شدہ ہماری گفتگو اس بات پر پہنچی کہ کس نے اپنے دشمن سے بباعث بردباری پہلو تہی کی۔ اور کس نے اس کو حقیر سمجھ کر اس سے بے رخی کی۔ حتی کہ ہم نے الصلتان[4] العبدی اور بعیث[5] کا ذکر کیا اور جریر و فرزدق جو ان کو حقیر سمجھتے تھے اس کا

---

[1] جرجان۔ خوارزم کا ایک شہر ہے [2] رجل العرب یگانہ و ماہر عرب [3] غلط ہے عصمة بن مالک الفزاری ہے جو ذوالرمہ کا راویہ یعنی شاگرد تھا۔ یہ مقامہ المحاسن والاضداد للجاحظ صفحہ ۲۵ ذیل نوادر ابی علی القالی صفحہ ۱۲۴ کے اس واقعہ پر ڈھالا گیا ہے۔ ابو صالح فزاری کہتا ہے کہ ہم ذوالرمہ کا تذکرہ کر رہے تھے کہ عصمت جو اس وقت ۱۲۰ سال کا تھا کہنے لگا کہ اس کا حال تو مجھ سے پوچھو وہ بڑا خوبصورت آہو چشم کشادہ پیشانی کتابی رخ تھا۔ ایک بار اس نے مجھ سے سانڈنی لی اور پھر ہم منازل میّہ کی طرف ہو لئے اس وقت اس کے قبیلہ کے لوگ غائب تھے۔ ہم ایک ظریفہ کے پاس بیٹھے جس کے ہاں میہ مع سہیلیوں کے بیٹھی ہوئی تھی۔ ظریفہ نے ذوالرمہ سے اپنا کلام سنانے کی استدعا کی اس نے مجھے حکم کیا میں نے اس کا یہ قصیدہ شروع کیا ؎ نظرت الی ظعان فی کانہا ؛ ذری النخل واثل تمیل ذوائبہ حتی کہ جب اس بیت تک پہنچا ؎ اذا نازعتک القول میة اوبدا ؛ لک الموجہ منہا وفضا الدرع سالبہ تو ظریفہ نے کہا میہ کا گھڑا تو تھا ہر ہے باتیں بھی ہو رہی ہیں اب صرف انگیا اتارنے کی دیر ہے پھر وہ مع اپنی سہیلیوں کے اٹھ کھڑی ہوئی میں بھی ہٹ گیا اور وہ دونوں سرگرم اختلاط رہے پھر ذوالرمہ ہاتھ میں ایک تیل کی شیشی لئے باہر نکلا اور کہا یہ میہ کا تحفہ ہے پھر ہم وہاں سے پلٹ آئے پھر کچھ عرصہ بعد ذوالرمہ نے مجھے کہا کہ چلئے اب میہ کا قبیلہ وہاں سے چلتا بنا ہو وہاں صرف ان کے غول کے نشان رہ گئے ہیں پھر ہم وہاں پہنچے ذوالرمہ جی بھر کر رویا۔ ملخصًا ۱۲ عفی عنہ

[4] الصلتان العبدی اموی کے آغاز کا ایک مشہور شاعر جریر و فرزدق میں جب باہمی مفاخرت گرم ہوئی تو لوگوں نے صلتان کو ان دونوں میں پنچ بنایا اس نے جریر کو بلحاظ شاعری اور فرزدق کو بلحاظ نسب افضل قرار دیا ؎ انا الصلتانی الذی قد علمتم ؛ متی یحکم فھو بالحق صادع۔ جریر کو یہ بیزاری ناپسند ہوئی ؎ اقول ولم املک سوابق عبرة ؛ متی کان حکم اللہ فی کرب النخل۔ صلتان بھی خاموش نہ رہا ؎ اعیرتنا بالنخل وان النخل مالنا ؛ وود ابوک الکلب لو کان ذا نخل۔ طبقات الجمحی صفحہ ۹ میں ہے کہ بعیث کی ماں فرتنی سیستان کی تھی اسلئے عجمی تھا۔

بھی ۔ اس پر عصمہ نے کہا۔ کہ میں تمہیں اپنا چشمدید واقعہ سُناتا ہوں اور کسی اور سے نقل نہیں کرتا۔ میں ایک روز اپنی اصیل سانڈنی پر سوار ہوا۔ اور ایک کوتل اونٹنی کو ہکاتے ہوئے ملک تمیم[۱] میں گذر رہا تھا۔ کہ مجھے ایک سوار دکھائی دیا جو ایک خاکی اور جھاگ[۲] وار اونٹ پر سوار تھا وہ میرے سامنے آیا۔ حتیٰ کہ جب ہمارے جسم (بباعث فرطِ قرب) باہمی ٹکرائے۔ تو اُس نے بلند آواز سے سلام کیا۔ میں نے کہا "وَعلیکَ السّلام" الخ یہ بلند آواز اور اسلامی تحفۂ سلام پیش کرنے والا کون ہے؟ کہا میں غیلان[۳] (ذوالرمہ عاشق میّہ اور مشہور شاعر اسلامی) ہوں میں نے کہا۔ اس شریف الاصل۔ مشہور النسب اور بول بالے والے شاعر کا خیر مقدم۔ کہا تمہاری وادی فراخ رہے اور تمہاری مجلس باعزت۔ تم کون ہو؟ میں نے کہا عصمہ۔ کہا خدا تم کو سلامت رکھے تم تو اچھے مخلص ساتھی اور رفیق ہو۔ پھر ہم چل پڑے۔ جب ہم نے دوپہر کر دی تو اس نے کہا اے عصمہ ہم قیلولہ کیوں نہ کر لیں کہ سورج نے ہمیں گھلا دیا ہے۔ میں نے کہا۔ تم مجاز ہو۔ ہم آلاء[۴] کے جھُنڈ کی طرف گئے جو خود آرا کنواریوں کی طرح اپنی لٹیں پھیلائے جھاؤ کے جھُنڈ کے متصل[۵] تھا۔ وہاں اپنے پالان اتار دئے اور کھانا کھایا۔ مگر ذوالرمہ بہت ہی کم خور تھا۔ پھر ہم نے نماز ادا کی۔ ہم میں سے ہر کوئی ایک جھاؤ کی طرف ہو لیا۔ جس کے نیچے وہ سونا چاہتا تھا ذوالرمہ بھی لیٹ رہا۔ میں نے چاہا۔ کہ وہی کروں جو اس نے کیا ہے اس لئے اپنی پیٹھ زمین پر ٹیکی۔ مگر میری آنکھوں میں نیند نہ تھی۔ دیکھا کہ قریب ہی ایک بزرگ کوہان سانڈنی دھوپ میں رہ گئی ہے اُس کا پالان اُترا ہوا ہے۔ اور کوئی شخص کھڑے ہوئے اُس کی نگرانی کر رہا ہے جو یا تو کوئی مزدور ہے یا غلام۔ میں نے ان دونوں کا خیال چھوڑا کہ

ص ۸۴۷

(بقیہ حاشیہ صفہ ۶۰) ہونے کے باعث اُس کو ابن حمراء العجان کہا جاتا۔ جب اُس نے جریر کی ہجو کی تو جریر نے اس کو بری طرح لتھاڑا مجبوراً اس نے فرزدق سے مدد چاہی اس نے کہا میں قرآن حفظ کرنے میں مشغول ہوں اور ہجوگوئی سے معذور۔ لوگ تاڑ گئے کہ یہ جریر کے لگے کا نہیں۔ آخر فرزدق نے جریر کی ہجو کی اور بعیث کو بھی آڑے ہاتھوں لیا قال بن سلام و سقط البعیث بینھما وراجع الطبقات ۵ البعیث۔ خداش بن بشر یہ بنی تمیم کا بہترین خطیب تھا

[۱] بلاد تمیم یعنے نجد [۲] جعد اللغام جس کے جھاگ گھونگروالے یعنے گاڑھے تھے۔ جھاگ کی کثرت اسکی تندی اور نشاط کی علامت ہے۔ لُغام بالضم ہے [۳] غیلان بن عقبہ آغاز عہد اُموی کا ایک مشہور شاعر عاشق میّہ ملقب بہ خرقاء یا خرقاء کوئی اور رمہ جبین ہے ایک مرتبہ فرزدق نے اُس کے کچھ شعر سُنے جو اُس کو بہت پسند آئے تو ذوالرمہ نے کہا مجھے اعلیٰ شعراء میں کیوں نہیں گنا جاتا۔ فرزدق نے کہا کہ کھنڈرات پر رونے اور مینگنیوں اور باڑوں کا ذکر کرنے نے تیرا رتبہ گھٹا دیا ہے [۴] الالاء۔ ایک کڑوا مگر سرسبز اور خوش منظر درخت ہے [۵] ثمنا وحُجھن۔ ازدحام آمنے سامنے ہونا۔

مجھے کسی غیر متعلق بات کی دریافت سے حاصل ہی کیا تھا؟ ذوالرمہ بیدار[1] نیند سویا پھر چونک اُٹھا۔ یہ وہ عہد تھا۔ جبکہ اُس کی قبیلہ مُرّہ[2] کے ایک آدمی سے ہجو چھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے اپنی آواز بلند[3] کی اور کہا[4] کیا یہ بے نشان کھنڈر یتہ ہی کا ہے۔ جس کا ایک تند اور نشان مٹانے والی ہوا پیچھا ہی[5] نہیں چھوڑتی۔ اب صرف ایک مدقوق[6] الراس کھونٹا اور ایک چولھا ہی رہ گیا ہے۔ جس میں سے (آگ نہ ہونے کے باعث) کوئی آگ لینے نہیں آتا اور ایک حوض جس کے دونوں کنارے ڈھے گئے ہیں اور ایک بیٹھک بھی جو بالکل کہنہ اور بے نشان ہوگئی ہے مجھے اپنا وہ عہد مسرت یاد آتا ہے جبکہ یہاں کچھ باشندے[7] میتہ اور شناسایان و احباب مجتمع تھے۔ میتہ مجھ سے کچھ ایسی دُور دُور رہتی تھی گویا میں کسی ہرن کو بھگا رہا ہوں جس کو صبح دکھائی دی گئی ہے (ہرن رات سے خوف زدہ ہے پھر بھگانے کا خوف بھی آ رکا اور صبح کی روشنی راہنمائی کے لئے مددگار ہے) جب کبھی میں اُس سے ملنے آتا تو ایک ترش رو نگران اور محافظ (میتہ کا کوئی رشتہ دار) مجھے اُلٹے پیر (بے نیل مرام) لوٹا دیا کرتا۔ ابھی ابھی قبیلۂ امرؤالقیس کو ایک ہجویہ اور شہرۂ آفاق[8] قصیدہ پہنچیگا۔ جس کو ہر مقیم مسافر کے سامنے گا گا کر سنائے گا ۔

کیا تم نہیں جانتے کہ قبیلہ امرؤالقیس کو تو ایک مرض لادوا لگ گیا ہے (جو انھوں نے مجھ سے مخاصمت مول لی ہے ، ہجو سے وہ بالکل دردمند نہیں ہوتے کیا کوئی خشک پتھر بھی دردپذیر ہو سکتا ہے ؟ (بڑے بے غیرت ہیں) نہ بلند پایہ مقامات میں اُن کا کوئی شتر سوار تھا اور نہ جنگ میں کوئی اسپ سوار۔ یہ لوگ کمینگی کے حوضوں میں لت پت ہوگئے جس طرح کھاؤں[9] کی کوئی پچل پچل کردباغت دیتا ہو۔ جب لوگ بزرگوں کی طرف نگاہ اُٹھاتے

ص ۸۵

[1] غرار، اُچٹتی ہوئی نیند بیقراری کی نیند [2] المرّی۔ یہ قبیلۂ امرؤالقیس کا ایک شخص تھا جس کی ہجو میں ذوالرمہ نے بہت سے قصیدے لکھے ہیں دیکھو آغانی ج ۱۶ ص ۱۱۲ [3] رفع عقیرتہ اس کی تفصیل گذر چکی [4] الظہ چمٹ گیا پل پڑا [5] شجیج القذال۔ جس کی گدی ٹھوک ٹھوک کر توڑ دی گئی ہو یعنے میتہ کے بنو کا کھونٹا جواب تک باقی رہا ہے [6] سکن جمع ساکن [7] ماثورۃ قصیدۃ تروی وتنقل [8] الادم جمع ادیم کفرس۔ الادم غلط ہے

[9] قال ابن رشیق فی العمدۃ ویقع التکرار فی الھجاء علی سبیل الشھرۃ وشدۃ التوضیح بالمھجو کقول ذی الرمہ یھجو المری سہ وتأبی السبال الصھب والآنف الحمر ٭ ولکنما اصل امرؤالقیس معشر ٭ یحل لھم لحم الخنازیر والخمر الضاب مرئیا القیس لعبید ازضھم قمر المساحی لا فلاۃ ولا مصر الخ جمجی ص ۱۲۷ لکھتے ہیں کہ جب ذوالرمہ ان کی مراۃ نامی منزل کی طرف سے گذرا تو انہوں نے اس کی کچھ آؤ بھگت نہ کی اس پر اس نے ہجو کی ٭

صفحہ ۸۵

ہیں۔ تو اُن کی نگاہ پست اور خواب آلود ہی رہتی ہے۔ شرفا ان کی لڑکی[۱] لینا پسند نہیں کرتے جس سے ان کی ساری عورتیں ناکتخدا ہی رہ گئیں۔ جب اس شعر تک پہنچا تو وہ خوابیدہ بھی بیدار ہوا۔ اور اپنی آنکھیں ملتے ہوئے کہنے لگا۔ کیا یہ ذلیل ذوالرمہ مجھے اپنے اس نادرست اور ناقابل شہرت کلام سے پھندے سے روک سکتا ہے۔ میں نے کہا اے غیلان یہ کون ہے؟ کہا فرزدق ہے پھر ذوالرمہ گرم ہو کر کہنے لگا ہے رہے یہ ذلیل مجاشع تو خدا کرے ان کی چراگاہ کو کوئی گرجنے والا بادل سیراب نہ کرے۔ ان کو عقال[۲] شریفانہ ارادوں سے پابستہ کریگا۔ اور حابس محبوس میں نے کہا اب فرزدق اچھولیگا برا فروختہ ہوگا اور اُس کی اور اُس کے قبیلہ کی عام ہجو کریگا۔ مگر بخدا فرزدق تو اتنا ہی کہکر رہ گیا۔ اے ذوالرمہ تیرا برا ہو تو اپنے ان مسروقہ[۳] اشعار سے مجھے پیش آتا ہے پھر کچھ ایسا سویا گویا کچھ سنا ہی نہ تھا۔ پھر ذوالرمہ چل پڑا۔ اور میں بھی اُس کے ہمراہ ہو لیا۔ مجھے اُس کے چہرہ میں کچھ خفت نظر آرہی تھی تا آنکہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

مقامۂ آذربایجانیہ

عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے کہ جب تو نگری نے اپنے فاضل[عـہ] دامن کا ٹپکا۔ میری[۴] کمر پر لپیٹ دیا۔ تو مجھ پر لوگوں نے مال کی چوری یا ہنڈا پانے کی تہمت دھر دی۔ اس لئے رات نے مجھے اُکسایا۔ گویا رات بباعث تاریکی کہتی تھی کہ یہاں سے چلتا بن کہ میں تجھے ان کی نگاہوں سے روپوش رکھوں گی۔ اور گھوڑے مجھے رات کو لے چلے۔ میں اس فرار میں اُن اُن[۵] استوں پر سے گذرا۔ جن کو کبھی کسی دراہرو کی رفتار نے رام نہ کیا تھا اور نہ پرندوں تک کو کبھی اُن کا

صفحہ ۸۶

[۱] اصہار۔ کسی قبیلہ میں شادی کرنا ان کو اپنا خسر بنانا [۲] عقال وحابس یہ دونوں فرزدق کے نام اور اسلاف ہیں جن کے باعث وہ اپنے ہمعصر شعراء پر فخر کرتا ہے۔ فرزدق کا نسب یوں ہے ہمام بن غالب بن صعصعہ بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن زید مناۃ بن تمیم صاحب اغانی ۱۹/۲ کہتا ہے لیلی بنت حابس رمشہور صحابی اقرع بن حابس کی بہن) بن عقال بن محمد الخ انکی دادی تھیں عقال وثنت کا زانو بند یقعلہ یمنعہ اور حبس روکنا۔ اس سے آپ کلام کی خوبی کو پا چکے ہونگے۔ شیخ محمد عبدہ یہاں تک نہیں پہنچے [۳] منتحل۔ گھڑا ہوا جعل خود ساختہ [۴] نطقتی الغنی گویا تو نگری کا لباس اس کے جسم کو ڈھانک کر بچ رہا ضروریات معاش سے بچ کر سنیت رکھنے کے لئے بچا اور اس کی کمر پر باقی لباس ٹپکا بن گیا۔
[۵] یرفضہا۔ از راض یروض بہ ریاضۃ۔

عـہ بفاضل لکھو

سراغ[1] ملا تھا۔ حتیٰ کہ خوفناک زمین کو طے کر کے اور اُس کی حد سے گذر کر میں امن و امان کی چراگاہ
تک پہنچ گیا۔ جس کی خنکی (اطمینان) مجھے محسوس ہونے لگی۔ میں اُس وقت آذربائیجان[2] پہنچا جبکہ
میری سانڈنیاں سودہ پا ہو چکی تھیں۔ اور یہ کٹھن منزلیں[3] اُن کو کھا[4] چکی (ناتواں کر چکی) تھیں۔ مگر
جب وہاں پہنچا تو ہم اس ارادے پر اُترے۔ کہ وہاں تین روز ٹھہریں گے۔ مگر وہ جگہ کچھ ایسی
بھائی کہ مہینہ بھر پڑے رہے۔ ایک دن میں وہاں کے کسی بازار میں گھوم رہا تھا کہ یکایک ایک
آدمی کندھے پر چھاگل رکھے لاٹھی پر ٹیکا لگائے سر پر کلپاک[5] (ایک طرح کی لمبی ٹوپی جو
اُس وقت حکام کے لئے مخصوص تھی) اوڑھے[6] اور دو گزی[7] کی عبا پہنے نمودار[8] ہوا اور بلند آواز
سے کہنے لگا۔ "خدایا! اے تمام چیزوں کو آغاز و انجام دینے والے۔ اے ہڈیوں کو جان بخشنے اور
پھر فنا کرنے والے اے آفتاب کے خالق اور اُس کو متحرک رکھنے والے۔ اے پَو کو پھاڑنے اور
روشن کرنے والے اے ہم تک اپنی پوری نعمتیں بھیجنے والے۔ اے آسمان کو ہم پر گر پڑنے
سے روکنے والے۔ اے جانوں کو جوڑا جوڑا پیدا کرنے والے۔ اے سورج کو چراغ
کرنے والے۔ آسمان کو چھت اور زمین کو بچھونا بنانے والے۔ اے رات کو آرام
دِہ اور دن کو ذریعہ گذران بنانے والے۔ اے بھاری (پانی سے) گھٹائیں اُٹھانے والے
اے بجلیوں کو سزا بنا کر بھیجنے والے۔ اور اے ستاروں کے اوپر کے اور حدِ زمین[9] کے
نیچے (تحت الثریٰ) کے حالات جاننے والے تجھ سے التماس ہے کہ تو سارے رسولوں
کے سرگروہ محمدؐ اور آپ کی پاک آل پر رحمت نازل کرے۔ اس غریب[10] الوطنی میں میری
مدد کرے تاکہ میں اُس کی باگ (وطن کی طرف) موڑ سکوں۔ اس تنگ حالی میں میری امداد
کرے تاکہ میں اُس کے (منحوس) سایہ سے سرک سکوں اور مجھے کسی ایسے داتا کے ہاتھ
سے جسے فطرت نے سنوارا[11] ہو۔ پاکیزگی[12] نے اُس کو (چاند بنا کر) روشن[13] کیا ہو۔ بخت ور دین سے
بہرہ ور ہو اور جو روشن حق سے اندھا نہ ہو۔ ایک سانڈنی والا جو اس راستہ کو طے کر سکے اور کچھ

صـ ۸۷

[1] اھتدت لکھو۔ [2] آذربیجان۔ ایران کا ایک بڑا ترکستانی صوبہ جس کا دارالصدر شہر تبریز ہے معرب آذربائجان [3] المراحل۔ جمع مرحلہ قریبًا ۳۰ میل یعنے یک روزہ مسافت [4] اکلتھا بتشدید لام پڑھو۔ تو معنے یہ ہوئے۔ ان کو تھکا چکی تھیں [5] دنّیہ۔ منسوب بہ دنّ خم کی شکل کی ٹوپی [6] تقلسھا۔ جعلھا قلنسوۃ [7] فوطۃ سندھ کا ایک موٹا چھوٹا کپڑا [8] تطلسھا جعلھا طیلسانا اُس کو گودن (چوغہ) بنائے [9] التخوم۔ ج۔ تخم سرحد [10] الغربۃ۔ یہاں اس کو ایک سرکش اور منہ زور گھوڑا قرار دیا ہے [11] فطرتہ الخ یعنے جس کی سرشت ہی میں بھلائی کا مادہ ہو [12] اطاقتہ الخ اسکے گزشتگان پاکباز ہوں [13] طھرۃ۔ پاکیزگی۔ بالضم لکھو۔

توشہ بھی جو میرے اور میرے[1] ہمراہی کے لئے کافی ہو سکے۔ عیسیٰ بن ہشام کہتا ہے کہ میرے
جی میں خیال ہوا کہ یہ آدمی تو ہمارے ابوالفتح الاسکندری سے بھی زیادہ خوش زبان ہے۔ پھر
میں نے خود یکبارگی گردن پھیری۔ تو وہ تو بخدا ہمارا اُستاد ابوالفتح ہی نکلا۔ میں نے کہا اے
ابوالفتح تیرا فریب اس سرزمین تک بھی پہنچ گیا۔ اور اس گھاٹی تک بھی۔ تجھے ہوس کہاں
لے آئی تو کہنے لگا کہ میں دنیا کا سیاح اور جہاں[2] گرد ہوں۔ میں زمانہ کی پھیری[3] اور راستوں
کو آباد رکھنے والا ہوں۔ خدا تجھے راہ راست دکھائے۔ تو مجھے گداگری[4] پر سخت و سست
نہ کہہ اور ذرا خود بھی اس کا مزہ چکھ لے کہ بے زحمت ہی زنگارنگ لقمہ مل جاتا ہے)

مقامۂ جرجانیہ

ہم سے عیسیٰ بن ہشام نے بیان کیا کہ ایک بار ہم اپنی محفل میں سرگرم گفتگو تھے اور
ہمارے پاس صرف اپنے ہی آدمی تھے کہ یکایک ہمارے سامنے ایک شخص آ کھڑا ہوا جو نہ بالکل
لم ڈھینگ[5] ہی تھا اور نہ بہت زیادہ کوتاہ قامت[6] ہی۔ اُس کی ڈاڑھی گھنی تھی اور اس کے پیچھے
پھٹے ٹوٹے پیتھڑوں میں کچھ بچے لگے تھے۔ اُس نے سلام یعنی اسلامی سوغات سے اپنے کلام[7]
کو شروع کیا۔ اس نے ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ اور ہم بھی اس کے ساتھ اچھی طرح
(خوش آمدید کہکر پیش آئے۔ پھر اس نے کہا لوگو! میں اُس اسکندریہ[8] کا رہنے والا ہوں جو بنی امیہ
(فرمانروایان اندلس) کی سرحد پر ہے۔ بنی سلیم نے مجھے پالا ہے اور بنی القیس نے میری
آؤ بھگت کی ہے۔ میں نے ساری دنیا طے کر ڈالی ہے اور عراق کی انتہا تک پہنچ چکا ہوں
دیہات اور شہروں اور قبیلہ ربیعہ و مُضر کے تا میسوپوٹامیا یعنی الجزیرہ کو میں نے کھنگال
ڈالا ہے۔ کہیں بھی رہا مگر ذلیل نہیں ہوا۔ تمہاری نگاہ میں مجھ کو میرے یہ پھٹے ٹوٹے[10] چیتھڑے
کہیں ذلیل نہ کر دیں کہ بخدا کبھی ہم بڑے بنانے[11] اور سنوارنے والے اور دوسروں تک کو

---

[1] والا رفیق۔ منقول معہ ہے [2] جوّالۃ اور جوابہ کی تاء مبالغہ کے لئے ہے [3] خذروفہ
پھرکی جس میں تاگا ڈال کر بچے گھماتے ہیں یعنے زمانہ مجھے ایک سمت میں نہیں رکھتا بلکہ ہر سو پھراتا
ہے [4] کُدیہ۔ معرب گدیہ یعنے گداگری [5] المتمد و دراز [6] المتردد۔ واپس آنے والا گویا
پستہ قد کا یہ خیال تھا کہ اوپر کو بڑھتے [7] ولّی۔ اور اولی بمعنی اعطی [8] جزیل۔ بڑا احسان۔
[9] اسکندریہ مصر کا مشہور ہے مگر یہاں اندلس کا مراد ہے
[10] سمّی دلپٹر۔ چیتھڑا پوشاک [11] ثمّر و رمّ۔ دونوں بمعنی اصلاح ہیں ایک ضرب المثل ہے
فلان اہل ثمہ و رمہ ۱۲-

فارغ البال بنا دینے والے اچھے۔ سویرے دھماؤں کو) اونٹ[1] بخشا کرتے تھے اور شام کو
بکریاں[2] ہمارے یہاں بہت کچھ خوشرو (مراد شریف) لوگ بیٹھا کرتے تھے اور ہماری بیٹھکیں
تھیں۔ جہاں قول و فعل آتا تھا یعنے جہاں قوم بھر کے مقدمات فیصل کرتے اور محتاج کو
نیتے لیتے رہتے تھے) تونگروں کے سر برآنے والے سائل کی روزی تھی۔ پھر ہمارے بے
بضاعت لوگ بھی کچھ نہ کچھ فراخ دستی اور فیاضی دکھلاتے تھے" پھر اے لوگو! زمانہ سے
خاص کر میری حالت[3] تو بالکل ہی بدل دی۔ مجھے نیت کے عوض بیداری اور اقامت کی جگہ مسافرت
ملی۔ مجھے اپنے حوائج[4] پھینکے پھرتے ہیں۔ اور سارے بیابان[5] مجھے باہمی ایک دوسرے
کے پاس تحفہ بھیجتے رہتے ہیں۔ زمانہ کی گردشوں نے مجھے (اس فارغ البالی سے) اسی طرح
اکھیڑ پھینکا۔ جس طرح گوند (درخت سے) اکھیڑ لیا جاتا ہے۔ اب صبح و شام میں ہتیلی سے
زیادہ صاف اور بچہ کے رخسار سے زیادہ خالی رہتا ہوں (ہتیلی اور رخسار کو پر بال نہیں
ہوتے یعنے تہیدست ہو گیا ہوں) اب میرا صحن خانہ (سائلوں یا مال و متاع سے) اور میرا
برتن (خوراک سے) خالی ہے۔ اب بجز مسافرانہ پریشان حالی اور سدا سانڈنی کی باگ[6]
تھامے رہنے کے میرے پاس اور کچھ نہیں۔ فقیری (کی تکالیف) جھیلتا ہوں اور ریتیل
بیابان سے نباہ کر رہا ہوں۔ میرا بچھونا ٹھیکریاں[7] ہیں اور سرہانا پتھر۔ کبھی آمد[8] میں کبھی
رأس عین[9] میں اور کبھی میافارقین[10] میں۔ کسی رات میرا پالان شام میں کبھی اہواز[11] میں اور

---

[1] نزعی و نتغی از رغاء و ثغاء بلبلانا اونٹ کا اور ممیانا بکری کا [2] وفینا مقامات الخ یہ شعر زہیر بن ابی سلمی
کے ہیں مقامات مجلس مراد اہل مجلس جس طرح قریہ سے اہل قریہ فی قولہ تعالیٰ واسئل القریۃ التی کنا فیہا الخ
[3] ظہر المجن۔ ڈھال کی پشت ظاہر ہے کہ ڈھال کے اندرون و بیروں میں بڑا فرق ہے اسی طرح زمانے
نے گویا میری (ڈھال کی پشت) کایا پالکل پلٹ دی [4] المرامی جمع مرماۃ پھینکنے کا آلہ یعنی نیتیں
اور ارادے اور ضرورتیں [5] الموامی جمع مؤماۃ جنگل [6] السفار ایک چمڑا جو دہانہ کی جگہ اونٹ
کے منہ میں ڈالا جاتا ہے اور جس کے ساتھ باگ بندھی ہوتی ہے یعنے ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں ۱۲
[7] اماتی الخ یعنے بیابان مجھے مار دینا چاہتا ہے اور میں اُس کی خوشامد کرتا رہتا ہوں مماتات مُدارات
[8] المدّر جمع مدَرۃ [9] آمد۔ وہی مستحکم شہر جس کو ان دنوں دیار بکر کہتے ہیں [10] رأس عین نہر خابور کے منبع
پر حران کے متصل ایک الجزیرہ کا بڑا شہر [11] میافارقین۔ صوبہ دیار بکر کا ایک پرانا شہر جو نوشیرواں
اور خسرو وغیرہ کا بنایا ہوا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اگر ذوالرمہ کو یہاں اس کی محبوبہ میہ
بھی مل جائے تو وہ فرط استغناء سے کہے کہ اے میہ تو مجھ سے جدا ہو جا میا فارقینی [12] اھواز۔ بصرہ اور
فارس کے درمیان ایک شہر اور اس کا صوبہ بھی جہاں عرب آباد ہیں یہاں کی شکر اور مٹی کا تیل مشہور ہے ۱۲

کسی رات عراق میں ہوتا ہے۔ میرا ارادہ مجھے ہر کہیں پھینکتا رہا۔ تا آنکہ میں نے بلاد الجبل (عراق عجم) کو روندا۔ اور مجھے شہر ہمدان میں فروکش کیا۔ وہاں کے قبائل نے میرا استقبال کیا اور وہاں کے احباب میری طرف ملتفت ہوئے۔ مگر میں نے تو اس کا رُخ کیا۔ جس کا پیالہ سب کے پیالوں سے بڑا تھا (بہت سوں کو اپنے ساتھ شریک طعام کیا کرتا تھا) اور جس میں سب سے کم دوست فراموشی تھی [۱] اُس کی آگ اونچی ٹیلے پر سُلگائی جاتی تھی (تاکہ رات کا کوئی راہ سے بھٹکا ہوا مسافر اُسے دیکھ کر آرام و خوراک کی امید میں فروکش ہو جائے) ایسے (خشک سالی) کے وقت میں جبکہ اور (فیاضوں) کی آگوں پر سرپوش ڈال دیا جائے (چھپا دی جائیں) اس نے میرے لئے نرم بستر اور خوابگاہ مہیا کی۔ اگر کبھی وہ (میری خدمت میں) سُستی کرتا تو میری خدمت کے لئے ایک چھوکرا جو نک اُٹھتا جو (بلحاظ پھرتی) یمن کی تلوار یا (بلحاظ حسن) صاف مطلع کا ماہِ نو تھا۔ اُس نے مجھ پر وہ وہ عنائتیں کیں جن کو میرا مرتبہ نہ سما سکتا تھا (میری حیثیت سے کہیں زیادہ تھیں) اور جن سے میرا سینہ پھیل گیا (باغ باغ ہو گیا) سب سے پہلی عنایت گھر کا فرش تھا اور آخری عنایت ایک ہزار اشرفی تھی۔ انہی پیاپے عنایتوں اور (لگاتار جھڑیوں) نے مجھے اُڑا دیا (وہاں سے بھگایا) میں ہمدان سے اُسی طرح نکل کھڑا ہوا۔ جس طرح کوئی بھگوڑا جانور اور اُس سے میں کچھ ایسا متنفر ہو گیا جیسے کوئی بدکنے والا ڈانگر راستوں کو قطع کرتا اور مہالک بیابانوں کو ٹٹولتا پھرا۔ مزید برآں یہ کہ اپنے پیچھے ایک ربۃ البیت (خانہ دار بیوی) اور ایک ننھے بچے کو چھوڑ آیا ہوں [۲] گویا وہ (بلحاظ خوبی و کس مپرسی) ایک چاندی کا گراں بہا طلا ملا ہوا بازوبند ہے جو قبیلہ کی کنواری چھوکریوں کے بازی گاہ میں ٹوٹا پڑا ہے" مجھے احتیاج کی ہوا اور ضرورتمندی کی نسیم تم تک اُڑا لائی ہے خدا تم پر رحم کرے ذرا اس درماندہ اور لاغر شخص پر نظر عنایت ڈالو جس کو ضرورت نے ڈھا دیا (ناتوان کر دیا ہے) اور فاقہ کشی نے جس کا بُرا حال کر رکھا ہے [۳] جو دائم السفر ہے اور جہاں نوردی اس کو بیابان سے بیابان دوسرے میں پھینکتا ہے۔ اس لئے وہ پراگندہ مُو اور غبار آلودہ ہے۔ خدا تمہاری بھلائی تم تک پہنچانے کے لئے ایک راہنما کھڑا کرے اور برائی کو کبھی خدا تم تک راہ نہ دے۔ عیسٰے بن ہشام کہتا ہے

---

[۱] دوست فراموشی [illegible] کھو لہ فتمان گردہ مگر یہ لفظ بدیں ہیئت مجھے کسی لغت میں نہ ملا [۲] بد ہ اور الشیء بلھ تبہ صفت دُ ملج بے طلب گم شدہ چیز کا مل جانا یا مل ہو بڑی یہ بیت ذوالرمہ کا ہے [۳] اگر بدہ بتخفیف دال پڑھا جائے تو معنی یہ ہوئے "ضرورت نے تمہاری راہ دکھائی ہے" یعنے تم تک پہنچایا ہے

[۴] افاسفر الخ عمر بن ابی ربیعہ کا شعر ہے [۳] جعل اللہ الخ میرے خیال میں صحیح یوں تھا جعل اللہ الخیر علیکم یعنے خدا تمہاری نیکی کو تمہاری طرف (لوگوں کو) پہنچانے کے لئے راہنما بنائے ؂

بخدا اُس کے لئے تو ہمارے دل پسیج گئے۔ اور اُس کے رقت آمیز کلام سے ہماری آنکھیں آنسوؤں میں ڈبڈبا آئیں اور ہمیں جو کچھ اُس وقت میسّر آیا۔ اُس کو دیا[۵] وہ ہم سے منہ موڑ کر ہمارے گُن گاتے ہوئے چلتا بنا۔ میں اُس کے پیچھے ہو لیا معلوم ہوا کہ وہ تو ہمارا گرو گھنٹال ابوالفتح ہے ۔

مقامۂ اصفہانیہ

ہم سے عیسےٰ بن ہشام نے ذکر کیا کہ میں اصفہان[۲] سے رے[۳] جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔ آخر وہاں اسی طرح (عارضی قیام کے لئے) اُترا جس طرح پرچھاؤں ہر لمحہ اور ہر صبح کسی آنے یا جانے والے قافلہ[۴] منتظر رہا کرتا۔ جب میری آرزو کے پورا ہونے کا وقت[۵] آگیا۔ تو نماز کے لئے (مسجد میں) اذان دی گئی جس کو میں نے سُن لیا (اذان سننے والے پر نماز میں شریک ہونا واجب ہے) اس لئے مجھ پر لبیک کہنے (نماز ادا کرنے) کا فرض عائد ہوگیا۔ میں اپنے ہمراہیوں میں سے کھسکا اور نماز پا لینے کو غنیمت سمجھا مگر ادھر قافلہ کے نکل جانے کا دھڑکا لگ گیا۔ مگر میں نے بیابان کی زحمت کے لئے نماز سے اعانت چاہی (یعنے کہ خدا نماز کی برکت سے مجھے قافلہ کے بیابان کی طرف روانہ ہو جانے کی زحمت نہ دکھائے) میں اگلی صف میں پہنچا اور وہیں ٹھہرنے (ٹھہر کر نماز پڑھنے) کے ارادے سے نماز کے لئے کھڑا ہوگیا امام محراب کی طرف بڑھا اور حمزہ[۵] کے لہجہ میں الف ممدودہ اور ہمزہ کو خوب ظاہر کرتے ہوئے سورۂ الحمد پڑھی۔ ادھر میرے دل میں بے چین کر دینے[۶] والا غم تھا کہ کہیں قافلہ فوت نہ ہو جائے اور میں اُس سے دور نہ جا پڑوں۔ اُس نے سورۂ الحمد کے بعد سورۂ واقعہ[۸] پڑھی (جو خاصی لمبی سورۃ ہے) ادھر میں صبر کی آگ میں جلتا تھا۔ اور اُس کو برداشت[۹] کرتا تھا۔ اور غصہ کی چنگاری پر بھُن رہا اور لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ مگر بجز خاموشی اور صبر کے میں اور کیا کر سکتا تھا اور اگر بولتا تو حوالۂ قبر ہوتا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ لوگ اس موقع پر بہت سختی سے

صا ۹۱

---

[۱] ٹلنا ہ از نوکی۔ا عطیناہ [۲] اصفہان۔ شہر سپاہان کا عربی نام یہ شہر تہران کے دار السلطنت بننے سے پہلے تمام ایران کا دار السلطنت مرکز تمدن اور مردم خیز خطہ تھا [۳] رے۔ ملک دیلم کا ایک بڑا شہر جس کی طرف امام فخر الدین رازی منسوب ہیں اسی کے کھنڈرات پر طہران آباد ہوا ہے [۴] قافلہ۔ از قفول بمعنے واپسی یعنے خدا کرے کہ کاروان واپس آجائے یعنے یہ نام بطور فال نیک ہے [۵] حم۔ قرب [۶] بقراءۃ الخ حمزہ قرآن حکیم کے مسلم قاریوں میں سے ہیں . . . . یہاں مراد صرف لہجہ ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سورۃ الحمد میں نہ ہمزہ ہے نہ مد [۷] المقیم المقعد۔ اٹھانے بٹھانے والا لوٹ پوٹ کرنے والا مضطرب کن [۸] الواقعہ۔ اذا وقعت الواقعۃ لیس لوقعتھا کاذبۃ الخ

پیش آئیں گے۔ اگر سلام سے پیشتر میں نماز توڑ دوں۔ مجبوراً میں اسی اپنی ہیئت کذائی میں رہا
تا آنکہ وہ سورۃ ختم ہوئی۔ اور قافلہ کو پا لینے سے ناامید ہوگیا۔ پھر اُس نے رکوع کیلئے
اپنی کمان (خمیدہ پشت) ایک خاص قسم کی عاجزی و فروتنی کے ساتھ جو اس سے پیشتر میں
نے کبھی نہ دیکھی تھی جھکائی۔ پھر رکوع[1] سے سر اٹھایا اور رفع الیدین کیا (مطابق مذہب
امام شافعی) اور کہا سمع اللہ الخ پھر کچھ ایسا کھڑا رہا۔ کہ مجھے اُس کے سو جانے کا اندیشہ
ہُوا۔ پھر زمین پر اپنا دا ہنا ہاتھ ٹیکا اور پیشانی کے بل اوندھا ہُوا۔ پھر منہ کے بل جھک
گیا۔ میں نے بدیں غرض اپنا سر سجدے سے اُٹھایا کہ اگر موقع ملے۔ تو بھاگ نکلوں مگر پچھلی
صفوں میں کچھ کشادگی نظر آئی۔ اس لئے پھر سجدے میں گرا رہا۔ تا آنکہ اُس نے اُٹھنے کے
لئے تکبیر کی اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا سورۂ فاتحہ پڑھی اور پھر کچھ اس طرح (طول
دیگر) سورۃ القارعہ پڑھی۔ کہ قیامت کی (طویل) مدت پوری کر ڈالی۔ اور لوگوں کی جانیں نکال
لیں۔ جب دونوں رکعتوں سے فارغ ہُوا۔ اپنے دونوں جبڑے[2] تشہد[3] پڑھنے کے لئے ہلائے
گردن کی دو طرفہ رگوں کو سلام کے لئے جھکایا۔ اور میں نے جی میں کہا کہ خدا نے ابتو نکلنے
میں سہولت پیدا کردی اور کشائش نزدیک کر دی تو ایک شخص اُٹھ کر کہنے لگا "تم میں جو
کوئی جماعت کے ساتھ رہنا چاہتا ہو۔ (حضورؐ نے عام مسلمانوں کی جماعت کیساتھ شریک
رہنے کی تاکید کی ہے) وہ گھنٹہ بھر کے لئے مجھے اپنے کان مستعار[4] دے" عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے
کہ میں اپنی آبرو بچانے کی خاطر اپنی جگہ جارہا پھر کہا "مجھے یہی سزاوار ہے کہ بجز حق کے اور
کچھ نہ کہوں اور بجز راستی کے اور کسی بات کی شہادت نہ دوں۔ میں تمہارے نبی کا ایک مژدہ
لایا ہوں۔ مگر جب تک خدا اس مسجد کو ان کمینوں سے پاک نہ کرڈالے جو اس کی نبوت سے منکر
ہیں۔ ہرگز وہ مژدہ نہ پہنچاؤں گا" عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے کہ مجھے تو اُس نے بیڑیوں میں جکڑ دیا
(سمندناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا) اور کالی رسیوں (آہنی زنجیروں) سے کس دیا۔ پھر کہا میں نے

ص ۹۲

[1] ضمیر رفع الخ امام اور مقتدی سب شافعی تھے۔ کہ اُس عہد میں یہی عالم اسلامی کا مذہب تھا۔ بجز ماوراء النہر
افغانستان اور عراق کے مگر جب سے مغلوں اور ترکوں کی حکومت کا دور دورہ ہُوا تو چونکہ یہ تومیں ماوراء النہری تھیں۔
مذہب حنفی نے اُس کی جگہ لے لی مالکی مراکش اور اندلس میں اور حنبلی بخارا بغداد میں عموماً پائے جاتے تھے۔ رفع الیدین
بعد رکوع۔ طول قیام و سجود۔ اور سجدہ کے لئے پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے ٹیکنا۔ شافعیوں کی خصوصیات ہیں۔ ۱۲
[2] لحی اور لحی وہ جبڑا جس پر ڈاڑھی اُگتی ہے [3] تشہد۔ التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات الخ
[4] فلیعرنی الخ۔ یہی محاورہ انگریزوں نے اُڑایا ہے۔ پلیز لینڈ می یور ایرس ۱۲

آپ کو اسی طرح خواب میں دیکھا ہے۔ جس طرح گھٹا میں سورج دیکھا جاتا ہے۔ اور شب چہاردہم کو چاند۔ آپ چل رہے تھے اور تارے آپ کے پیچھے پیچھے تھے اور آپؐ (ناز سے) اپنے دامن کو گھسیٹتے آ رہے تھے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے مجھے ایک دعا بتائی اور ہدایت کی۔ کہ میں آپؐ کی امت کی سکھلاؤں۔ میں اُس کو خلوق[1] مشک[2] زعفران اور غالیہ[3] سے ان کاغذوں پر لکھ لایا ہوں۔ مجھ سے جو کوئی مانگے گا۔ اُس کو مفت (دیا) دوں[4] گا۔ اور اگر کوئی کاغذ کی قیمت ادا کرے گا۔ تو میں لے لونگا (مانگنے کا ڈھنگ ہے یعنی کچھ محنتانہ نہ لونگا)

عیسےٰ بن ہشام کہتا ہے۔ کہ اُس پر اس قدر فرانک اُمڈ آئے۔ کہ ہکا بکا رہ گیا۔ وہ چل پڑا اور میں بھی اس بات سے تعجب کرتے ہوئے کہ وہ شکار پر بھالا[5] پھینکنے اور روزی کو فریب سے حاصل کرنے میں کیسا مشتاق ہے اُس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے اُس کی مزاج پرسی کرنی چاہی مگر پھر رک گیا۔ اور اُس سے بات چیت کرنی چاہی۔ مگر خاموش رہا۔ میں اُس کی بیحیائی کے ساتھ خوش زبانی حسن[6] طلب اس کے لوگوں کو اپنے فریب میں جکڑ لینے اور اپنے طریقہ سے مال حاصل کرنے پر خوب غور کرتا رہا۔ پھر جو دیکھا تو وہ اسکندری نکلا۔ میں نے کہا تجھے یہ چال کیسے سوجھی؟ تو مسکرا کر بولا (لوگ گدھے ہیں تو ان کو ایک ایک کر کے ہنکائے[7] جا (لوٹے جا) اُن میں نمایاں بن اور اُن سے نمبر لے جا حتیٰ کہ جب تو اُن سے اپنی دلی مراد حاصل کرلے تو پھر مرجا (کہ حسرت لیکر نہ مرے گا)

---

[1] خلوق۔ ایک مرکب خوشبو جس میں زعفران اور کافور بھی پڑتا ہے ۱۲

[2] سك المسك۔ ایک طرح کی سیاہ مرکب خوشبو کی گولی جس میں علاوہ اور چیزوں کے مشک بھی پڑتی ہے

[3] زرق۔ مزراق یعنے بھالا مارنا۔ شیخ محمد عبدہ یہی کہتے ہیں مگر مجھے یہ فارسی زرق بمعنے حیلہ و فریب معلوم ہوتا ہے [4] استماعہ بخشش مانگنا۔ [5] تجوز۔ تجویز اونٹوں کو ایک ایک کر کے گذارنا از جواز بمعنے مرور ۱۲

من کتاب الملل والنحل

صـ۹۹

اراء العرب فی الجاہلیۃ

ہم اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔ کہ اہل عرب و ہند قریب قریب ایک ہی مذہب پر ہیں اور دو ہیں اس مسئلہ میں مختصر قول لکھ آئے ہیں۔ اس لئے دونوں فریقوں کی نزدیکی اور دونوں قوموں کی قربت خواص اشیاء کے اعتبار اور احکام ماہیات کے مطابق حکم کرنے میں محدود ہے۔ اور ان پر فطرت اور طبیعت غالب ہے۔ اور یہ بیان کر آئے ہیں، کہ روم و عجم بھی قریب قریب ایک ہی مذہب پر ہیں۔ اس لئے کہ انکی مقاربت خواص اشیاء کے اعتبار اور طبائع کے احکام کے مطابق حکم کرنے پر موقوف ہے۔ اور اُن پر اکتساب اور جدّ و جہد غالب ہے۔ اب ہم ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جن کے عرب زمانہ جاہلیت میں قائل تھے۔ اس کے بعد اہل ہند کے اقوال بیان کریں گے۔ اور قبل اس کے کہ ہم ان کے مذاہب کے حالات شروع کریں۔ یہ چاہتے ہیں۔ کہ بیت عتیق[1] کا حکم ذکر کریں جسے خدا نے پاک و پاکیزہ رکھا ہے۔ اور دنیا بھر میں بنے ہوئے گھروں پر اس کی فضیلت ذکر کریں اس لئے انہیں گھروں میں سے وہ گھر ہے جو دین حق پر آدمیوں کے لئے قبلہ بنایا گیا اور انہیں میں سے وہ ہے۔ جو دین باطل پر آدمیوں کے لئے فتنہ بنایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ کہ پہلا وہ گھر جو آدمیوں کے لئے بنایا گیا ہے وہ ہے جو مکہ میں ہے وہ عالمین کے لئے مبارک اور سبب ہدایت ہے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ پہلے پہل اس کو کس نے بنایا۔ بعض کا قول ہے کہ جب حضرت آدم زمین پر اتارے گئے۔ تو سرزمین ہند کے جزیرہ سراندیپ میں اُترے۔ اس وقت وہ اپنی زوجہ کی جدائی اور تلاش قبول توبہ میں حیران تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حوّا کو عرفات[2] کے جبل رحمت پر پایا۔ اور اُن کو

صـ۱۰۰

---

[1] کعبہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ وہ پہلا گھر ہے جو زمین میں وضع کیا گیا ہے اور غرق سے یا جبّاروں سے یا جنت سے آزاد کیا گیا ہے یا اس لئے کہ اس کا کوئی مالک نہیں آزاد ہے ۱۲ منتہی الارب [2] ۹ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ سے ۱۲ کوس پر حاجیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [3] مقام مذکورہ میں ایک کوہ ہے ۱۲

تھوڑی دیر کے بعد پہنچا[1] سرزمین مکہ میں جاکر دعا اور خدا کے سامنے گریہ زاری کی تاکہ وہ ان کو ایک ایسا گھر بنانے کی اجازت دے۔ جو ان کی نماز کے لئے قبلہ اور ان کی عبادت کے لئے طواف گاہ ہو۔ جیسا کہ اس نے آسمان پر بیت المعمور[2] کو معین کیا ہے جو ملائکہ کی طواف گاہ اور روحانیین کی زیارت گاہ ہے۔ تب خداوند عالم نے ان کے پاس اس گھر کی شبیہ بھیجی۔ جو سراپردہ نور کی شکل پہ تھی۔ حضرت آدمؑ نے اس کو کعبہ کی جگہ پر (جہاں اب کعبہ ہے) رکھا اور جا جا کر طواف کرنے لگے، جب حضرت آدم کی وفات ہوئی۔ تو ان کے وصی جناب شیثؑ مٹی اور پتھر سے شکل مذکورہ کے بالکل مطابق[3] خانہ کعبہ کے بنانے کے ذمہ دار ہوئے پھر یہ (شیث کا قائم کردہ گھر) طوفان نوح سے خراب و برباد ہو گیا زمانہ گذرتا رہا یہاں تک کہ پانی سکھا دیا گیا۔ (امت نوح اور نوح کا) معاملہ طے کر دیا گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی نوبت آئی۔ آپ حضرت ہاجرہ[4] کو مقام مبارک (مکہ) میں لیکر آئے۔ یہیں حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت ہوئی تھی۔ یہیں آپ کا نشو و نما اور تربیت ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ اس مقام پر لوٹ کر آئے حضرت اسمٰعیل کے ساتھ بناء کعبہ میں شرکت کی اس واقعہ کا پتہ خداوند عالم کے اس قول میں ہے "اور جبکہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل ستونہائے بیت اللہ کو بلند کرنے لگے" پس ان دونوں نے اشارہ وحی کے مطابق تمام ان مناسبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اس گھر (شیثؑ کے قائم کئے ہوئے) میں اور بیت معمور میں تھیں۔ بیت اللہ کے ستونوں کو بلند کیا۔ اور ان مناسک[5] و مشاعر کو بجالانا شروع کیا۔ جن میں وہ تمام مناسبات محفوظ تھیں۔ جو ان میں اور شرع اخیر میں تھیں، خداوند عالم نے ان کے اس عمل کو قبول فرمایا اور (بیت اللہ کا) اس وقت تک بلکہ تا قیامت شرف و احترام حسن قبول کا ثبوت بن کر رہا۔ اہل عرب کے خیالات اس میں مختلف ہیں اور پہلا وہ شخص جس نے کعبۃ اللہ میں بت رکھے۔ عمرو بن لحی ہے (اس نے اس وقت ایسا کیا)

---

[1] عرف (کس) دیرہ میں پہنچا نماز (ضس) پہچان ۱۲ منتہی الارب [2] ایک گھر ہے جو چھٹے آسمان پر کعبہ کے مقابل ۱۲ منتہی الارب [3] حذو دو چیزوں کو باہم برابر کرنا۔ حذوت النعل بالنعل یعنی میں نے جوتی کو جوتی سے برابر کیا، قذہ تیر کا پر، محاورہ مذکور کے لفظی معنے یہ ہوئے۔ کہ ایک تیر کے پر کو دوسرے تیر کے پر سے اور ایک جوتی کو دوسری جوتی سے برابر کرنا، از صراح و منتہی۔ اس سے مقصد مطابقت تامہ ہے یعنی کسی شے کا دوسری شے سے پورے طور پر [4] ہاجر (فسف) نام مادر حضرت اسمٰعیل آپ کو آجرہ بھی کہتے ہیں از منتہی ہاجرہ جو مشہور ہے لغت میں اس کا پتہ نہیں غلط العام ہے [5] مناسک اعمال و افعال حج چنانچہ طواف و رمی جمرات و سعی و وقوف عرفات و قربانی و بستن احرام مناسک جمع منسک و مشاعر مرادف آں ۱۲ از غیاث و منتہی

جبکہ وہ اپنی قوم کا سردار اور انتظام بیت اللہ کا ذمہ دار ہوا۔ پھر وہ شہر بلقاء کی طرف گیا جو کہ شام میں ہے۔ (وہاں) اس نے ایک قوم والوں کو دیکھا کہ بت پرستی کرتے ہیں۔ ان لوگوں سے بتوں کے متعلق کچھ پوچھا وہ کہنے لگے کہ یہ ہمارے معبود ہیں جنہیں ہم نے بڑی بڑی مورتوں[1] اور انسانی جسموں کی صورت پر بنا لیا ہے۔ ہم ان سے مدد چاہتے ہیں تو مدد کئے جاتے ہیں اور بارش چاہتے ہیں۔ تو بارش ہوتی ہے۔ اس کو اس سے تعجب ہوا اور ان کے بتوں میں سے ایک بت ان سے مانگا۔ تو انھوں نے اس کو ہبل نامی بت دیدیا وہ اسے لیکر مکہ میں آیا۔ اُس کو کعبہ کے اندر رکھ دیا۔ اس کے ساتھ (دو بت) اساف و نائلہ بھی تھے جو شوہر و زوجہ کی صورت پر تھے اس لئے لوگوں کو ان کے احترام اور ان کی طرف تقرب حاصل کرنے اور انہیں خداوند عالم تک پہنچنے کا وسیلہ بنانے کی طرف دعوت دی یہ حالت (صنم پرستی) شاہ شاپور ذی الاکتاف کے ابتدائے عہد سے اس وقت تک رہی جبکہ خداوند عالم نے اسلام کو ظاہر فرمایا اور (بت خدا کے گھر سے) نکالے گئے اور باطل قرار دیئے گئے۔ اسی سے ہمیں اس شخص کا کذب معلوم ہوتا ہے۔ جس نے یہ کہا ہے کہ خدا کا محترم گھر بیت زحل ہے۔ اور جس کو اس کے بانی اول نے برجوں کے حالات معلوم کرکے اور ستاروں میں غور و فکر کرکے بنایا اور اس کا نام بیت زحل رکھا (ان لوگوں کے خیال کے مطابق) اسی لئے ہمیشہ کی بقا اور تعظیم اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس وجہ سے کہ ستارہ زحل بقا اور طول عمر پر تمام ستاروں سے زائد دلالت کرتا ہے اور (ہم کہتے ہیں کہ) یہ غلطی ہے۔ اس لئے کہ بنا اول بذریعہ وحی حاملان وحی کے ہاتھوں ہوئی۔ پھر یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ گھروں کی دو قسمیں ہیں۔ بیوت اصنام اور بیوت نیران (بتخانے اور آتش کدے) ہم نے ان مقامات کا جہاں آتشکدے تھے مقالات مجوس میں ذکر کیا ہے رہے وہ صنم خانے جو عرب و ہند کے تھے وہ سات ہیں جو مشہور تھے اور سیارات[2] ہفتگانہ پر (بحیثیت اسماء) بنائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض ایسے تھے۔ جن میں (پہلے) بت تھے (مگر) پھر آتش خانے بنا دئے گئے۔ اور بعض ایسے تھے جو آتش خانے نہیں بنائے گئے۔ بت پرستوں اور آتش پرستوں میں بڑی مخالفتیں تھیں اور حکومتیں درمیانی نزاعوں کا فیصلہ کیا کرتی تھیں جو شخص غالب اور زبر ہو جاتا تھا وہ خانہ کعبہ میں اپنے مذہب و دین کے ارکان و اعمال کے مطابق تغیر کر لیا کرتا تھا۔ ان بت خانوں

---

[1] جمع ہیکل۔ دلدار اور سخت ہر ایک چیز۔ کالبد۔ مورت ۱۲ منتہی الارب

[2] قمر۔ عطارد۔ زہرہ۔ شمس۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل ۱۲ غیاث

میں سے (پہلا بُت خانہ) اصفہان کے پہاڑ کی چوٹی کے اوپر (اصفہان سے) تین فرسخ کے فاصلہ پر بیت نارس ہے۔ اس میں بہت سے بت رہے۔ یہاں تک کہ گشتاسف بادشاہ نے جب وہ مجوسی[ا] ہو گیا۔ تو انہیں نکال باہر کیا اور اس کا آتشکدہ بنا دیا۔ اور انہی بتخانوں میں سے (دوسرا بتکدہ) وہ بُت خانہ ہے جو ہندوستان کے شہر ملتان میں ہے اس میں بہت سے بُت ہیں۔ جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اور ان میں سے تیسرا بُت خانہ جو ہندوستان ہی کے شہر سدوسان میں ہے۔ اور اس میں بڑے بڑے عجیب و غریب بُت ہیں۔ اور اہل ہند ان دونوں بُت خانوں کی طرف ہر سال میں کئی دفعہ خاص طریقہ پر قصد کر کے آتے ہیں۔ اور ان میں سے (چوتھا صنم خانہ) نوبہار ہے۔ جس کو منوچہر نے شہر بلخ میں چاند کے نام پر بنایا تھا۔ جب اسلام ظاہر ہوا تو اہل بلخ نے اسے برباد کر دیا۔ اور انہی (بتخانوں) میں سے پانچواں بتخانہ بیت غمدان ہے جو شہر صنعا یمن میں ہے۔ اس کو ضحاک نے زہرہ کے نام پر بنایا۔ اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس کو ویران کر دیا اور ان بتخانوں میں سے (چھٹا بُت خانہ) بیت کاؤوسان ہے۔ جس کو کاؤس بادشاہ نے آفتاب کے نام پر شہر فرغانہ میں عجیب عنوان پر بنایا اور معتصم نے اس کو ویران کر دیا۔

جاننا چاہیے۔ کہ اہل عرب کی مختلف قسمیں ہیں ان میں سے معطلہ اور محصلہ ہیں۔

مُعطّلة العرب

اس فرقہ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو پیدا کرنے والے کے اور حشر و نشر کے منکر ہیں۔ یہ وہ ہیں۔ جن کے متعلق قرآن مجید نے خبر دی ہے ان لوگوں نے کہا۔ کہ یہ ہماری زندگانی دنیا میں تو ہے۔ جس سے ہم مرتے جیتے ہیں (ان کے اس قول میں) ان طبائع محسوسہ کی طرف اشارہ ہے جو عالم سفلی میں ہیں اور زندگی کو محض ان کے اجتماع پر اور موت کو محض ان کے انتشار پر موقوف کر دیا ہے۔ پس (ان کے نزدیک ان طبائع کو) جمع کرنے والی طبیعت ہے اور فنا و ہلاک (منتشر) کرنے والا زمانہ ہے (لہٰذا طبیعت محیی ہوئی اور زمانہ مفنی ہوا) (پھر انکا قول ہے جس کی قرآن حکایت کرتا ہے) اور ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے (خداوند عالم کا ارشاد ہے) ان کو اس کا کچھ علم نہیں وہ محض گمان سے کام لیتے ہیں۔ خداوند عالم نے فکری امور سے اور فطری نشانیوں سے ان پر کثیر آیتوں اور سورتوں میں استدلال کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے "کیا انہوں نے یہ نہ سوچا کہ ان کے صاحب کو جنون نہیں ہے وہ تو کھلا ڈرانے والا ہے۔ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمینوں کی

[ا] تمجس مصدر جعلی مجوسی ہو جانا ۱۲ منتہی الارب

سلطنت میں اور جو جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ ان میں غور نہیں کیا۔ اور فرماتا ہے۔ "اے رسول تم یہ کہدو۔ کہ کیا تم اس کا انکار کرتے ہو۔ جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا" اور ارشاد ہوتا ہے۔ اے بندو! تم اپنے اس پروردگار کی عبادت کیا کرو جس نے تم کو خلق فرمایا۔ (ان آیات میں،۔ اقدس الٰہی نے آفرینش کے ذریعہ سے خالق پر اور اس امر پر استدلال قائم کیا ہے۔ کہ وہ ابتدائے آفرینش پر بھی اور (مار ڈالنے کے بعد) لوٹا نے (پھر زندہ کرنے) پر بھی قدرت کاملہ رکھتا ہے (ابداء و اعادہ کمال کے ساتھ کرسکتا ہے)۔

اور معطلہ (کی قسموں (میں سے ایک قسم (میں) وہ (لوگ) ہیں۔ جنہوں نے خالق کا اور ابتداء خلقت و ایجاد کا اعتراف کیا ہے۔ اور (حشر و نشر کا انکار کیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی بابت قرآن نے (ان الفاظ میں) خبر دی ہے کہ "انسان ہمارے لئے مثالیں گڑھنے لگا۔ اور (اپنی خلقت کو بھول گیا۔ (کہ کس طرح بغیر اس کے کہ پہلے سے کوئی وجود ہو موتی تھی) اور کہنے لگا۔ کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرسکتا ہے۔ پس جب اُنہوں نے آفرینش اولی کا اعتراف کرلیا تو اقدس الٰہی نے ان پر اس خلقت اولیہ کے ذریعہ سے استدلال کیا۔ کہ اے رسول ان سے کہدو۔ کہ جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ وہی (بوسیدگی و افتراق اجزا کے بعد) زندہ کرے گا اور فرمایا۔ کہ کیا ہم پہلی دفعہ کے پیدا کرنے سے تھک گئے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ پہلی ہی پیدائش کے بارے میں شک و شبہ (رکھتے) ہیں) اور ان میں سے ایک فرقے والے ایسے ہیں جنہوں نے خالق کا اور ابتدائے خلقت کا اور ایک قسم کے اعادہ کا اقرار کیا ہے۔ مگر انبیاء و رسل کا انکار کیا اور بتوں کی پرستش کی۔ یہ گمان کیا کہ وہ بت آخرت میں خدا کے سامنے ان کے سفارشی ہوں گے۔ ان کے پاس بطور حج آئے۔ ان کے لئے ہدیے ذبح کئے۔ قربانیاں کیں۔ اعمال و افعال مخصوصہ بجا لا کر ان کا تقرب چاہا، حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا۔ عرب میں ایسے بہت سے آدمی[۱] تھے۔ مگر ان میں سے جماعت قلیل (ایسی نہیں ہے) جن کا ہم ذکر کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن مجید نے اس طرح خبر دی ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس رسول کو کیا ہو گیا ہے یہ تو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے" اس جملہ تک[۲] "کہ تم تو ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو"۔ پس خداوند عالم نے ان پر استدلال

---

[۱] دھما بہت عدد ۱۲ منتہی الارب [۲] شرذمہ (کسلف) تھوڑے سے آدمی۔ ہر چیز کا ٹکڑا ۱۲ منتہی الارب [۳] باقی آیت یوں ہے لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ الآیۃ یعنے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہ بھیج دیا کہ وہ اس کے ساتھ ڈرانے والا ہوتا یا اس پر خزانہ کیوں نہ ڈال دیا گیا یا اس کا کوئی باغ کیوں نہ ہوا کہ یہ اس میں سے کھاتا اور نافرمان یہ کہتے ہیں کہ تا آخر

قائم کیا۔ کہ انبیاء و مرسلین سب اسی طرح تھے۔ چنانچہ فرماتا ہے "اور ہم نے جو تم سے پہلے رسول بھیجے تھے وہ کھانا بھی کھایا کرتے تھے اور بازاروں میں بھی چلا پھرا کرتے تھے"

اہل عرب کے شبہات انہیں دو شبہوں میں محدود تھے ایک مع جسموں کے زندہ ہونے کا انکار دوسرے بعثت انبیاء کا انکار پہلے شبہ کی بنا پر وہ کہتے تھے کہ "جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے، آیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی" (مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) اسی طرح کی دوسری آیات (میں بھی ان کے اقوال کی حکایت ہے) ان لوگوں نے ان عقائد کو اپنے اشعار میں بھی ادا کیا ہے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

زندگی۔ پھر موت پھر دوبارہ زندہ ہونا اے ام عمر یہ سب لغو باتیں ہیں ۞

کوئی اور شخص شعراء عرب میں سے اہل بیت مشرکین کے مرثیہ میں (جنگ بدر کے متعلق) کہتا ہے۔ چاہ[۱] بدر میں (جس کے اندر مقتولین بدر ڈال دئیے گئے ہیں) آبنوس کے پیالے ہیں ہیں جو کوہان شتر کے گوشت سے بھر دئیے جائیں۔ رسول ہمیں اس امر کی خبر دیتے ہیں کہ ہم (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائینگے (سمجھ میں نہیں آتا کہ) بھیجوں[۲] کی اور سروں کی زندگی (بعد موت) کیسے ہو سکتی ہے (بھیجوں اور سروں سے مراد انسان ہیں ۞

بعض عرب تناسخ کے معتقد ہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ جب انسان مرجاتا ہے یا قتل کر دیا جاتا ہے تو دماغ کا خون اور اس کے اجزاء جمع ہوتے ہیں۔ اور اُن کا اُلو پرند بن جاتا ہے جو ہر صدی[۳] میں قبر کے سرہانے آتا ہے۔ رسول خدا صلعم نے ان سے ان سب باتوں کا انکار کیا اور فرمایا کہ نہ کوئی اُلو ہے نہ لپٹ[۴] جانے والی بیماری۔ کوئی شے ہے نہ آدمی[۵] کے پیٹ میں کوئی سانپ ہے (یہ سب عرب متوہمانہ عقائد تھے) اور دوسرا شبہ (اس کے متعلق یہ ہے کہ) وہ رسول کے بشر کی صورت میں مبعوث ہونے پر انکار شدید اور اصرار شنیع کرتے تھے قرآن پاک ان کے اس اعتقاد کی اس طرح خبر دیتا ہے "اور آدمیوں کو جبکہ ان کے پاس ہدایت آ چکی تو ایمان لانے سے روکا کس چیز نے؟ پس انہوں نے یہ کہدیا۔ کہ کیا خداوند عالم نے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر

---

[۱] قلیب (نکس) (۱) کنواں یا گول (۲) نہ بنایا ہوا کنواں یا پرانا کنواں شیز (کس) آبنوس کی لکڑی یا شیشم کی لکڑی یا اخروٹ کی یا ایک کالی لکڑی جس کے برتن بناتے ہیں انکلکل (خفتصفی) گھر لینا احاطہ کرنا؛ سنام کوہان ۱۲ منتہی الارب [۲] جمع صدی (ف) مغز سر بھیجا ہام (فس) جمع ہامہ (فسف) سر ۱۲ منتہی الارب [۳] عدوی (فسف) بیماری جو ایک سے دوسرے کو لگ جائے ۱۲ منتہی الارب [۴] صفر (فف) آدمی کے پیٹ میں ایک سانپ ہے جو پہلوؤں کی ہڈیوں میں چمٹتا ہے اور ان کو کاٹتا ہے ۔ ۱۲ منتہی الارب

بھیجا ہے؟ (ان میں سے) جو لوگ ملائکہ کے معترف تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ دکار رسالت انجام دینے کے لئے) آسمان سے کوئی فرشتہ آئے اور جو لوگ ان کے قائل نہ تھے وہ کہتے تھے کہ خدا کی جناب میں ہمارے سفارشی اور تقرب کا ذریعہ نصب کئے ہوئے بُت ہیں۔ رہا، ہمارے لئے احکام اور شریعت خدا کا وجود" یہ کچھ نہیں (نا قابل تسلیم ہے)۔ بنا بریں وہ ان بتوں کی عبادت کرتے تھے جو (ان کے نزدیک خدا کی درگاہ میں تقرب کے) وسیلے تھے (ان کے نام) وَد۔ سواع۔ یغوث، یعوق اور نسر تھے۔ وَد مقام دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع بنی ہزیل کا بُت یہ تھا اس کا حج کرنے آتے تھے اور اس پر قربانیاں کرتے تھے۔ یغوث قبیلہ مذحج اور چند قبائل یمن کا بُت تھا۔ نسر سرزمین حمیر میں ذی الکلاع کا بت تھا، یعوق ہمدان کا لات طائف میں بنی ثقیف کا عزیٰ قریش، تمام بنی کنانہ اور قوم بنی سلیم کا اور منات۔ اوس۔ خزرج اور غسان کا بت تھا۔ ہبل ان کے نزدیک ان کے تمام بتوں سے بڑا اور پشت خانہ کعبہ پر نصب تھا اور اساف ونائلہ کوہ صفا و مروا پر نصب تھے۔ ان کو عمر بن لحی نے وہاں) رکھا تھا۔ اور یہ ان پر کعبہ کے سامنے قربانیاں کیا کرتا تھا۔ وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ یہ دونوں قبیلہ جرہم کے (دو آدمی) تھے۔ اساف عمرو کا بیٹا اور نائلہ سہل کی بیٹی ان دونوں نے کعبہ کے اندر بد عملی کی تو خدا و عالم نے دونوں کو پتھروں کی صورت پر مسخ کر دیا۔ بعض کا قول ہے کہ ایسا نہیں بلکہ یہ دونوں بُت تھے۔ جن کو عمرو بن لحی نے لاکر صفا پر رکھا اور بنی ملکان بن کنانہ کا ایک بت تھا۔ جس کو سعد کہتے تھے یہ وہی بُت ہے جس کے متعلق کہنے والا کہتا ہے سہ

(۱) ہم سعد کے پاس اس لئے آئے۔ کہ وہ ہماری پریشانیوں[1] کو رفع کرے۔ مگر اس نے ہمیں اور پریشان کر دیا۔ لہذا اب ہمیں سعد سے کوئی مطلب نہیں۔

(۲) سعد تو محض میدان[2] میں رکھا ہوا ایک پتھر ہے جو کسی کو نہ ہدایت کی طرف بلا سکتا ہے نہ ضلالت کی طرف"

اور عرب جب لبیک کہتے تھے یا کلمہ پڑھتے تھے تو اس طرح کہا کرتے تھے

[3] لبيك اللهم لبيك، لبيك، لا شريك لك، الا شريك هو لك۔ تملكه وما ملك"

ص ۱۰۷

[1] شمل (فس) متفرق و پریشان کام تشتر بتر تشتیت پریشان و متفرق کرنا ۱۲ منتہی الارب

[2] تنوفۃ (فصف) بیابان، زمین فراخ بعید الطرف دشت بے آب آتش اگرچہ گیاہ ناک ہو تنائف جمع ۱۲ منتہی الارب [3] میں حاضر ہوں۔ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر ایک شریک ہے۔ تو اس کا

بعض عرب یہودیت کی طرف مائل تھے۔ بعض نصرانیت کی طرف مائل تھے۔ اور بعض فرقہ صابئہ[1] پر فریفتہ تھے۔ اور انواء[2] پر اسی طرح اعتقاد رکھتے تھے۔ جیسے کہ نجومی سیارات کے متعلق رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ (ان کے خیال کے مطابق) انواء میں سے کسی نوء کے اثر کے بغیر نہ کوئی حرکت کر سکتا ہے نہ سکونت پذیر ہو سکتا ہے نہ سفر کر سکتا ہے۔ اور نہ قیام کر سکتا ہے۔ عرب بطور محاورہ کہتے ہیں مطرنا بنوء کذا یعنی ہمارے لئے اس نوء کی وجہ سے پانی برسایا گیا۔ اور بعض عرب فرشتوں پر فریفتہ تھے۔ اور ان کو پوجتے تھے۔ بلکہ وہ لوگ جنوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے متعلق اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ خدا کی بیٹیاں ہیں ۔

المحصّلة من العرب

جاننا چاہیئے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں عرب تین قسم کے علوم سے واقف تھے۔ ایک علم انساب و تواریخ و ادیان اس کو وہ شریف قسم سمجھتے ہیں۔ خصوصاً انساب اجداد نبی صلعم کے علم کو اور اس نور کے حالات پر اطلاع کو جو صلب ابراہیم سے اسمٰعیل میں آیا تھا۔ اور آپ کی ذریت میں اس کے تسلسل و تواصل پر اطلاع کو یہاں تک کہ وہ نور کسی قدر وادی کے سردار اعلے بزرگی والے حضرت عبد المطلب کے روئے روشن[4] میں ظاہر ہوا۔ اور فیل اعظم نے اس کو سجدہ کیا۔ اس پر قصہ اصحاب فیل گواہ ہے۔ اسی نور کی برکت سے باری تعالٰے نے ابرہہ کے شر کو دفع کیا اور گروہ ابرہہ پر ابابیل پرندوں کو بھیجا۔ اسی نور کی برکت سے عبد المطلب نے مقام زمزم کی پہچان اور ان ہرنوں[5] اور تلواروں کے پالینے کے متعلق خواب دیکھا تھا۔ جنہیں جرہم نے (چاہ زمزم میں) دفن کر دیا تھا۔ اسی نور کی برکت سے آپ کو اس نذر کا الہام کیا گیا

---

[1] صابئہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے ۱۲ مختار الصحاح [2] انواء واحد نوء معنے میں آپ بخفتہ بتنے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نوء (فس) ستارہ جو غروب کو مائل ہو یا ستارہ طالع یہ چاند کی ایک منزل ہے۔ اس کی اٹھائیس منزلوں سے انواء۔ نوءان جمع بادہ مغرب میں ایک غروب کی منزل ہے فجر کے وقت اور اسی وقت مشرق میں وقت طلوع اس کے مقابل میں شب کو تیرہ[13] روز تک ایسا ہے ہر ایک ستارہ سے گذر جانے تک سوائے بدر کے اسلئے کہ اس کے چودہ دن ہیں اور عرب مینوں اور ہواؤں اور حرارت و برودت کو اس میں سے اس کے ساقط کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اصمعی کہتا ہے کہ طالع کی طرف ۔۔ عرب بولتے ہیں مطرنا بنوء کذا پس جسے نوء سے وقت مراد رکھی ہے تو وہ جائز ہے یعنی اللہ تعالٰے نے مینہ کی اس میں عادت جاری کی اور جس نے کہ اسی سے مینہ کی امید رکھی سوائے اللہ تعالٰے کے تو وہ کافر ہے ۱۲ منتھی [3] سید وادی حضرت عبد المطلب سے مراد ہے۔ ۱۲ [4] اسارید (تقسکس) چہرہ کی خوبی دونوں رخسار کی خوبی ۱۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھو)

تھا۔ آپ نے اپنے دسویں بیٹے کے ذبح کرنے کے متعلق کی تھی اور اسی واقعہ کی وجہ سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۔ ۵؎ ابرہہ وہ بادشاہ تھا جس نے کعبہ کی بربادی کا قصد کیا تھا لیکن خداوند عالم نے اسے بھیجے ہوئے ابابیل پرندوں سے ہلاک کرا دیا اس کے پاس ایک بہتر بڑا سفید ہاتھی تھا جس کے دونوں دانتوں پر ہر قسم کے جواہر جڑے تھے وہ اس ہاتھی کے سبب تمام بادشاہوں پر فخر کرتا تھا۔ واقعہ فیل کے زمانہ میں جب حضرت عبدالمطلب کی ابرہہ سے ملاقات ہوئی۔ تو اس وقت اس نے فیلبان کو حکم دیا کہ وہ ہاتھی لائے اس ہاتھی کو ہر طرح کی زینت اور رنگ برنگ کے لباس زیور سے آراستہ کرکے لائے۔ اس نے آپ کے قریب پہنچتے ہی آپ کو سجدہ کیا اپنے بادشاہ کو اس نے کبھی سجدہ نہ کیا تھا اس نے بزبان عربی فصیح آپ کو سلام بھی کیا اس ہاتھی کا نام محمود تھا ۱۲ ۶؎ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کعبہ میں سونے کے دو ہرن اور پانچ تلواریں تھیں جب قبیلۂ خزاعہ قبیلۂ جرہم پر غالب آئے اور چاہا کہ حرم کو ان سے چھین لیں۔ جرہم نے وہ تلواریں اور دونوں ہرن جو سونے کے تھے۔ چاہ زمزم میں ڈال کر اس چاہ کو خاک سنگ سے اس طرح بھر دیا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہا۔ اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ ان چیزوں کو نکال نہ سکے۔ جب قصی جو عبدالمطلب خزاعہ پر غالب آئے۔ اور پھر ان سے مکہ چھین لیا۔ زمزم کا مقام ان کو معلوم نہ ہوا اور آگاہ نہ تھے کہ کہاں ہے یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب کو مکہ معظمہ کی ریاست ملی۔ ان کے لئے کعبہ کے سامنے ایک مسند بچھاتے تھے اور ان کے سوا دوسرے کے واسطے نہ بچھاتے تھے ایک رات کعبہ کے پاس سوتے تھے ناگاہ خواب میں دیکھا۔ کہ کوئی شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ برّہ کو کھودو۔ جب بیدار ہوئے سمجھ نہ سکے کہ برّہ کیا ہے دوسری رات پھر اسی جگہ سوئے اور اسی شخص کو خواب میں دیکھا۔ اور ان سے کہا طیبہ کو کھودو۔ پھر تیسری رات خواب میں دیکھا کہ مضنونہ کو کھودو۔ پھر چوتھی رات وہی شخص خواب میں آیا۔ اور کہا زمزم کو کھودو جس کا پانی کبھی تمام نہ ہوگا اور حاجی اس کو پئیں گے اور اس کو اس جگہ کھودو جہاں سفید پر کا کوا چیونٹیوں کے سوراخ کے پاس بیٹھا ہے۔ چاہ زمزم کے پاس ایک سوراخ تھا اور اس سے چیونٹیاں باہر نکلتی تھیں اور ایک کوا جس کے پر سفید تھے ہر روز وہاں آکر چیونٹیوں کو کھایا کرتا تھا۔ عبدالمطلب نے جب یہ خواب دیکھا اس وقت اپنے سب خوابوں کی تعبیر سمجھے اور موضع زمزم سے آگاہ ہوئے بعد اس کے قریش کے پاس آکر کہا چار رات متواتر خواب میں چاہ زمزم کھودنے کا مجھے حکم ہوا ہے اور وہ ہماری فخر و عزت کا سبب ہے پس آؤ اس کو کھودیں ان لوگوں نے قبول نہ کیا عبدالمطلب خود زمزم کے کھودنے میں مصروف ہوئے۔ ان کا ایک فرزند جس کا حارث نام تھا۔ زمزم کے کھودنے میں ہی انکی مدد کرتا تھا جب زمین کا کھودنا دشوار ہوا اسی دوران کعبہ کے پاس آکر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور تضرع وزاری کے بعد یہ نذر کی کہ اگر حق تعالیٰ انکو دس فرزند عطا کرے۔ ان میں سے ایک کو جو سب سے زیادہ محبوب ہو قربانی کریں بعد اسکے پھر کھودنا شروع کیا اور یہاں تک کھودا کہ حضرت سمعیل کی عمارت اس کنوئیں میں ظاہر ہوئی۔ اسوقت جانا کہ پانی تک پہنچے اور اللہ اکبر کہا قریش نے بھی اللہ اکبر کہا اور کہا اے حارث یہ ہمارا فخر و کرامت ہے اس میں ہمارا بھی حصہ ہے ہم تم کو سب دینگے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا تم نے اسکے کھودنے میں میری مدد نہ کی اسلئے یہ میرے اور میرے فرزندوں کے لئے قیامت تک مخصوص ہے ۱۲

آنحضرتؐ نے یہ کہکر فخر فرمایا ہے انا ابن الذبیحین میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں - ذبیح اول سے (آپ کے جد اعلیٰ) حضرت اسمٰعیل مراد ہیں - جو سب سے پہلے وہ بزرگ تھے - جن کی طرف یہ نور آیا اور پوشیدہ ہوگیا - اور ذبیح ثانی سے (آپ کے پدر بزرگوار) جناب عبداللہ مراد ہیں جو سب سے آخری وہ بزرگ تھے - جن کی طرف یہ نور آیا اور پورے طور پر ظاہر ہوگیا اسی نور کی برکت سے حضرت عبدالمطلب اپنی اولاد کو ظلم و بغاوت چھوڑ دینے کا حکم دیتے تھے انہیں پسندیدہ اخلاق کی ترغیب دیتے تھے اور حرکات رذیلہ سے روکتے تھے - اسی نور کی برکت سے عرب کی حکومتوں کا انتظام[۵] کرنا اور جھگڑا کرنے والوں کے نزاعات میں فیصلہ دینا آپ کے سپرد کیا گیا تھا - چنانچہ آپ کے لئے عدالت گاہ میں تکیہ لگا دیا جاتا تھا - آپ (اس پر) کمر لگا کر کعبہ کی طرف (رخ کر کے) بیٹھتے تھے - اور قوم کے معاملات کا فیصلہ فرماتے تھے - اسی نور کی برکت سے آپ نے ابرہہ سے کہا تھا - کہ اس گھر کا ایک مالک ہے جو خود اس سے (دشمنوں کو) دفع کریگا - اور اس کی حفاظت کریگا - اسی کے متعلق آپ نے کوہ بوقبیس پر چڑھکر فرمایا ؎

(۱) بارالٰہا[۱] ہر شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے - لہٰذا تو بھی اپنے مال و متاع (خانہ کعبہ) کی حفاظت فرما -

(۲) ان کی طاقت اور قوت و مکر تیرے قوت[۲] انتقام پر ہرگز غالب نہیں آسکتا -

(۳) اگر تو نے ان کو (بغیر انتقام) اور کعبہ کو (بغیر حفاظت) چھوڑ دیا تو یہ تیری مشیت ہے (اس میں کسی کو کیا دخل) اسی نور کی برکت سے حضرت عبدالمطلب اپنی وصیتوں میں فرمایا کرتے تھے کہ ظالم دنیا سے نہیں جاسکتا - جب تک خداوند عالم اس سے انتقام نہ لے اور اس کو سزا نہ مل جائے - (اتفاقاً) ایک ظالم شخص اپنی موت[۵] مرگیا - جس کو سزا نہ ملی تھی - جناب عبدالمطلب سے یہ کہا گیا - تو آپ نے غور کیا اور کہا کہ بخدا اس (ظالم کے) گھر کے قریب کوئی ایسا گھر ہے - جس میں نیکی کرنے والوں کو اس کی نیکی کی جزا دی جاتی ہے - اور برائی کرنے والے کو

---

۱ الحذار - نشیب میں اترنا ۱۲ منتہی الارب ۲ نظر (دفف) لوگوں کے درمیان حکم کرنا ۱۲ منتہی الارب ۳ لاهم (مخفف) بمعنی اللّٰھم ۱۲ منتہی الارب ۴ محال (کفس) قوت - عذاب - انتقام ۱۲ منتہی الارب ۵ "حتف انف" بچھونے کی موت بدوں قتل و ضرب و غرق و حرق اس کا استعمال ہر جاندار میں ہے اسی معنے میں حتف انفہ و حتف فیہ بھی مستعمل ہے اور لفظ انف یعنی ناک کی اس لئے خصوصیت ہے کہ ایسے شخص کی روح سانس لیتے لیتے ناک کے رستے نکل جاتی ہے اسلئے کہ عرب کے گمان میں یہ تھا کہ مریض کی روح ناک کے راستے نکل جاتی ہے اور زخمی کی روح زخم کے راستے ۱۲ منتہی الارب

اس کی برائی کی سزادی جاتی ہے۔ اس کے جوار کی برکت کی وجہ سے یہ بھی محفوظ رہا ہو۔

اور جو واقعات آپ کے مبدء و معاد (یعنی خدا ہی نے سب کو اولاً پیدا کیا اور وہی مرجانے کے بعد زندہ کرکے میدان حشر میں لوٹائیگا) کو ثابت کرنے پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے یہ (واقعہ) ہے۔ کہ آپ اپنے فرزند گرامی حضرت عبداللہ سے قمار کے تیر کی مثال بیان کیا کرتے تھے (جو جیسا تیر پھینکا گیا ویسا ہی حصہ پائیگا) اور فرمایا کرتے تھے "بارالہا تو ایسا بادشاہ ہے جس کی سب حمد کرتے ہیں۔ اور تو میرا پروردگار (بحیثیت خلقت اولیہ) پیدا کرنے والا اور مرنے کے بعد زندہ کرکے میدان حشر میں) لوٹانے والا ہے اور دنیا مال اور موروثی (پرانا) مال سب تیری ہی طرف سے ہے۔

اور ان واقعات میں سے جو ان کے حال رسالت اور شرف نبوت کے جاننے پر دلالت کرتے ہیں یہ (واقعہ) ہے۔ کہ جب اہل مکہ پر اس قحط عظیم کی مصیبت پڑی اور دو سال تک ابر اکا برسنا رُکا رہا۔ تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب کو حکم دیا۔ کہ وہ محمد مصطفےٰ کو لائیں۔ اس وقت آپ شیرخوار اور قماط[1] میں لپٹے ہوئے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے آپ کو ہاتھوں پر رکھا اور کعبہ کی طرف رخ کرکے آسمان کی طرف پھینک کر فرمایا۔ کہ خداوندا! اس لڑکے کا واسطہ اور دوسری و تیسری مرتبہ پھینکا اور یہ کہتے جاتے تھے کہ خداوندا! اس لڑکے کا واسطہ تو ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جو شدت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ متصل برسنے والی ہو۔ پس کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ابر نے روئے آسمان کو گھیر[3] لیا اور اس قدر برسا کہ لوگوں نے مسجد الحرام کے گرجانے کا خوف کیا۔ اور حضرت ابوطالب نے قافیہ لام کے وہ شعر شروع کئے جن میں سے چند یہ ہیں ؎

(۱) یہ بچہ پاک ناموس[4] ہے۔ اس کے چہرہ کی برکت سے بادلوں سے بارش چاہی جاتی ہے یہ یتیموں کے لئے پناہ اور بیواؤں اور محتاجوں کا نگہبان اور پرسان حال ہے۔

(۲) اس کے پاس آل ہاشم کے قریب ہلاکت آدمی آجاتے ہیں تو اسکے پاس نعمت اور اعلےٰ احسان میں رہتے ہیں۔

[1] قماط: کفس، گہوارہ میں بچہ کا دست بند و پائے بند۔ یہ عرب کی عورتوں کا دستور تھا ۱۲ منتہی الارب

[2] غیث: رفس، مینہ ہطل برابر برسنے والا مینہ ۱۲ منتہی الارب [3] تطبیق: ساری چیز کو گھیر لینا اور اس کو شامل ہونا۔ ڈھانک لینا ۱۲ منتہی الارب [4] ابیض پاک ناموس منتہے "ثمال جمع ثمالہ" دروتمال بالکسر بمعنی پناہ "ارامل جمع ارملہ زن بے شوہر و محتاج درویش ۱۲ صراح [5] اطاف مصدر از باب افعال کسی پر آترنا اور نزدیک ہونا اور احاطہ کرنا جیسے اطاف بہ" فواضل جمع فاضلہ فضیلت و احسان نیز قدر و منزلت کی بلندی ۱۲ منتہی الارب

(۳۰ ہم) خانہ کعبہ کی قسم تم نے یہ جھوٹ بولا ہے۔ کہ محمد مغلوب[1] کر دئے جائیں گے۔ اور ہم ان کی طرف سے نیزہ بازی اور تیر اندازی نہ کریں گے اور ان کو چھوڑ دینگے یہاں تک کہ ان کے گرد پچھاڑ دئے جائیں گے (ہلاک کر دئے جائیں گے) اور اپنی اولاد اور عورتوں سے غافل ہو جائیں گے۔

اور ان علوم کی دوسری قسم (جن کو عرب لوگ جانتے تھے) علم خواب ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت کے تعبیر خواب دینے والوں میں سے تھے اور صحیح تعبیر دیتے تھے۔ لوگ ان کے پاس آتے تھے اور (خوابوں کی تعبیریں) پوچھا کرتے تھے۔ اور تیسری قسم علم انوار[2] ہے۔ اور یہ وہ علم ہے جسے قائف[3] گو اور نشان قدم کے پہچاننے والوں نے اُن سے لیا تھا۔ اسی کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ٥ طرنا بنوء کذا کہے اس نے ان امور و احکام کا انکار کیا۔ جو محمدؐ پر نازل ہوئے ہیں۔ بعض عرب ایسے تھے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے تھے اور نبوت کا انتظار کرتے تھے۔ ان لوگوں کی کچھ سنتیں اور شریعتیں تھیں۔ جن کا ہم ذکر کر چکے اس لئے کہ یہ محصلہ ہونے کی ایک قسم ہے۔ پس ان لوگوں میں سے کہ جو ظاہر ہونے والے نور کو اور نسب پاکیزہ کو جانتے تھے۔ دین حنیفی[4] کا اعتقاد رکھتے تھے اور جناب رسالتمآب کے ظہور کا انتظار کرتے تھے۔ زید بن عمرو بن نفیل تھا یہ اپنی کمر کو خانہ کعبہ سے لگا کر کہا کرتا تھا۔ کہ لوگو! میری طرف آؤ۔ اس لئے کہ دین حضرت ابراہیمؑ پر میرے سوا کوئی باقی نہیں۔ امیہ بن ابی الصلت نے ایک دن ان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ ہر مذہب سوائے مذہب حنیفی کے قیامت کے دن خدا کے نزدیک کفر و شرک[5] قرار پائیگا۔ امیہ نے کہا۔ کہ تم سچ کہتے ہو زید ہی کا یہ بھی قول ہے کہ قیامت کے دن جب سب لوگ جمع کئے جائیں گے۔ تو مجھے تجھ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

اور جو شخص توحید کا معتقد اور روز حساب کا قائل تھا وہ قس بن ساعدہ ایادی تھا وہ اپنے نصائح میں کہتا ہے۔ کعبہ کے مالک کی قسم وہ ہر اس چیز کو ضرور لوٹائیگا جو ہلاک ہو گئی اگر وہ باقی رہتی ہے تو وہ اسے حتماً کسی دن لوٹائیگا۔ اور یہ بھی اسی کا قول ہے۔ کہ کوئی

---

[1] بزی بیقالی بزاعلیہ بیزد لے تطاول، بازی بازبراہ جمع بزوں بفتحتین بر جستن و ابزی فلاں لفلان اذا قہرہ وغلبہ مناضلہ آپس میں تیر اندازی کرلی تو ہول نافل ہوتا۔ حلائل جمع حلیلہ جورو ۱۲ منتہی و صراح

[2] شرح بچھے پیکھیے [3] کہ جمع کاہن فال گو از کہانۃ فال گوئی اور نافہ جمع قائف بے رشناس۔ کھوج پہچاننے والا ۱۲ منتہی و صراح [4] اسلام خالص جو حضرت ابراہیم کا مذہب تھا ۱۲ [5] زور (ص س) جھوٹ۔ کفر۔ شرک ۱۲ منتہی الارب

معبود نہیں بلکہ صرف خدا ہی معبود ہے وہ کسی سے پیدا نہیں ہؤا۔ اور نہ وہ کسی کا باپ ہے۔ اسی نے اول اول (سب کو) پیدا کیا۔ اور وہی (مرنے کے بعد زندہ کر کے سب کو) لوٹائے گا فردائے قیامت اسی کی جانب بازگشت ہوگی۔ اعادہ کے معنے میں کہتا ہے ۔

(۱) اے (لوگوں کی) موت پر رونے والے حالانکہ مردے قبروں میں ہیں۔ اور ان پرانے (عمدہ عمدہ) کپڑوں میں سے چند چیتھڑے باقی ہیں ۔

(۲) تو ان کو چھوڑ دے۔ اس لئے کہ ان کے لئے ایک ایسا دن آنے والا ہے۔ جس میں ان پر چیخ لگائی جائے گی (اور ہوشیار کئے جائیں گے) جیسے سخت آواز سن کر بیہوش ہو جانیوالا بیہوشی سے ہوش میں لایا جاتا ہے ۔

(۳) (چیخ لگائی جائیگی) یہاں تک کہ وہ اپنے (گذشتہ زندگی کے) حال کے ماسوا دوسرے حال میں آئینگے۔ ایک خلقت تو ان کی گذر چکی۔ پھر اس کے بعد (یہ مرنے کے بعد دوسری مرتبہ) پیدا کئے جائیں گے ۔

(۴) ان میں سے بعض تو برہنہ ہوں گے۔ اور بعض اپنے کپڑوں میں ان کپڑوں میں سے بعض نئے ہوں گے۔ اور بعض میلے اور پرانے ۔"

اور ان میں سے عامر بن ظرب عدوانی تھا۔ یہ عرب کے حکیموں اور خطیبوں میں سے تھا۔ اس کی ایک بڑی طولانی وصیت ہے۔ جس کے آخر میں کہتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی شے ایسی نہیں دیکھی جو خود بخود پیدا ہوگئی ہو۔ اور میں نے کوئی شے موجود نہیں دیکھی۔ مگر مصنوع (کسی بنانے والے کی بنائی ہوئی) اور نہ کوئی آنے والا دیکھا۔ مگر جانے والا اور اگر انسان کو مرض ہی مار ڈالا کرتا تو دوا یقیناً زندہ کر دیا کرتی (مگر ایسا نہیں ہے لہذا ان سب باتوں سے کسی اور ہی کا پتہ ملتا ہے) پھر اس نے کہا کہ میں امور شتی (مختلف و پراگندہ) اور حتی کو دیکھتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ حتی کیا اس نے کہا کہ حتی یرجع الخ یعنی یہاں تک کہ مردہ زندہ ہو کر لوٹے اور لاشی شے ہو کر لوٹے اور زمین و آسمان اسی لئے پیدا کئے گئے ہیں (اس کے کلام کا اشارہ معاد کی جانب ہے جو دیگر اہل عرب کے عقائد کے خلاف تھی۔ چنانچہ جب انہوں نے اس سے یہ بات سنی تو) وہ سب پشت پھیر کر چل دئے۔ اس نے کہا۔ کہ افسوس یہ تو ایک نصیحت تھی۔ کاش اس کو ماننے والا کوئی ہو یا اس نے شراب کے حرام قرار دینے والوں کے ساتھ اپنے اوپر شراب حرام کر لی تھی۔

ص ۱۱۲

۱؎ جدث (نف) قبر بزز (نت) جامہ۔ گھر کی پونجی کپڑے وغیرہ سے خرق جمع خرقہ (کسف) پھٹے پرانے گھسے ہوئے کپڑے کا ٹکڑا ۱۲ منتہی الارب ۲؎ صَعِق (نمک) جو سخت آواز سن کر بیہوش ہوگیا ہو ۱۲ منتہی الارب

۳؎ اَوْرَق من الورق (ضنف) خاکستری گونی۔ خلق (نفت) پرانا ۱۲ منتہی الارب

اس کے متعلق شعر کہتا ہے ؎

(۱) اگر میں نے شراب پی تو اس کی لذت کی وجہ سے، اور اگر اس کو چھوڑ دوں گا۔ تو اس لئے کہ میں اس سے دشمنی رکھنے والا[1] اور اسے نہایت ناپسند کرنے والا ہوں۔

(۲) اگر (شراب میں) جوانوں کے لئے لذت نہ ہوتی تو میں اسے نہ دیکھتا اور وہ مجھے نہ دیکھتی مگر گراں فروش کی دُور[2] کی (جیسی مستغنیانہ و بے نیازانہ) نظر سے؟

(۳) وہ جوان کے لئے اس شے کی خواہش[3] کرتی ہے جو اس کے پاس انہیں اور لوگوں کی عقل و مال کو لے اڑنے والی ہے۔

(۴) میں نے شراب پلانے اور پینے پر خدا کی قسم کھا لی ہے (کہ نہ پلاؤں گا اور نہ پیوں گا) یہاں تک کہ خاک قبر میرے جوڑ[4] جوڑ کو علیحدہ کردے گی

اور ان لوگوں میں سے کہ جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا۔ قیس بن عاصم تمیمی، صفوان بن امیہ بن محرث کنانی، اور عفیف بن معدی کرب کندی ہیں۔ ان لوگوں نے اس کے متعلق بہت سے شعر کہے اسلوم یامی نے شعر کہے ہیں۔ درآنحالیکہ اس نے زنا اور شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ؎

(۱) میں نے بڑی مدت کی رنجیدگی[5] کے بعد اپنی قوم سے صلح کر لی۔ اور معاملات میں صلح ہی زیادہ پائدار اور عمدہ چیز ہے۔

(۲) میں نے مے نوشی چھوڑ دی حالانکہ شراب ایک محبوب شے ہے۔ اور فاجرہ عورتوں[6] کو چھوڑ دیا۔ اور ان چیزوں کا چھوڑنا بڑی شرافت کی بات ہے۔

(۳) اے امیمہ میں نے ان سب چیزوں کو اپنی متانت و بزرگی کی وجہ سے چھوڑا ہے اور صاحب عقل[7] و پرہیزگار آدمی ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

اور ان لوگوں میں سے کہ جو پیدا کرنے والے پر اور خلقت حضرت آدم علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے۔ طابخہ بن تعلب بن وبرہ قضاعی کا غلام تھا۔ اس نے اس باب میں کہا ہے ؎

(۱) خدایا میں تجھ سے اس چیز کی دعا کرتا ہوں جس کا تو اہل ہے۔ اس ڈوبنے والے کی

---

[1] مقة (فس) کسی کو دشمن بنانا۔ قلا (کف) قلاء (فقم) کسی کو دشمن رکھنا نہایت ناپسند کرنا پھر چھوڑ دینا ۱۲ منتہی الارب [2] مدی، درازی نظر ۱۲ منتہی و صراح [3] مسئلۃ من السوال ۱۲ [4] جمع وصل، دو ہڈیوں کے ملنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [5] مضاضہ (فسف) مصیبت سے رنجیدہ ہونا اور جلنا ۱۲ منتہی الارب [6] جمع مومسہ (فسکف) فاجرہ عورت ۱۲ منتہی الارب [7] حجی (کف) عقل و دانش احجاء جمع معفف از تعفف حرام سے رکنا ۱۲ منتہی الارب

سی وعا کہ جو بچنے کی کوششؔ کر رہا ہو۔

(۲) اس لئے کہ تو تمام ثنا و خیر کا مالک اور احسانؔ کرنے والا ہے۔ تو غضبؔ غصہ اور ملامت کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔

(۳) تیرے مثل کو زمانہ پیدا نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس پھر بھی یہ حال ہے کہ گروہ صالح و جم میں تیرا کوئی حقیقی بندہ نہیں پایا جاتا۔

(۴) تو قدیم سب سے پہلا بزرگ اور وہ ہے کہ تو نے ہی زمانہ قدیم میں انسانوں کی خلقت کی ابتدا فرمائی ہے۔ انہیں میں سے زہیر بن ابی سلمی ہے۔ جب یہ درختؔ طاق کے پاس ہو کر گذرتا تھا۔ اور اس کے وہ خشک ہو جانے کے بعد برگ آور ہو گیا ہو۔ تو کہتا تھا کہ اگر مجھے عرب لیاں نہ دیتے۔ تو میں اس بات کا یقین کر لیتا۔ کہ جس نے تجھے خشک ہو جانے کے بعد زندہ کر دیا ہے۔ وہ ہڈیوں کو بھی بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ ایمان لے آیا۔ اور اپنے اس قصیدہ میں جس کا مطلع امن اُمّ اوفی دمنہ الخ ہے کہا ؎

(تمہارا خدا سے دل کی باتیں چھپانے کا ارادہ کرنا ایسا قبیح عمل ہے کہ) وہ مؤخر کر دیا جائے گا۔ اس میں دیر کی جائے گی) اور نامۂ عمل میں درج کر کے روز قیامت کے لئے ذخیرہ کر دیا جائیگا یا اس میں تعجیل کی جائے گی تو (دنیا ہی میں) اس کی سزا مل جائے گی۔ اور ان میں سے علاق بن شہاب تمیمی ہے۔ خدا پر اور قیامت پر ایمان لے آیا تھا۔ اسی کی بابت یہ کہتا ہے ؎

(۱) میں جنگ رفاعہ میں دشمن کے مقابل آیا اور اس سے جنگ کی۔

(۲) اور یہ جان لیا کہ خداوند عالم بندہ کو اس کے اچھے عملوں کی جزا دیگا۔

بعض عرب جب موت آتی تھی تو اپنی اولاد سے کہا کرتے تھے۔ کہ میرے ساتھ میری سواری کے اونٹ کو بھی دفن کر دینا تاکہ اس پر سوار ہو کر محشور ہوں۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میں پیدل محشور ہوں گا۔ زمانہ جاہلیت میں جُریبہ بن اشیم اسدی نے موت کے وقت اپنے بیٹے سعد سے وصیت کرتے ہوئے کہا ؎

(۱) اے سعد اگر میں مر جاؤں تو تجھے وصیت کرتا ہوں۔ اس لئے وصیت کا اہل سب سے زیادہ

لہ تشبثت۔ کسی چیز میں در آویختہ ہو چنگل مارنا ۱۲ منتہی الارب ۲ے طول (نفس) احسان کرنا بسخط (نفس) غصہ کرنا۔ لم تلم از الامہ۔ ملامت کردن، منتہی و صراح ۳ے غضاۃ (نفس) ایک درخت ہے جس کو طاق کہتے ہیں ۱۲ منتہی الارب ۴ے خُطّہ بضم کار و حال یقال جاء و فی راسہ خطہ اے حاجہ وخطہ نائیۃ ای مقصد بعید و یقال خطۃ الانصاف اے انتصف (انصاف کن) صراح والمقال بمعنی اتصال فمعنی اخذت منہ الخ اے قاتلتہ ۱۲

قریبی قریبی رشتہ دار ہوتا ہے ؀

(۲) نصیحت ہے کہ، تو اپنے باپ کو ایسی حالت میں نہ چھوڑ دینا کہ وہ حشر میں پیدل ہو کر گرتا پڑتا[۱]۔ ہاتھوں کے بل پچھاڑیں کھاتا ہوا اور لنگڑاتا ہوا آسکے ؀

(۳) اور (اپنے باپ کو (حشر میں) مطیع اونٹ پر سوار (کرنے کی تدبیر) کرنا (یعنی اونٹ کو میرے ساتھ ساتھ دفن کر دینا)، اور غلط کاری سے بچنا۔ اس لئے کہ یہ (غلطی سے بچنا) بہت اچھا اور درست ہے ؀

(۴) (اب وہ اپنے نفس سے خطاب کرتا ہے) شاید میرے ترکہ میں سے مجھے کوئی سواری مل جائے جس پر میں قبر میں اس وقت سوار ہوں جب (حشر میں بلانے کے لئے داور محشر کی طرف سے) کہا جائے کہ "سوار ہو جاؤ"

اور عمرو بن زید بن متمنی نے مرتے وقت اپنے بیٹے سے وصیت کرتے ہوئے یہ شعر کہے

(۱-۲) اے میرے بیٹے جب تو مجھ سے جدا ہو تو زندہ ہو کر اٹھنے کے لئے قبر میں ایک اونٹ مع اس پر ایک ٹھیک آنے والے (رخت) پالان کے قبر میں میرے ساتھ کر دینا تاکہ جب کہا جائے کہ سب ایکدم اونٹوں کو جمع کر کے محشر میں پہنچنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔" تو میں اس پر سوار ہو جاؤں"

(۳) وہ کون ہے جو حشر میں نہ آئے۔ اگر چہ گرتا پڑتا ہی سہی (مگر آئے گا ضرور) اس لئے کہ وہاں ہر طرح کے لوگ آئیں گے۔ تیز چلتے ہوئے بھی اور گرتے پڑتے بھی عرب ناقہ کو اس کا سر اس کے آخری حصہ کی طرف کمر یا سینہ اور شکم کے قریب الٹ کر (اس کے مالک کی قبر پر) باندھ دیتے تھے۔ اور ایک نمدہ لیکر اس کی کمر میں باندھ دیتے تھے اور (باقی حصہ) ناقہ کی گردن میں ڈال دیتے تھے۔ اور اس کو اسی طرح چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ قبر پر ہی مر جاتی تھی وہ اس ناقہ کو بلیۃ کہتے تھے۔ کسی عرب نے ان لوگوں کو جو بلا میں مبتلا ہوں تشبیہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ ان اونٹنیوں کی طرح ہیں جن کی گردنوں میں نمدے پڑے ہوئے ہوں ؀

---

[۱] عثر۔ عثار۔ عثیر (فس۔ کفس۔ نکس)، سر کے بل گرنا۔ منہ کے بل گرنا۔ ٹھوکر کھا کر گرنا۔ صرعۃ (کسف) پچھاڑ کھا کر گرنا، مکب (نصف) اونٹ کی لنگڑاہٹ ۱۲ منتہی الارب [۲] استیساق۔ اونٹوں کو جمع کرنا "منتہی" "ودظعن" رفتن و کوچ کردن ۱۲ صراح [۳] تدفیع دفع کرنا دھکیلنا یعنی اپنی تیز روی اور داور حشر کے پاس جلدی پہنچنے کی وجہ دوسروں کو دھکیلتے ہوئے اور عاثر یعنے گرتے پڑتے چلنے والے یعنی سست رفتار تیز چلنے والوں کے دھکیلنے کی وجہ سے گر گر پڑنے والے حشر میں تیز روی و سست روی اعمال کے حسن و قبح کے مطابق ہو گی [۴] کلکل (نصف) سینہ یا میانہ سینہ کا اندرون یا دونوں جن پر گردن کا بائیں گھوڑے کے تنگ باندھنے کی جگہ ۱۲ منتہی الارب [۵] ولیہ پشما گند ۱۲ منتہی الارب

محمدؒ بن سائب کلبی نے کہا ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں اکثر ان اشیاء کو حرام جانتے تھے۔ جن کو قرآن نے نازل ہو کر (بھی) حرام (ہی) قرار دیا۔ (مثلاً یہ کہ) وہ اپنی ماؤں، بیٹیوں خالاؤں اور بہنوں سے نکاح نہ کرتے تھے اور ان کا بدترین اعمال یہ عمل تھا کہ کوئی شخص دو بہنوں کو (ایک ساتھ زوجیت میں) جمع کر لے یا اپنے باپ کی زوجہ پر (شوہر بن کر اپنے باپ کا) قائم مقام ہو۔ وہ لوگ اس عمل سے ضیزن کہلاتے تھے۔ پہلا وہ شخص جس نے اجتماع اختین کیا ابو احیحہ سعید بن العاص قریشی تھا۔ کہ اس نے ہند اور صفیہ مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم کی دو بیٹیوں کو جمع کیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب عرب کا کوئی آدمی عورت کو چھوڑ کر مر جاتا تھا یا اس کو طلاق دیتا تھا تو اس کا بڑا بیٹا کھڑا ہوتا تھا۔ اگر اس کو اس عورت کی خواہش ہوتی تھی تو اس پر اپنا کپڑا ڈال دیتا تھا۔ اور اگر پسند نہ ہوتی تھی۔ تو اس کو اس کا کوئی اور بھائی نیا مہر باندھ کر بیاہ لیتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ عورت کا پیام[1] اس کے باپ یا اس کے بھائی یا اس کے چچا یا کسی چچازاد بھائی کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ اور ہر شخص اپنے ہمسر کو پیام دیتا تھا۔ پس اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک نسب میں دوسرے سے بہتر ہوتا تھا تو وہ (دوسرا) اس کو مال کی طرف ترغیب دیا کرتا تھا اور اگر کوئی ادنیٰ طبقہ[2] کا ہوتا تھا۔ تو وہ کسی ادنیٰ طبقہ والے شخص کے پاس پیام بھیجا کرتا تھا وہ کسی ادنیٰ طبقہ والی عورت سے ہی اس کی شادی کرا دیتا تھا اور پیام دینے والا جب ان کے پاس آتا تھا۔ تو کہتا تھا انعموا[3] صباحا (خدا تمہاری صبح کو اچھا اور آسودہ کرے) پھر کہتا تھا کہ ہم تمہارے ہمسر و برابر کے ہیں۔ پس اگر تم ہماری شادی کر دو گے تو ہم بھی مراد پائیں گے اور تم بھی اور ہم تمہارے مدح کرنے والے ہوں گے اور اگر تم نے ہمیں کسی ایسے سبب سے لوٹا دیا۔ جسے ہم معلوم کر لیں۔ تو پھر مجبوراً لوٹ جائیں گے۔ پس اگر (پیام دینے والا) اس کی قوم کا قریبی رشتہ دار ہو یا ہوتا (جس کے پاس پیام دے جا رہا ہے) تو عورت کا باپ یا بھائی اس سے اس وقت تھا۔ جب کہ وہ اس کے گھر لے جائی جاتی تھی کہتا تھا۔ کہ تو آسانی سے بچے جنے اور بیٹا جنے اور بیٹی نہ جنے خدا تجھے کثرت اولاد عزت اور بقا و ہمیشگی قرار دے (دعائیہ فقرے ہیں) تو اپنے اخلاق کو اچھا بنا اپنے

---

[1] خطب (ف س) عورت سے منگنی کرنی، وکک خطبہ (کسف) ۱۲ منتہی الارب

[2] ہجین (نکس) کمینہ و فرومایہ جس کا باپ آزاد اور ماں لونڈی ہو یا جس کا باپ حسب میں ماں سے بہتر ہو ۱۲ منتہی الارب [3] انعموا من النعومة نرم و نازک شدن منزل ینعمھم وہ مکان جو انہیں آسودگی سے رکھتا ہے۔ مکمل تجھ ۱۲ منتہی و صراح [4] "ایسار" عورت کا آسانی سے جننا۔ اذکار بیٹا جننا اینات بیٹی جننا ۱۲ منتہی

شوہر کا اکرام کر۔ اور چاہئے کہ پانی تیری[۱] خوشبو ہو۔ اور جب وہ کہیں دور بیاہی جاتی تھی تو وہ دباپ یا بھائی) اس سے کہتا تھا۔ کہ تو آسانی سے بچہ نہ جنے۔ اس لئے کہ تو دور کے لوگوں سے قریب ہو جائیگی (غیروں کی رشتہ دار ہو جائے گی) اور دشمن جنے گی۔ تو اپنے اخلاق کو اچھا بنا اور اپنے سسرالیوں[۲] سے اظہار محبت کر۔ اس لئے کہ ان کی آنکھ تیری نگراں رہے گی۔ اور کان (تیری مدارات کو) سنتا رہیگا۔ اور چاہئے کہ پانی تیری خوشبو ہو اور وہ لوگ (کچھ مدت کے) فرق کے ساتھ تین طلاق دیا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ پہلا وہ شخص جس نے ہر طلاق میں تین مرتبہ طلاق کہہ کر تین مرتبہ طلاق دیا۔ اسمٰعیل بن ابراہیم ہے۔ اس نے تین مرتبہ طلاق دیا۔ عرب ایسا کہا کرتے تھے۔ پس مرد اپنی زوجہ کو ایک مرتبہ طلاق دیتا تھا اور وہ اسوقت تک اوہ ہی (رجوع کرنے میں) اس کا سب سے زائد حقدار ہوتا تھا یہاں تک کہ جب تینوں طلاق پورے ہو جاتے تھے تو پھر اس سے (بالکل) قطع تعلق ہو جاتا تھا۔ اعشیٰ کا قول اسی سے متعلق ہے جب کہ اس نے ایک عورت سے شادی کی تھی۔ اس کے پاس عورت کے قوم کے آدمی آئے اور مارنے کی دھمکیاں دیں مگر یہ کہ وہ اسے طلاق دیدے۔ اس کا قول یہ ہے ؎

(۱) اے میری[۳] بی بی تو مجھ سے جدا ہو جا۔ اس لئے کہ تجھ کو طلاق ہو چکی ہے۔ لوگوں کے معاملات اسی طرح صبح[۴] و شام طے ہوتے رہتے ہیں ؞

ان لوگوں نے کہا کہ دوسرا شعر کہہ اس نے کہا ؎

تو جدا ہو جا اس لئے کہ جدائی لکڑی (کی نوبت آنے (مارپیٹ) سے بہتر ہے اور اگر تو جدا نہ ہوگی تو (لکڑی) تیرے سر پر (بجلی کی طرح) چمکتی رہے گی ؞

انہوں نے کہا۔ کہ تیسرا شعر کہہ اس نے کہا[۵]۔

ص۱۱۷

---

[۱] یعنی چاہئے۔ کہ پانی تیری خوشبو ہو تا بالفاظ دیگر پانی کو اس قدر استعمال کرنا کہ وہ تیری کمال لطافت وطہارت کا سبب ہو جائے۔ اور اس قدر صفائی اور پاکیزگی کی پابندی کرنا کہ ہر وقت رہے۔ رخصت کے وقت اور ہدایات کے ساتھ لڑکی کو یہ بھی ہدایت کی جاتی تھی۔ اور اس سے مقصد یہ ہوتا تھا۔ کہ وہ شوہر کی نظر میں پسندیدہ اور قابل توجہ و رغبت رہے ۱۲

[۲] جمع حمو۔ سسرال کے آدمی رشتہ دار جیسے الرجل مرد کی جورو کا باپ بھائی چچا اسی طرح حمو المرأۃ یعنی شوہر کے بھی اقارب ۱۲ منتہی [۳] جادۃ بمعنی جواد۔ پڑوسن سوتن ۱۲ منتہی الارب

[۴] غدو (فس) غدا و (صفت) غدوہ (نسف) کسی کے پاس صبح کو آنا طرق (فس) کسی کے پاس رات کو آنا ۱۲ منتہی الارب [۵] یہی سمجھ میں آتا ہے کہ تیسرا شعر سہواً درج نہیں ۱۲ شارح

کہتے ہیں۔کہ عورتوں کے نکاح کے متعلق زمانہ جاہلیت کا عمل چار طرح پر تھا (ایک یہ کہ) کوئی شخص پیام دیتا تھا اور شادی کر لیتا تھا دوسرے یہ کہ عورت کا کوئی آشنا ہوتا تھا جو اس کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ پس اگر اس کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں شخص (اس کے آشنا) کا ہے۔ اس کے بعد وہ اس سے شادی کر لیتا تھا۔ تیسرے یہ کہ عورت جھنڈے والی ... ہوتی تھی کہ اس کے پاس لوگ آیا جایا کرتے تھے۔ پس اگر اس کے کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو ان میں سے کسی ایک کے سر تھوپ دیا جاتا تھا ؎

راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ خانہ کعبہ کا حج اور عمرہ بجا لاتے تھے احرام باندھتے تھے۔ زہیر نے کہا ہے ع

کوہ قنان میں بہت سے میرا خون حلال سمجھنے والے اور بہت سے احرام سمجھنے والے ہیں

راوی کہتا ہے کہ وہ سات دن تک کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ حجر اسود پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ اور ما بین صفا و مروہ سعی کیا کرتے تھے ابوطالب کا قول ہے ؎

اور کوہ صفا و مروہ کے درمیان کوہ صفا تک بہت سے قدم[۳] ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان آدمیوں کی صورتیں اور اجسام نہیں ہیں۔ اور وہ لبیک اللھم الخ کہا کرتے تھے لیکن بعض لوگ لبیک کہتے ہیں۔ اپنے اس قول کے اندر خدا کا شریک قرار دیا کرتے تھے "الا شریک ھو لک تملکه وما ملک یعنی بارالٰہا تیرا ایک ایسا شریک ہے کہ تو اس کا اور ان تمام چیزوں کا مالک ہے۔ جس کا وہ مالک ہے اور تمام مواقف[۴] میں کھڑے ہوتے تھے۔ عدوی کہتا ہے ؎

میں اس گھر کی جس کا قریش حج کرتے ہیں اور ان حاجیوں[۵] کے کہ وہ الّ یم کھڑے ہوتے کی قسم کھاتا ہوں ؎ اور وہ ذقربانی کے لئے ہدیے (شتر و گوسفند) پیش کیا کرتے تھے رمی جمرہ[۶] کرتے تھے اور محترم مہینوں کو (جن میں جنگ خونریزی حرام تھی) محترم سمجھا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ان میں جدال و قتال نہیں کرتے تھے۔ مگر قبیلہ طے و خثعم اور بعض بنی حرث بن کعب کہ یہ نہ حج کرتے نہ عمرہ نہ محترم مہینوں کو محترم سمجھتے تھے اور نہ بلد حرام[۷] کو قریش نے لڑائی

---

[۱] دیکھو حاشیہ متن ۱۲ شارح [۲] عورت اپنے گھر پر سرخ یا کسی اور رنگ کا علم نصب کر دیتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ صاحب حاجت ہے ۱۔

[۳] جمع شوط بمعنے قدم ۱۲ منتہی [۴] جمع موقف (رف ک) جلسہ استادن حاجیان وال صحرا بیست بلا بعد ہفت کردہ از مکہ و حاجیان دراں شب باش شدہ، از صبح تا آخر ظہر استادہ باشند و آنرا عرفات نیز گویند ۱۲ غیاث

[۵] حجیج جمع حاج ۱۲ [۶] حج میں کنکریاں پھینکنے کا ایک عمل ہے ۱۲

[۷] مکہ مراد ہے ۱۲

کا نام کہ جو ان ہیں اور ان کے غیروں میں ہوتی تھی۔ عام الفجار رکھا تھا۔ اس لئے کہ وہ محترم مہینوں میں دا قع ہوئی تھی۔ جب انہوں نے ان مہینوں میں جنگ کی۔ تو کہا کہ ہم نے فجور کیا اسی سے اس کا نام عام فجار رکھ دیا وہ حرم کعبہ میں ظلم کو برا سمجھتے تھے۔ ان میں کی ایک عورت اپنے بیٹے کو ظلم سے روکتے ہوئے کہتی ہے ؎

بیٹا! مکہ میں نہ کسی بچہ پر ظلم کرو نہ مُسن پر، بیٹا جو شخص مکہ میں ظلم کریگا وہ بڑی برائیوں سے ملے گا۔ (یعنی بہت برا اجر پائے گا)۔

عرب میں بعض لوگ دسال بھر کے مہینوں میں زیادتی کر دیا کرتے تھے اور ہر دو سال میں ایک مہینہ اور ہر تین سال میں ایک مہینہ بڑھا دیتے تھے۔ وہ لوگ جب بتوں پر قربانیاں کرتے تھے۔ تو بتوں کو ان کے خون میں لتھیبڑ دیتے تھے۔ اور اس سے اپنے مالوں میں زیادتی کی امید رکھتے تھے۔ قصی بن کلاب خدا کے سوا بتوں کی عبادت سے منع کرتا تھا کہتا ہے ؎

(۱) کیا میں ایک خدا کی پوجا کروں۔ یا ہزار خدا کی۔ امور (عبادت و بندگی) جب بانٹ دیئے گئے۔ تو کیا یہ کوئی دین و مذہب ہوگا (یعنی کوئی نہیں)۔

(۲) میں نے لات و عزیٰ سب کو چھوڑ دیا اور مرد دانشمند ایسا ہی کرتا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ یہ شعر زید بن عمرو بن نفیل کے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ قلمس بن امیہ کنانی کے" اس نے صحن کعبہ میں عربوں سے کہا۔ کہ تم میری اطاعت کرو ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔ انہوں نے کہا یہ کیونکر؟ کہا کہ تم جدا جدا متعدد خدا مانتے ہو اور میں یقین کے ساتھ اس عمل کو جانتا ہوں۔ جس سے خدا خوش ہے بتحقیق کہ وہ اللہ ان تمام خداؤں کا رب ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ تنہا اسی کی عبادت کی جائے۔ راوی کہتا ہے کہ جب اسے یہ کہا تو تمام عرب اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ایک گروہ نے اس سے جدا ہو کر یہ گمان کیا کہ وہ بنو تمیم کے مذہب پر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ غسل جنابت کرتے تھے اور اپنے مردوں کو بھی غسل دیتے تھے۔ افوہ اودی کہتا ہے ؎

وہ لوگ ٹھنڈا پانی لیکر مجھے غسل دینے لگے ا یسے غسل پر تعجب ہے جس کے بعد فوراً ہی پھر خاک سے واسطہ ہو۔

راوی کہتا ہے کہ وہ لوگ (جاہل عرب) اپنے مُردوں کو کفن دیتے تھے ان پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی نماز یہ تھی۔ کہ جب کوئی شخص مرجاتا اور جنازہ میں رکھا جاتا تھا۔ تو اس کا ولی کھڑا ہو کر اس کی تمام خوبیاں بیان کرتا اور اس کی تعریف کرتا تھا پھر اس کو دفن کر دیتا تھا اور

119

۱؎ نسئی۔ تاخیر ۲؎ منتہی الارب

کہتا تھا۔ کہ تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ بنی کلب کے ایک شخص نے اپنے پوتے سے کہا ؎

(۱) اے عمرو اگر تو مر گیا اور میں زندہ رہا تو میں تیرے لئے بڑی نمازیں پڑھوں گا ۔

(۲) اور اپنی زندگی بھر کے لئے اگر زندہ رہا اور مرنے کے بعد کے لئے اپنا نصف مال مرثئے[1] کے واسطے (تیرے واسطے یعنی تجھے ثواب پہنچانے کی نیت سے صرف کرنے کے لئے) قرار دے دوں گا

راوی کہتا ہے۔ کہ وہ لوگ طہارات فطرۃ ..... کی برابر پابندی کرتے تھے جن میں حضرت ابراہیمؑ مبتلا کئے گئے تھے۔ اور وہ دس[2] باتیں تھیں ..... حضرت ابراہیمؑ نے (ان میں سے) پانچ کو سر میں پورا کیا تھا اور پانچ (باقی) جسم میں جب اسلام آیا تو ان کو سنتوں میں سے ایک سنت قرار دیا۔ اور جب چور چوری کرتا تھا تو وہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ اور ملوک یمن و حیرہ کا جب کوئی شخص رہزنی کرتا تھا تو اسے سولی دیدیتے تھے اور وہ لوگ عہدوں کو پورا کرتے تھے۔ اور ہمسایہ و مہمان کی عزت کرتے تھے

---

[1] سام بمعنی موت "از منتہی" اس طرح کی کتب عرب میں متعارف ہے ۱۲ شارح

[2] ارسال لحیہ تحفیف شوارب حلق راس، ختنہ تقلیم اظفار وغیرہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲

کتاب ارشاد الاریب

اسمٰعیل بن عبّاد بن العباس بن عبّاد الوزیر

صاحب کافی الکفاۃ لقب، ابو القاسم کنیت طالقان کا رہنے والا تھا۔ یہ (طالقان) قزوین اور ابہر کے درمیان ایک صوبہ اور چند گاؤں ہیں جن پر اس نام کا اطلاق ہوتا ہے اس کے علاوہ خراسان میں طالقان نام کا ایک شہر ہے۔ جس سے اہل علم کی ایک جماعت نکلی ہے۔ محدثین نے صاحب کا نسب اسی طرح (جیسا کہ پیشانی پر مرقوم ہے) بیان کیا ہے۔ اس کے شاعر رستمی کا قول ہے ؎

ابن عباد بن عباس بن عبد اللہ ایسی نعمت کو گوارا[1] کرتا ہے (قبول کرتا ہے۔

اس کو ایسی نعمت ملتی ہے (جو کرامت و بزرگی سے متصل و قریب ہوتی ہے۔

ابو حیان نے کتاب اخلاق الوزیرین میں بیان کیا ہے کہ عباد کا لقب آئین تھا۔ وہ بڑا دیندار مخیر اور فن کتابت میں پیشرو تھا وہ کہتا ہے کہ آئین رکن الدولہ کے لئے کتابت کرتا تھا۔ جیسے کہ عمید صاحب خراسان کیلئے کتابت کرتا تھا۔ اور آئین از روئے دینداری و طلب تقرب خداوند عالم مذہب اثنا عشری کی امداد کرتا تھا۔ اور عمید طلبی کے لئے ایسا کرتا تھا۔ آئین طالقان ویلم کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں معلوم تھا۔ بعض کا قول ہے کہ عمید کا باپ قم کے بازار گندم میں خرما فروش تھا اور صاحب علوم میں مشہور تھا اور علوم کے ہر فن میں سے پورا پورا حصہ اور زائد نمایاں شان لئے ہوئے تھا۔ اس کو فصاحت (بھی کافی) ملی تھی۔ اور حسن انتظام و فتحمندی کی توفیق دیا گیا تھا ساتھ ہی وہ تعریف سے مستغنی اور اظہار حال و اہتمام بیان اوصاف سے بے نیاز تھا۔ اس کی ولادت ذی قعدہ ۳۲۶ھ میں ہوئی۔ اور مؤید الدولہ ابو منصور بویہ بن رکن الدولہ ابو علی حسن بن بویہ اور اس کے بھائی فخر الدولہ کی اٹھارہ سال ایک ماہ وزارت کی بنا بر بیان ابو نعیم حافظ ۲۴ صفر ۳۸۵ھ کو مر گیا۔

---

[1] یعنی گوارا شدن طعام و شراب بقال هنئت لطعام اے تهنات، به ومنه قوله تعالى فكلوه هنيئًا مريئًا تعنی بالضم والقصر بمعنی نعمة ردف" بالکسر پس سوار نشیندہ وہرچہ در پس جزے ملازم باشد ۱۲ صراح ۵ وصف سنگ برہم نہادن در بنا ۱۲ صراح

اس کے باپ عباد کی کنیت ابوالحسن تھی۔ وہ بھی اہل علم وفضل میں سے تھا۔ اس نے ابوحنیفہ فضل بن خباب اور اس کے علاوہ اہل بغداد و اصفہان و رے سے احادیث سنیں اور احکام قرآن میں ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں مذہب معتزلہ کی نہایت خوبی کے ساتھ امداد کی۔ اس سے اس کے بیٹے وزیر ابوالقاسم بن عباد اور ابن مردویہ اصفہانی نے روایتیں بیان کیں۔ عباد اسی سنہ میں مرگیا۔ جس سنہ میں اس کے بیٹے نے انتقال کیا یعنی ۳۸۵ھ جو کچھ ہم نے عباد ابوالوزیر کے حالات بیان کئے وہ کتاب منتظم در فن تاریخ مصنفہ ابوالفرج بن جوزی سے منقول ہیں۔ عباد اور حسن بن عبدالرحمٰن ابن حماد قاضی کے درمیان بہت سے خطوط و مراسلات آئے گئے جو مذکور و مرتب ہیں ۔

الصاحب اپنے ابتدائی زمانہ میں چھوٹے کاتبوں میں سے تھا۔ ابوالفضل بن عمید کی خاص طور پر خدمت کرتا تھا۔ پس اس کے حالات نے اس قدر ترقی کی کہ عضدالدولہ بن رکن الدولہ دیلمی کے بھائی مؤیدالدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ کے لئے کتابت کرنے لگا اس وقت مؤیدالدولہ امیر تھا الصاحب نے اس کی خوب خدمت کی اور دربر نگی خدمت کی وجہ سے الصاحب کا اس پر ایک قسم کا اثر ہو گیا۔ اور اس کی کارگذاری اور ہوشیاری کی وجہ سے مؤیدالدولہ اس سے محبت کرنے لگا۔ اور اس کو الصاحب کافی الکفاۃ کا لقب دیا۔ جب اس کا باپ رکن الدولہ مرگیا۔ اور مؤیدالدولہ رے اور اصفہان اور ان اطراف میں کے شہروں کا والی ہوا۔ تو اپنے باپ کے وزیر ابوالفتح بن عمید کو وزارت کی خلعتیں دیدیں۔ اور اس کو ویسے ہی قائم رکھا۔ جیسا کہ اس کے باپ کے زمانہ میں تھا یہاں تک کہ وہ قتل کردیا گیا۔ جیسا کہ ہم نے اس کے حالات میں بیان کیا ہے اور مؤیدالدولہ نے الصاحب کو وزیر بنایا۔ اپنے معاملات کا والی قرار دیا۔ اور اپنے اموال کا حاکم کیا۔ اور وہ اسی حال پر برابر رہا یہاں تک کہ مؤیدالدولہ نے وفات پائی۔ مؤیدالدولہ کا بھائی فخرالدولہ اپنے بھائی عضدالدولہ کے پاس سے بھاگ گیا تھا اور وہ اور قابوس ابن وشمگیر ایسے حالات میں جن کی وسعت ہماری کتاب میں نہیں۔ خراسان میں آکر دولت سامانیہ کے پاس پناہ گزین ہوئے تھے الصاحب نے اس

لہ قدم بالکسر و الفتح دیرینہ شدن و بفتحتین بمعنی اثر یقال لفلان قدم صدق لے اثرہ حسنۃ وکذلک القدمہ بالضم ۱۲ صراح ۲ کفایۃ کارگذاری و شہامت تیز خاطر و چالاک شدن ۱۲ صراح ۳ خلع خلعت دادن صلعتہ بعلی و خلع بکسر و فتح جمع خلعۃ ۱۲ صراح و منتہی

پاس[1] خط بھیج کر اس کو ملایا اور شہروں کا بادشاہ بنایا۔ تو اس نے الصاحب کو اس کے کام پر برقرار رکھا الصاحب نے اس کی آزمائش کا قصد کیا کہ آیا اس کے دل میں ان باتوں میں کوئی بات ہے یا نہیں جو فخر الدولہ کے زمانہ میں ایسی نہیں۔ جو فخر الدولہ کے بھاگ جانے کا باعث ہوئی تھیں۔ اور ملازمت و وزارت سے استعفا دیدیا۔ تو فخر الدولہ نے اس سے کہا کہ تیرے لئے اس سلطنت میں میراث وزارت اسی طرح ہے۔ جیسے ہمارے لئے میراث حکومت پس ہم میں سے ہر ایک کا یہ طریقہ ہونا چاہئے۔ کہ اپنے فرض کی نگہداشت کرے۔ اور اس کو اس کے کام سے برخاست[2] نہ کیا۔ اور برابر اپنی (اسی) رائے پر اُس کے ساتھ (قائم رہا۔ یہاں تک کہ الصاحب مرگیا، حالانکہ تمام احکام اسی کے حکم سے صادر ہوتے تھے۔ اور ملک کا انتظام اسی کی رائے سے ہوتا تھا۔ جب فخر الدولہ کچھ کہتا تھا اور الصاحب کچھ تو الصاحب کی بات مانی جاتی تھی اور فخر الدولہ کی بات چھوڑ دی جاتی تھی۔

الصاحب کے اخلاق حسنہ کے متعلق باوجود اس کوتاہ عقلی[3] کے جو اس میں تھی۔ بہت سے حالات و واقعات ہیں الصاحب کتاب الامتاع نے اس کے اوصاف اس طرح بیان کئے ہیں الصاحب کو بہت سی چیزیں (منجملہ اشعار و امثال۔ اخبار و واقعات وغیرہ) یاد تھیں، حاضر جواب اور خوش تقریر تھا، اس نے ادب کے ہر حصہ سے کچھ نہ کچھ[4] لیا۔ اور ہر فن سے تھوڑا بہت حاصل کیا تھا متکلمین معتزلہ کا کلام اس پر غالب تھا۔ اس کی بحث و فکر انہی کے مذاہب سے ملوث ہے اور اسکی تحریریں کتابوں کی عبارت کی آمیزش ہے اہل بحث لوگوں میں سے بہت سخت تعصب رکھتا تھا۔ جواہر حکمت مثلاً ہندسہ۔ طب، اختر شناسی، موسیقی، منطق اور عدد میں غور و فکر کرنے والے تھے۔ فن الٰہیات میں اسکی کوئی چیز (از قسم اقوال و تصنیفات) نہیں پائی جاتی۔ اور اس (فن) میں نہ اسکی کوئی مستقل[5] خاص شے ہے۔ نہ کوئی نشانی و علامت وہ علم عروض و قوافی کا بڑا واقفکار تھا۔ شعر کہتا تھا اور اس میں کسی سے دبتا نہ تھا۔ اس کی آمد بہت زیادہ تھی۔ البتہ اور دشست[6] ضعیف تھی۔ وہ مذہب ابو حنیفہ اور مقالہ زیدیہ کی پیروی کرتا تھا۔ خدا پرستی، نرم دلی۔ مہربانی اور رحمت کی طرف مائل نہ ہوتا تھا

---

[1] نفد۔ نفاذ۔ نفوذ گذشتن نیز از جائے کہ رسد در فتن نامہ و فرمان انفاذ۔ تنفیذ منفذ بان منہ ۱۲ صراح
[2] اعفاء (کسفسم) عاقبت۔ بخشی ۱۲ منتہی [3] رقاعۃ (ففسف) حماقت ۱۲ منتہی الارب
[4] نتف (نفس) بال اکھاڑنا ۱۲ منتہی الارب [5] عین ذات ستی داثر علامت و نشان ذات یعنی علم الٰہیات میں نہ اس کی کوئی مستقل تصنیف ہے اور نہ دوسری تصانیف ایسے مضامین پر مشتمل ہیں۔ جن کے اندر مسائل الٰہیہ ضمناً اور جزواً بیان کئے ہوں۔ جو اس کی استعداد الٰہیات کا پتہ دے سکیں۔ [6] خورد ضعف آوردن مرو خورد بقتحتین ستی ۱۲

اس کی جرأت، قوّت، اقتدار اور سخت گیری کی وجہ سے سب لوگ اس سے بچتے تھے۔ وہ سخت سزا دینے والا کم اجر دینے والا دیر تک عتاب کرنے والا اور بدزبان تھا۔ بہت سے سائلوں کو تھوڑا مال دیتا تھا جو انہیں بالکل ناکافی ہوتا تھا، سر کی گرمی (غصہ) سے مغلوب تھا جلدی سے غضبناک ہو جاتا تھا دیر میں (غیظ و غضب مزاج) بحال ہوتا تھا۔ فوراً جھینپ جاتا تھا۔ بڑا حاسد، سخت کینہ پرور تھا، اس کا حسد اہل فضل کے لئے وقف اور اس کا کینہ کارکن طبقہ کی طرف جاری تھا۔ کتّاب اور عمّال اس کی قوت سے اور عقلاء شیان روزگار اس کی جفا سے ڈرتے تھے۔ اس نے خلق کثیر کو قتل کیا، بہت سے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اور ایک جماعت کو ازراہِ نخوت، بغاوت، ظلم اور تکبر نکال دیا تھا۔ باوجود ان سب باتوں کے ایک بچہ اس کو بھکا لیتا تھا اور ایک غبی آدمی اسے فریب دیدیتا تھا۔ اس لئے کہ اس تک رسائی کا راستہ وسیع اور اس کے پاس آنے کی راہ آسان گذار تھی۔ اس طرح کہ اس کے سامنے ازراہ تملق و خوشامد یوں کہا جاتا تھا۔ کہ مولانا! اس امر میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ کہ آپ کے کلام اور رسائل منظومہ و منثورہ میں سے مجھے کچھ دیا جائے۔ میں شہر فرغانہ، مصر اور تفلیس سے اسی لئے قطع منازل کر کے آیا ہوں کہ آپ کے کلام سے فائدہ اٹھاؤں۔ اس کے ذریعہ سے فصیح بن جاؤں۔ اس سے بلاغت حاصل کروں۔ مولانا کے رسائل تو بالکل قرآن کی سورتیں ہیں۔ آپ کے فقروں میں قرآن کی آیتیں ہیں۔ اور ان کے ضمن میں آپ کا استدلال دلیل روشن ہے وہ خدا قابل تسبیح ہے جس نے تمام عالم کے کمالات کو ایک شخص میں جمع اور اپنی تمام قدرت کو ایک شخص میں ظاہر کر دیا ہے (یہ سنکر) وہ نرم ہو جاتا تھا پگھل جاتا تھا اپنے ہر ضروری کام سے غافل ہو جاتا تھا۔ اپنے ہر فریضہ کو فراموش کر دیتا تھا اور خزانچی کے پاس آتا تھا۔ کہ وہ اس کے تمام رسائل ایک ایک ورق کر کے اس کو نکال کر دیدے۔ اور وہ اس کے بعد سے ایسا کہنے والے کو) آسانی سے اپنے پاس آنے کی اپنے پاس پہنچنے کی اور اپنی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دیدیتا تھا۔ یہ باتیں تو تھیں ہی وہ اکثر اوقات مثلاً عید اور فصل (زمانہ شعر گوئی اور موسم مشاعرہ) میں شعر بنا کر ابو عیسےٰ بن منجم کے پاس بھیجا کرتا تھا اور اس سے کہتا تھا۔ کہ میں نے یہ قصیدہ تجھ کو دیدیا۔ تو اس کے سبب تمام شعراء میں

---

(۱) احجام (کسفنس) رک جانا ٹھہر جانا۔ ڈر کے مارے پیچھے ہٹنا ۱۲ منتہی الارب (۲) طفیف (زنکس) تھوڑا ناقص ناتمام ۱۲ منتہی الارب (۳) طیرہ (رسنف) سبکی خفت ۱۲ منتہی الارب (۴) انتجاع (کسکفنس) آب و علف و منفعت و نکوئی کی طلب میں جانا ۱۲ منتہی الارب (۵) نحل (رضس) کسی کو عطیہ دینا۔ کسی کو مال دینا۔ کسی پر بات گڑھنی کہ اس نے نہ کہی ہو ۱۲ منتہی الارب

میری مدح کرنا اور شعر خوانوں میں سے تیسرے نمبر پر پڑھنا۔ پس ابو عیسٰی یہی کرتا تھا وہ ابو عیسٰی[1]
بغداد کا رہنے والا معتمد علیہ اور مرجع خلق تھا ہو کے بازیاں کرتے کرتے بڈھا اور گھاگ[2]
ہو گیا تھا۔ (الصاحب کے) اشعار پڑھتا تھا۔ تو صاحب اس سے وہ شعر سنتے ہوئے جو درحقیقت
اس کے (صاحب کے) ہی ہوتے تھے اور اپنی زبان سے اس کی تعریف و توصیف اور ازراہ تصنع اس
کی مرصع[3] بیانی پر اس کی مدح و ثنا کرتے ہوئے اس سے کہتا تھا۔ کہ اے ابو عیسٰی ذرا مکرر ارشاد ہو
بخدا تم تو خوب ہی کہتے ہو تم تو نازہ فخر کرو۔ تمہارا ذہن روشن، طبیعت رواں اور اشعار صاف[4]
و پاکیزہ ہیں، پہلے تو تمہاری شعر گوئی میں یہ رنگ نہ تھا۔ جب تم نے گذشتہ عید کو ہمیں شعر
سنائے تھے۔" ہمارے جلسے (مشاعرے اور ادبی محفلیں) بڑے مردم خیز ہیں۔ اُن کو (مردم اور
شرکاء جلسہ کو) ذکاوت و ذہانت بخشتے ہیں۔ ان کی فہم و فراست کو زیادہ کرتے ہیں۔ کاہل اور
احمق انسان کو عمدہ اور بخیل و کمینہ[5] کو سخی بنا دیتے ہیں۔ پھر وہ اس کو اپنی محفل سے عمدہ انعام
اور پسندیدہ عطیئے بغیر نہ لوٹاتا تھا۔ اس نے شعرا اور دیگر طبقہ کے لوگوں کو برہم کر رکھا تھا
اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ ابو عیسٰی ایک مصرعہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ ایک بیت بھی موزوں نہیں
کر سکتا۔ اور عروض سے بالکل واقف نہیں۔ ایک دن اس نے کہا کہ گھر میں کون ہے جواب
دیا گیا۔ کہ ابو القاسم کاتب اور ابن ثابت اس نے فوراً دو شعر بنائے اور ایک شخص سے
جو اس کے سامنے تھا۔ کہا کہ جب میں ان دونوں کو آنے کی اجازت دوں تو تو بھی ان کے
ایک گھنٹہ بعد آ جانا اور کہنا کہ میں نے دو شعر کہے ہیں۔ اگر تم مجھے ان کے پڑھنے کا حکم[7] دو
تو میں پڑھوں اور یہ[8] کہنا کہ میں نے دونوں شعر فی البدیہہ کہے ہیں، میں تجھے جھڑکیاں[9] دوں
تو گھبرانا نہیں۔ اور تجھ پر اپنی بڑائی ظاہر کروں تو مضطرب نہ ہونا (یہ کہا) اور دونوں شعر
اُسے دیئے۔ اس کو صحن خانہ میں چلے جانے کا حکم دیا اور دونوں آدمیوں کو آنے کا حکم دیا یہاں

[1] محکک (ضفتف) لکڑی جو اونٹوں کی جگہ میں رکھ دے تا کہ اس پر کھجلی کھجائے یقال انا جذیلها المحكك وعذیقها
المرجب اراد انه يستشفى برائه وتدبيره ١٢ منتہی صراح [2] حنك (فس) ایک چیز کو سمجھنا اور اس کو مضبوط کرنا
تجربوں کا مرد کو بوڑھا اور پختہ کار کر دینا (ضس) آزمائش و تجربہ (ضض) مرد دانا تجربہ میں پکا حنكه (ضسف) آزمانا
و تجربہ انا عورت ١٢ صراح و منتہی [3] تجبیر (فكس) اچھا اور درست کرنا، سنوارنا، خوشخط لکھنا، کلام اور شعر وغیرہ
کو سنوارنا ١٢ منتہی الارب [4] مجید (ضكس) اچھے شعر کہنے والا از اجادة ١٢ منتہی الارب [5] مجز بخیل کمینہ ١٢
[6] تقریض شعر کہنا ١٢ منتہی الارب [7] رسم (فس) کام کیلئے حکم دینا ١٢ منتہی الارب [8] زعم (فس) زعامة (قفسف)
ضامن اور ذمہ دار ہونا سردار ہونا، گمان کرنا، جاننا۔ کہنا ١٢ منتہی الارب
[9] تافف اُف کہنا ١٢ منتہی الارب

تک کہ وہ اس کے پاس آئے۔ جب وہ آرام سے بیٹھیں گے تو (وہ) دوسرا شخص بھی اُن کے پیچھے آکر مؤدب کھڑا ہوگیا۔ اور زبان دو دہن کو چلانا شروع کر دیا۔ وہ یہ جتلا رہا تھا کہ شعر کہہ رہا ہے۔ پھر کہا کہ مولانا! اس وقت میرے ذہن میں دو شعر آئے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھوں۔ الصاحب نے کہا۔ کہ تم ایک بیوقوف اور کم عقل آدمی ہو ایسا شعر نہیں کہہ سکتے۔ جس میں کوئی خوبی ہو۔ مجھے اپنے شعر سے معاف رکھو۔ اُس نے کہا۔ کہ مولٰنا یہ میری فی البدیہہ محنت ہے۔ اگر آپ نے میری دل شکنی کی تو مجھ پر ظلم کیا۔ بہرحال آپ سنئے تو اگر اعلٰے درجہ کے ہوں تو خیر ورنہ جو چاہئے کیجئے۔ اس نے کہا۔ کہ تم تو بڑے ہو۔ اچھا پڑھو اس نے یہ شعر پڑھے ؎

(۱-۲) اے الصاحب بلندی کے تاج تو مجھے ایسے ملحد کی وجہ سے جس کی کنیت اَبُو القاسم ہے اور اس مذہب جبر کے پیرو کی وجہ سے جو (بحیثیت ثبوۃ) ثابت کی طرف منسوب ہے۔ دشمن کے غم سے خوش ہونے والے کی طرح دور نہ کر۔

الصاحب نے کہا۔ کہ خدا مجھے مار ڈالے (اس وقت تو) تو نے خوب کہا ہے۔ حالانکہ برا کہنے والا ہے۔ اَبُو القاسم کا بیان ہے کہ میں غصہ سے اندھا ہُوا جاتا تھا۔ اس لئے کہ میں جانتا تھا۔ کہ یہ (حرکت) اسی کی (الصاحب کی) مشہور حرکتوں میں سے ہے اور یہ جاہل تو (جس نے اس کے اغوا سے ان شعروں کی بابت اپنی بدیہہ گوئی کا دعوٰی کیا تھا) ایک شعر بھی نہیں کہہ سکتا۔ پھر مجھ سے خادم نے سارا واقعہ بیان کیا۔

وہ امر جسے الصاحب کو اس کی ذات کے متعلق مغالطہ میں ڈال دیا تھا۔ اور اس کو اپنے فضل کی بابت غرور اور خود آرائی پر آمادہ کر دیا تھا یہ تھا کہ (اس کی) خطا اس کے سامنے مطلق ظاہر نہ کی گئی تھی اور (اس کا) عیب اس کے سامنے نہ لایا گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کا یہ سُن کر نشوونما ہُوا تھا۔ کہ ہمارے سردار نے صحیح ارشاد فرمایا۔ مولانا نے سچ فرمایا۔ آپ نے کیا خوب کہا ہے، ہم نے آپ کا مثل نہیں دیکھا

لہ انس (ضس) کسی کے ساتھ آرام کرنا ۱۲ منتہی الارب ۲ے تلمظ (تفتعل) کھانے کے بعد منہ کے اندر زبان پھرانا ہونٹ چاٹنا۔ کھانا منہ میں پھرانا۔ سانپ کا زبان نکالنا ۱۲ منتہی الارب ۳ے احمق۔ بیوقوف احمق، نادان سخیف کم عقل ۱۲ منتہی الارب ۴ے ملحد من الالحاد بمعنی شرک مذہب جبر وہ مذہب جس میں بندہ کو مجبور سمجھا جاتا ہے، عزی (ضس) کسی کو ایک چیز کی طرف بلانا، شماتت (تفعیف) دشمن کے غم سے خوش ہونا، نزھہ (ضسف) ناخوشی کے سبب دوری ۱۲ منتہی الارب

۵ے تفقو۔ اندھا ہوجانا ۱۲ منتہی الارب

۶ے قفض (فت) کنکریوں بھری جگہ۔ مکان قض بولتے ہیں اسی سے ہے جاءُ ابقضِّہم یعنی وہ سب کے سب چھوٹے بڑے آئے ۱۲ منتہی الارب

ابن عبدکان کون ہوتا ہے جو آپ کی طرف منسوب ہو سکے۔ (اسے آپ سے کیا نسبت) ابن تُوابہ کیا چیز ہے۔ جس کا ہم آپ پر قیاس کریں۔ ابراہیم بن عباس صولی کی کیا حقیقت ہے۔ جب آپ صریع الغوانی اور اشجع سلمی کے طرز پر کلام کریں۔ تو ان کی کیا حقیقت ہے۔ مولانا نے عروض میں خلیل کی لغت میں ابوعمرو بن علاء کی فیصلہ کرنے میں ابو یوسف کی، موازنہ میں اسکافی کی آراء و دیانات میں ابن نوبخت کی، قرأت میں ابن مجاہد کی تفسیر میں ابن جریر کی، منطق میں ارسطاطالیس کی جزو میں کندی کی، بدیہہ گوئی میں ابوالعیناء کی خط میں ابن ابی خالد کی، حیوان میں جاحظ کی، فقر میں سہل بن ہارون کی، طب میں یوحنا کی، فردوس میں ابن ربن کی، روایت میں عیسٰی بن کعب کی، حفظ میں واقدی کی، بدل میں نجار کی، قافیہ میں بنی توابہ کی مخطرا و وساوس میں سری سقطی کی، نوادر میں مزبد کی، حل معمات میں ابوالحسن عروضی کی، سخاوت میں بنی برمک کی سیاست میں ذی الریاستین کی، کہانت میں سطیح کی اور دعویٰ میں خالد بن سنان کی کمی کو پورا کر دیا ہے (اور یہ سن سن کر نشوونما ہوا تھا کہ) بخدا اب تو ابوشریح اوس بن حجر تمیمی کے اُس قول کے بڑے حقدار ہیں جو اس نے فضالہ بن کلدہ ابو دلیحہ کے متعلق کیا ہے

"وہ ایسا تیز ذہن[2] ہے کہ اس کا گمان تجھے ایسا معلوم ہو گا جیسے دیکھی ہوئی اور سنی ہوئی بات"

ان جیسی بیہودہ[3] باتوں سے الصاحب کالی الکفا (خوشی کے مارے) دوہرا[4] ہو جاتا تھا مسکراتا تھا۔ مسرت کی وجہ سے اڑنے لگتا تھا۔ کہلا جایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ایسی عزت[5] (جیسی کہ قدماء مذکورین کو حاصل تھی مجھے حاصل) نہیں ہے۔ ان کو سبقت حاصل ہے اور اگر ہم ان سے ملنے کی کوشش کریں یا ان کا اتباع کریں تو کوتاہ رہینگے وہ یہ کہتے ہیں (بہ تکلف) غمگین[6] ہوا کرتا تھا (جیسی کہ دوسروں سے اپنی مدح سنتے وقت ارباب کمال کی شان ہوتی ہے) اپنے شانوں کو ہلایا کرتا تھا۔ کنج دہن کو حرکت دیا کرتا تھا۔ لعاب دہن کو نگلتا جایا کرتا تھا (مدح کرنے والوں کی مدح کو بغرض اظہار انکسار) اس شخص کی طرح لوٹا تا تھا جو کسی شے کا لینے والا ہو

---

[1] ان میں سے بعض علوم و فنون کے بعض کتب رسائل کے اور بعض فضائل و اوصاف و خصائل کے نام ہیں کما لایخفی علی المتفحص فلتنظروا فی حاشیۃ السمط ایضا تجد شعرا خطیرا من الحل والشرح والاظہران الخرو بالحا زا بالحم بمعنی التفاؤل والاخبار بالغیب ۱۲ شارح [2] المعی والمع (فسفکت وسف) ہوشیار و تیز ذہن ۱۲ منتہی الارب [3] ھذر (رفف) ناکارہ و بیہودہ وروی تاب ۱۲ منتہی الارب [4] تلوی مڑا ہوا اور دوہرا ہو جانا [5] ثمرۃ زلف حلاوت عزت ۱۲ منتہی الارب [6] تشاجی غمگین ہو جانا، حیك، حیکان، حاك، بحیك حیکانا اذا حرك منکبیہ، لوی تا فتن لوی راسہ والوی راسہ امال واعرض ولوت الناقۃ ذنبہا والوت بذنبہا اذا حرکتہا "تلوی" مڑنا۔ خم کھانا۔ منہ پھیر لینا، شدق (نف) کنج دہن کی فراخی ۱۲ صراح و منتہی

مدح سننے اور قبول کرنے کو دل للچا تھا مگر مجبوراً کہنا پڑتا تھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں میں کس قابل ہوں) اور اس شخص کی طرح لیتا (مدح کو قبول کرتا) تھا جو نہ لینا چاہتا ہو مدح سنتا تھا مگر ظاہر یہ کرتا تھا کہ نہیں سننا چاہتا، رضامندی کے پردے میں غضبناک ہوتا تھا اور غیظ و غضب کے لباس میں رضامند ہوتا تھا ور یہ ظاہر کرتا تھا کہ اخلاقاً مدح سن رہا ہوں لیکن در اصل مجھے اپنی مدح سننا ناگوار ہے، اِترا اِترا کر چلتا تھا شاہانہ انداز اختیار کرتا تھا۔ خودرائی کرتا تھا اکڑ اکڑ کر چلتا تھا۔ فاجرہ عورتوں کی باتیں کیا کرتا تھا بھونڈے لوگوں میں رہتا تھا اور بادجود ان باتوں کے وہ یہ گمان کرتا تھا کہ اس کے عیوب اخلاق کے پرکھنے والوں اور حالات کے جانچنے والوں پر پوشیدہ ہیں۔ اس کو اس امر نے کہ اس کا دوست اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگتا تھا اور اس کے متعلق ناصح کی بات کم سنتا تھا اور زشتی خراب کردیا تھا اور اس کے ناز و نخرہ، غصہ میں جلدبازی خودپسندی لوگوں پر تغلب۔ چھوٹوں بڑوں کو حقیر سمجھنے اور آنے جانے والوں کے ساتھ بدی سے پیش آنے کو زیادہ کردیا تھا المختصر اس کی خرابیاں کثیر اور اس کے عیوب بہت ہیں لیکن تمول تمام عیوب کو چھپا لیتا ہے

(۱-۲) لو مجھے چھوڑدے کہ مالداری میں کوشش کروں (زوجہ سے خطاب ہے) اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ سب سے زیادہ بُرا سب سے دُور اور سب سے ذلیل مرد فقیر و محتاج ہے۔ اگرچہ اس کو حسب اور بزرگی حاصل ہو۔

(۳) اور ارباب مجلس اس کو دور کرتے ہیں (مجلس میں شریک نہیں ہونے دیتے دور بٹھاتے ہیں) اس کی زوجا اسے ذلیل سمجھتی ہے اور بچے بھی اس کو جھڑکتے اور سرزنش کرتے ہیں

(۴) اور مالدار کو تو جبکہ اسے غصہ آرہا ہو ایسا پائیگا۔ کہ (ڈر کے مارے) اس کے ساتھی اور دوست کا دل اُڑا جاتا ہوگا۔

لہ تھالک، عورت کا خماں خماں چلنا۔ تفتک آپ ہی آپ بغیر مشورہ و صلاح کام میں داخل ہونا۔ تمائل مڑتے مڑتے چلنا سماجۃ (فضف) زشتی بھونڈا پن ۱۲ منتہی صراح ٹہ جبایذۃ جمع جھبذ (کسک) عقلمند باتوں کو پرکھنے والا ٹہ دلال (فقس) ناز نخرہ (فف) غصہ کیوقت شتابی و جبکی کرنی" عجب (صس) خودپسندی" آندراء (کسکفسم) دور سے روکا آنا" ازدراء (کسکفسم) کسی کو حقیر سمجھنا" جبہ (فس) پیشانی پر مارنا" بدی سے پیش آنا۔ کسی پر نامناسب بات ڈالنی ۱۲ منتہی الارب

ٹہ حسب (فف) نسب کے لحاظ سے بزرگی۔ خیر (کس) بزرگواری و کرم ۱۲ منتہی الارب

ٹہ اقصاء دور کرنا۔ ندی مجلس دن کی یا مجلس جب تک کہ اس میں لوگ مجتمع ہوں حلیلہ" جورو۔ زن ہم منزل" نہر" سرزنش کرنی۔ جھڑکنا منتہی الارب۔ قولہ تعالےٰ اما السائل فلا تنہر ۱۲

(۵) اس کے عیوب کم معلوم ہوتے ہیں - حالانکہ زیادہ ہوتے ہیں اس لئے کہ مالداری عیوب کو چھپا لیتی ہے ٭

اس نے کہا - کہ ان صفات کے ہوتے ہوئے اس کے امور کیسے تمام ہونے تھے - تو میں نے کہا - کہ بخدا اگر بیوقوف بڑھیا اور احمق[1] لونڈی اس کی قائمقام کردی جائے - تو امور اس طریقہ پر رہیں گے "اس لئے کہ وہ اس امر سے بیخوف تھا - کہ اس سے یوں کیا جائے - کہ تو نے کیوں کیا اور کیوں نہیں کیا" اور یہ ایسا امر ہے - جس کا بادشاہوں کے خادموں میں سے کسی کو اتفاق نہیں ہؤا - مگر ایک مناسب حد[2] تک اس کے دوست ہروی نے اس کو قابل دائمی اموال اور ایسے امور کی بابت نصیحت کی - جس میں اس نے غور و فکر نہیں کیا تھا (اس طریقہ سے) کہ اس کے پاس ایک رقعہ پھینکدیا[3] - اس نے اس امر کو معلوم کیا - جو اس میں درج تھا اور معاملہ[4] اٹھانے والے کو گلا گھونٹ کر قتل کر دیا - صاحب مذہب وعیدیہ کا پابند تھا -

اس کے اصحاب میں سے ایک شخص معتبر نے مجھ سے کہا کہ بسا اوقات اس نے کسی امر میں غلط حکم لگانا شروع کیا - تو اس کی قسمت[5] نے اس امر کو صحیح پلٹ دیا - یہاں تک کہ یہ حکم بذریعہ وحی معلوم ہوتا تھا - خداوند عالم کے بھید اس کی مخلوق کی ترقی و تنزل کے وقت پوشیدہ ہوتے ہیں اور اگر امور عالم (بیدلی کی) لائے اور عقل کی مقتضی کی بناپر جاری ہوتے - تو خداوند عالم سرراہ چبوترہ[6] پر معلّم بن کر بیٹھتا (تب ساری دنیا اس سے خوش رہ سکتی تھی) اس لئے کہ معلم انسان کو تعلیم تخریج[7] و تدریس میں کلام وسیع و واضح کرکے پسندیدہ تقریر کرکے و متعلم کو حقیر سمجھ کر اُسے بڑا سمجھ کر

---

[1] بلہاء مؤنث ابلہ درہ (نفف) احمق ہونا - کام میں سستادی اور نادانی کرنا ۱۲ منتہی الارب [2] سیاج دیوار اور ہروہ چیز جس سے کسی کو احاطہ کریں ۱۲ منتہی الارب [3] قذف (رفس) پتھر پھینکنا ۱۲ منتہی الارب [4] رافع والی کے پاس قصہ اٹھا لے جانے والا ، خنق گلا گھونٹنا ۱۲ منتہی الارب [5] جد (فتح) بخت و نصیب ۱۲ منتہی الارب [6] مصطبہ (کمفف) چبوترا ۱۲ منتہی الارب [7] "تخریج" علم و ادب میں کسی کو راہ پر لے آنا اور اس کو بنا لینا تفہیق (تفعیل) سخن میں فراخی کرنی - ذہن کو سخن سے پُر کرنا - تشدق بہ تکلف خوش تقریری کرنی ' منتہی الارب - اس تقریر کا مطلب صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کافی الکفاہ کا کینہ طبیعت درشت مزاج - خود پسند متکبر اور صاحب اخلاق ذمیمہ عادات ہونا اور پھر زمانہ کا اس سے اس درجہ موافقت کرنا اور اس قدر اس کی ترقی ہو جانا یہ سب اسرار خدا اور مقدرات مخفیہ ہیں - ورنہ اس کی غلط رائے خود بخود صحت کی طرف کیوں پلٹ جایا کرتی - کما فی اول الجملہ

ص ۱۳۶

کلام کو لوٹا لوٹا کر اور اول سے شروع کر کر کے (ہر طرح) سمجھا سکتا ہے۔ اور یہ ایسی صورتیں ہیں کہ جو بچوں کو پسند بھی آتی ہیں وہ منفعلین سے متنفر نہیں ہونے پاتے۔ اور اس طرزِ عمل کی وجہ سے ان کی فرحت و شادمانی پڑھنے، یاد کرنے اور روایت و درس ان کی پابندی اور حرص کا سبب ہے گی۔

یہ قول الصاحب کے متعلق صاحب امتاع کا ہے۔ اور جو کچھ الصاحب کے اخلاق حمیدہ کے متعلق میں نے بعض کتب میں پایا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اس نے ایک روز گنے کا رس منگایا۔ تو اس کے پاس ایک رس کا پیالہ لایا گیا۔ جب اس نے اس کے پینے کا قصد کیا۔ تو اس کے بعض خواص نے کہا کہ تم نہ پیو۔ اس لئے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے الصاحب نے اُن کو کہا۔ کہ تمہارے قول کی صحت کی کیا دلیل ہے۔ کہا کہ تم اس کا اس شخص پر تجربہ کرو کہ جس نے وہ تمہیں دی ہے اساقی مراد ہے) الصاحب نے کہا کہ میں اس کو جائز و حلال نہیں سمجھتا۔ پھر اُن خواص نے کہا۔ کہ مرغی پر اسکو آزماؤ الصاحب نے کہا کہ حیوان سے تمثیل لینا جائز نہیں، اور پیالہ میں جو تھا اُس کے گرا دینے کا حکم دیا۔ غلام (ساقی) سے کہا۔ کہ میرے پاس سے چلا جا۔ پھر میرے گھر نہ آنا اس کا کھانا مقرر کیا اور کہا۔ کہ شک سے یقین کو نہ توڑا کرو اور کھانا بند کرنے کی سزا دینی کمینہ پن[1] ہے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ ایک شخص الصاحب کے پاس آیا جس کو وہ پہچانتا نہ تھا الصاحب نے اس سے کہا کہ (تو) کس کا باپ ہے۔ اس شخص نے یہ شعر پڑھا ؎

نام لفظوں میں اور کنیتوں میں تو متفق ہو جاتے ہیں لیکن عادتیں اور طبیعتیں نہیں مل جُل سکتیں۔

الصاحب نے اس سے کہا کہ ابو القاسم! بیٹھ جاؤ (الصاحب کی کنیت بھی ابو القاسم تھی اُسی کی طرف شاعر کے قول کا اشارہ ہے) وہ اپنے ہم نشینوں سے کہا کرتا تھا۔ کہ ہم دن میں بادشاہ ہیں اور رات کو بھائی، ابو الحسن نحوی نے بیان کیا ہے کہ ایک ایک مکہ کا رہنے والا جو گم شدہ[2] شے کا پتہ لگانے میں ماہر تھا۔ صاحب کا پُرانا ساتھی اور خدمتی تھا۔ اس نے بارہا الصاحب کے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا۔ اور الصاحب اس سے درگذر کر جاتا تھا۔ جب اس نے بہت زیادہ ایسا کیا۔ تو الصاحب نے اس کے قید کر دینے کا حکم دیا۔ اس کو قید خانہ میں قید کر دیا گیا یہ قید خانہ الصاحب کے قریب ہی تھا۔ اتفاقاً الصاحب ایک روز اپنے گھر کے کوٹھے پر چڑھا

---

[1] نذالة (فنصف) نذولة (ضفصف) فرومایہ اور کمینہ ہونا ۱۲ منتہی الارب

[2] انشاد، گم شدہ کے نشانات بیان کرنے یا دریافت کرنے لغات اضداد سے ہے ۱۲ منتہی الارب

اور نیچے قیدخانہ کی طرف دیکھنے[1] لگا۔ تکی نے اسے آواز دی۔ الصاحب متوجہ[2] ہوا۔ تو اس کو بد ترین عذاب میں مبتلا دیکھا۔ الصاحب ہنسا اور کہا۔ کہ تم اسی[3] میں ذلیل پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ پھر اس کی رہائی کا حکم دیا۔

کتاب اخلاق الوزیرین مولفہ ابوحیان توحیدی (میں اس کے مؤلف نے کہا ہے کہ ابوحیان کے حالات ابن عباد کے ساتھ ابو حیان کے حالات میں آئینگے۔" اور اس کے علاوہ واقعات کتاب مذکور) میں سے یہ ہیں کہ ابوحیان نے ابن عباد کے پاس رے جانے کا قصد کیا۔ تو اس سے اس کو کچھ کھانے پینے کے لئے نہ مل سکا۔ اور اس کی مذمت کرتا ہوا لوٹا نہ ختم ہونے والی بدی[4] اور ارباب کرم کے عیوب بیان کرنا ابوحیان کی خلقت و طبیعت میں داخل تھا۔ اس نے ابن عباد سے آنکھ چرا لینے کی کوشش کی۔ لیکن ابن عباد کے فضائل ابوحیان کو اس کی مدح اور اظہار کمالات کی طرف ہی کھینچتے تھے۔ چنانچہ ابوحیان کا اس کی مذمت کرنا مدح ہوگیا۔ اسی قبیل سے اس کا وہ قول ہے۔ جو اس نے ابن عباد کی عیب چینی کے درپے ہونے سے عذر و معذرت کے بعد کہا ہے کہ پہلی وہ بات جو میں اس قسم کی کہتا ہوں وہ وہ ہے۔ جس کو میں اس کی وسعت کلام فصاحت زبان، قوت غلبہ[5] اور شدت قوت کی دلیل قرار دیتا ہوں (الخ) اگرچہ اس کے ضمن میں وہ بات ہے جو اس کی حماقت، تذبذب، شکستگی قصد[6]، ضعف طاقت سستی عقل اور پیمان و رائے کی نقض و پریشانی پر دلالت کرتی ہے (یہ اس نے اس وقت کہا تھا) جبکہ الصاحب عضدالدولہ کے دربار سے جدا ہونے کے بعد ۳۶۹ھ میں ہمدان سے لوٹا تھا۔ لوگوں نے رے اور اس کے قرب جوار سے اس کا استقبال کیا اور مقام ساوہ میں جمع ہوگئے الصاحب نے ان میں ہر ایک کے لئے ایک کلام تیار کیا تھا جس کے ذریعہ سے اسے دیکھ کر وہ (کلام والا) اس سے ملاقات کرے۔" پس سب سے پہلے

۱۳۸ھ

[1] اشراف مصدر افعال اوپر سے نیچے کو دیکھنا ۱۲ منتہی الارب [2] اطلاع (تتکفس) واقف ہونا متوجہ ہونا ۱۲ منتہی الارب [3] ھذا قولہ تعالیٰ فضیہ استنباط وکذلک قولہ فاطَّلَعَ فَرَاٰہُ فِی سَوَاءِ الجحیم ۱۲ [4] غرام (نفس) بدی جو متصل پیوستہ ہو۔ ثلب (فس) عیب ثلاب (کنفس) عیب بیان کرنا ثلب (نکس) عیب دار آدمی۔ ثلوب (صغض فعس) آدمیوں کے عیب بیان کرنیوالا آدمی جبل (فس) پیدا کرنا جبلۃ (کسف) اصل پیدائش طبیعت (ففف) کک (صفتف) اصل (ففنف) کک (کتف) پیدائش طبیعت اصل ۱۲ منتہی الارب [5] جاش (فس) ثلب "منۃ (ضتف) قوت و توانائی ۱۲ منتہی الارب [6] مریرۃ (نکسف و کتنکسف) عزیمت و قصد" انتکاث رسی اور عہد کا ٹوٹا ہوا ہونا۔ ایک حاجت سے دوسری حاجت کی طرف پھر جانا" (کاکۃ سست رائے، عقد پیمان و رائے ۱۲ منتہی الارب

قاضی ابو الحسن ہمدانی قریہ اسد آباد سے صاحب کے قریب آیا۔ صاحب نے کہا کہ اے قاضی جب میں تم سے جدا ہوا تھا تو مجھے تم سے ملنے کا شوق نہ تھا اور نہ جب تم مجھ سے جدا ہوئے تھے تو تمہیں مجھ پر شیفتگی[1] و فریفتگی تھی۔ البتہ تمہارے بعد مجھے ایسی مجلسیں ملیں جو تمہیں چاہتی تھیں، تمہیں ترجیح[2] دیتی تھیں اور تمہیں پسند کرتی تھیں۔ اگر ان مجلسوں والوں میں[3] میرے پاس موجود ہوتے۔ حالانکہ میں اپنے اظہار کمال[4] زبان۔ چلت پھرت اور دلیل کی وجہ سے ان پر سربلند ہو گیا تھا۔ تو تم حسان بن ثابت کے اشعار پڑھتے جو انہوں نے ابن عباس کی شان میں لکھے ہیں وہ یہ ہیں ۔

(۱) جب ابن عباس تمہارے سامنے آئیں گے۔ تو تم ان کے لئے ہر مجمع میں فضل دیکھو گے۔

(۲) جب وہ کچھ کہتے ہیں تو ایسے (مسلسل و مربوط) چیدہ فقرات[5] کی وجہ سے جن میں تم بے ربطی نہ دیکھو گے۔ کسی کہنے والے کے لئے کوئی بات نہیں چھوڑتے (سب کچھ کہہ جاتے ہیں۔ قادر الکلامی کی مدح ہے)

(۳) وہ کافی ہوئے اور اس مرض کو جو لوگوں کے نفوس میں تھا۔ شفا دی اور کسی اہل عقل[6] یا متمنی کلام کے لئے کلام میں متین و غیر متین پہلو کو نہیں چھوڑا۔

(۴) (اے ابن عباس) تم بغیر مشقت بلندی پر چڑھ گئے اور ایسے حال میں کہ نہ ضعیف و حقیر تھے اور نہ سست و کمینہ بلندی کی چوٹی تک پہنچ گئے۔

اور اے قاضی اگر وہاں ہوتے تو تم ایک دوسرے شاعر کا قول بھی یاد کرتے اور اسے پڑھتے کہ اس نے اس شخص کی بابت کہا ہے۔ جو میرے کھڑے ہونے کے مقام میں کھڑا ہوا میری طرح اس نے کسب[7] کمال کیا۔ میری طرح اس نے تصرف کیا۔ میری طرح وہ پلٹا اور میری طرح ہی اس نے چلو[8] میں پانی لیا (یعنی میرا ہمسر اور ہم مرتبہ تھا) وہ کہتا ہے کہ ؎

(۱) جب وہ کچھ کہتا ہے۔ تو کسی کہنے والے کیلئے کوئی قول نہیں چھوڑتا۔ (سب کچھ کہہ دیتا ہے) اور اس قدر قادر الکلام ہے کہ) عاجزی کی وجہ سے کہیں نہیں رکتا اور ہذیان[9] سرائی میں زبان کو نہیں چلاتا

(۲) وہ جب چاہتا[10] ہے بولنے میں زبان کو گردش دیتا ہے۔ اور شکاری جانور کی طرح اپنے[11]

---

[1] وجد شیفتگی ۱۲ منتہی الارب [2] اخفاء مصدر کسی کو دوسرے پر زیادتی دینی ۱۲ منتہی الارب [3] تبیان ظاہر آشکارا کرنا ۱۲ منتہی الارب [4] النقاط دانہ چیدن و سخن چیدن "صراح و منتہی" پس مراد از ملتقطات کہ جمع مونث سالم ملتقطہ ست فقرات جملات چیدہ لے ملفوظہ و پسندیدہ باشد [5] اربۃ رکسف (عقلمندی حاجت ۱۲ [6] تصرف دفس اہل وعیال کیلئے کسب کرنا ۱۲ منتہی الارب [7] اغتراف چلو میں پانی لینا ۱۲ منتہی الارب [8] هجر رضس (بری اور بیہودہ بات ۱۲ منتہی الارب [9] انتحاء قصد کرنا میل کرنا، صقر، باز، شاہین، شکرا شکاری جانور ۱۲ منتہی الارب

پہلوؤں میں نظر کرتا ہے (اس کی بیدار مغزی اور ہوشیاری کی طرح ہے) ؛
اور (اے قاضی) میں نے عضد الدولہ کے سینہ میں وہ چیز ودیعت رکھ دی ہے جو میری جانب اس کی توجہ کو دراز کریگی۔ اور (میری جدائی کے افسوس کو بڑھا دیگی۔ مجھ سے اُس نے وہ بات دیکھی۔ کہ اس کی مثل اس نے قبل نہ دیکھی تھی اور نہ بعد میں اس کو اس کی شکل نظر آئے گی۔ وہ خدا قابل ستائش ہے۔ جس نے مجھے اس کے پاس اس چیز کی بنا پر بھیجا جو دوستوں کے لئے خوش کن تھی۔ اور اس چیز کی بنا پر اس سے جدا کیا۔ جو دشمنوں کے لئے رنجدہ تھی (دونوں جگہ فضائل و کمالات مراد ہیں) کہو قاضی دل کا کیا حال ہے مجلس اور درس کی کیا کیفیت ہے (تمہارے سامنے لوگوں کی) عرض معروض کی اور (تمہارے) حشم و خدم کی کیا حالت ہے (تمہاری طرف لوگوں کا رجوع کیا ہے اور تمہاری شان و شوکت کیسی ہے؟! (صاحب اپنے جوش و ہیجان، سخت غیظ و غضب، شدت جنون اور آپے سے باہر ہو جانے کی وجہ سے اس ہذیان سرائی کو نہیں چھوڑتا تھا۔ اور قاضی ہمدانی ایسے تھا جیسے چوہا بلی کے سامنے وہ (قاضی) زار و نزار (حقیر و ذلیل ہو رہا تھا۔ اور ذلت و حقارت کے سبب سے اس کی کوئی سانس بغیر گھٹن اور کھنچن کے اوپر نہ آتی تھی۔ یہ سب کچھ صاحب کے تکبر کے سبب سے تھا۔ پھر الصاحب نے زعفرانی رئیس اہل الرائے کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے شیخ تمہاری بقا نے مجھے مسرور کیا۔ اور تمہارے رنج و الم نے مجھے رنجیدہ کیا۔ مجھے تمہاری دشمنی اور اس خیال کی کیفیت معلوم ہوئی۔ جو تمہارے غرور نے تمہارے دل میں پیدا کر دیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں زندہ نہ رہوں گا۔ یہاں تک کہ تمہاری سرکشی تمہیں پر لوٹا دی جائے گی۔ میں یہ نہ سمجھتا تھا۔ کہ تم اس امر پر بیشقدمی کر بیٹھو گے جس پر تم نے بیشقدمی کی۔ اور ارباب عدل و توحید سے اپنی عداوت کو یہاں تک پہنچاؤ گے جہاں تک پہنچائی۔ میرے لئے تمہارے ساتھ انشاء اللہ ایک دن آئیگا۔ جس کے لئے رات

۱۔ اے احتدام غصے کی وجہ سے دانت پیسنے" خیال (نفس) دیوانہ ہو جانا غلواء (ضففسم) سرکشی حد سے گذر جانا ۱۲ (منتہی الارب ۲۔ تضاؤل نزار و حقیر ہونا۔ قماء (فس) قماۃ (ضسف) قماہ (نفسف) قماء (ضس) ذلیل و خوار و حقیر ہونا ۳۔ نزع (فس) ایک چیز کو اس کی جگہ سے کھینچ لینا اور اکھاڑ لینا یقال ھو فی النزع یعنی وہ حالت جان کنی میں ہے" ونزع یدہ یعنی اس نے اپنا ہاتھ جیب سے نکالا ۱۲ منتہی الارب

۵۔ مخیلاء (ضففسم) تکبر و غرور ۱۲ منتہی الارب

ہو گی۔ اور رات آئیگی۔ جس کے لئے اور رات ہو گی اور (تمہارے لئے) ہلاکی[1] ہو گی۔ جس سے وادی جہنم متصل ہو گا۔ اور بارش[2] ہو گی۔ جس کے ساتھ سیلاب ہو گا۔ اور کافر عنقریب جان لیں گے کہ عاقبت کا گھر (جنت) کس کے لئے ہے۔ زعفرانی نے اس سے کہا کہ خدا ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

پھر اس نے ابو طاہر حنفی کو دیکھا اور کہا کہ ایہا الشیخ میں نہیں سمجھتا کہ تم سے (تمہاری) شکایت کروں یا تم سے (زمانہ) کی شکایت کروں۔ مجھے تم سے تمہاری شکایت تو یہ ہے کہ تم نے میرے پاس ایک حرف بھی لکھ کر نہ بھیجا۔ گویا کہ ہماری آنکھ کبھی ملی ہی نہ تھی کبھی ہم میں محبت تھی ہی نہیں۔ اور ہم کبھی ہم پیالہ ہوئے ہی نہ تھے۔ اور تم سے زمانہ کی شکایت یہ ہے۔ کہ میں نے آدمیوں کی تمہارے بعد ملامت[3] کی۔ ان سے تمہارے عہد محبت کا ذکر کیا۔ تمہاری محبت کو ان میں بیان کیا تمہارے چقماق سے ان کے سامنے آگ نکالی (تمہارے کمالات ظاہر کئے) اور تمہاری عجیب غریب حالات ان سے بیان کئے۔ پس میرے شوق دلانے سے وہ تمہارے مشتاق ہوئے۔ تمہارے صدق وصفا پر میرے روشنی[4] ڈالنے کی وجہ سے انھوں نے تم کو دوست باصفا خیال کیا" میرے (تمہاری ذات کو) آراستہ وپیراستہ ومزین کر کے بیان کرنے کی وجہ سے انھوں نے تمہاری مدح وثنا کی۔ اور احباب کا طرز عمل یہی ہوتا ہے۔ جبکہ سواریاں ان کو دور[5] کردیں۔ (ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں) ان کے چوپایوں سواریوں) کی تیز رفتاریں سست ہو جائیں (مدت تک ملاقات نہ ہو) اور ان کے سینوں میں آتش اشتیاق بھڑکنے لگے (زمانہ کی شکایت اس وقت یہ ہے کہ جب ان احباب سے تمہارے کمالات واوصاف بیان ہوئے۔ اور وہ تمہارے مشتاق ومتمنی ہوئے تو تم نہ تھے

---

[1] تبور (ضفس) ہلاکی۔ عذاب۔ زیان" ویل (فس) جہنم میں ایک وادی کا نام ہے" یا ایک کنواں ہے یا ایک دروازہ اللّھم نعوذبک منہا ۱۲ منتہی الارب [2] قطر (فس) مینہ وجمع قطرہ معروف فہو القوحمتین الاولی آخر لی ۱۲ [3] ذم (فت) ملامت کرنی" قدح (فس) آتش زنہ سے آگ نکالنی آتش زنہ پر چقماق مارنی تاکہ آگ نکلے "زند" (فس) چقماق کا لوہا ۱۲ منتہی الارب [4] ترویق ۔ ایک چیز کو گھس کر صاف کرنا شراب وغیرہ کو صاف وروشن کرنا۔ استصفاء کسی کو دوست خالص اور برگزیدہ سمجھنا تنمیق۔ کتابت میں خوبی پیدا کرنا سنوارنا ایک چیز کو منقش کرنا۔ توریق۔ درخت کا برگ آور ہونا۔ یہاں فضائل وکمالات کی آرائش وزینت مراد ہے ۱۲ منتہی الارب ۔ [5] نامی (فس) دور ہونا فبالباء تعدیۃ اضطرام۔ آگ کا بھڑکا ہوا ہونا ۱۲ منتہی الارب

یہ گردش روزگار ہے) پس تمام تر ستائش اُس خدا کے لئے ہے۔ جس نے پھر نتا خوں[1] کو مجتمع پراگندگی کو بہم۔ دلوں کو بآرام اور خواہشوں کو فراہم کر دیا۔ ایسی ستائش جو زیادتی نعمت سے متصل ہو جیسے کہ سرداروں کی قریب و بعید کے غلاموں کے ساتھ (نعمت زیادہ کرنے کی اعادت ہوتی ہے۔

پھر الصاحب ابن قطان قزوینی حنفی کی طرف ملتفت ہوا اور یہ دانا و ہوشیار علماء میں سے تھا۔ صاحب یونہی جھوٹ کہنے لگا۔ کہ اے شیخ میں (حالت خواب تو درکنار) حالت بیداری میں بھی تمہارا خواب[2] دیکھتا ہوں۔ اور میں تمہارا نگران رہتا ہوں نہ کہ نگہبان و پاسبان (غایت یاد آوری اور نہایت اعزاز کی طرف اشارہ ہے یعنی میں ہر وقت تمہیں یاد کرتا ہوں اور تمہارا میرے نزدیک یہ مرتبہ ہے کہ میں ہی نگہبانی و پاسبانی کا کام کرتا ہوں نہ کہ خادم) اس لئے کہ تم میرے انتہائی مرتبہ اور نصیبہ کے مالک ہو۔ بخدا میں نے تمہارے بعد لعاب[3] دہن نہیں نگلا مگر غم اور گھٹن کے ساتھ میں تمہارے بغیر کوئی راستہ نہیں چلا۔ مگر تکلیف[4] الم کے ساتھ اور میں نے خوش طبع اور عقلمند لوگوں کا کوئی بازار (مجمع) نہیں دیکھا مگر عارضی طور پر[5]

اور الصاحب نے قاضی عیسا بادی سے کہا۔ کہ اے قاضی کیا تمہیں یہ امر خوش کرتا ہے کہ میں تمہارا مشتاق رہوں اور تم میری جانب سے مطمئن اور تسلی میں رہو میں تم سے سوال کروں اور تم مجھ سے علیحدہ[6] رہو میں تم سے خط و کتابت کروں۔ اور تم تغافل کرو۔ میں تم سے (اپنے خط کا) جواب طلب کروں اور تم کاہلی کرو۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کا میں صاحب خراسان کی طرف سے بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور اس جیسی امید مجھ سے شاہ بنی سامان بھی نہ کریگا۔ میں کب ہاتھ کے رومال کی طرح (ذلیل وحقیر) ہو سکتا ہوں۔ اور کب کسی کے۔ لئے اس (ذلیل و ہتک آمیز) در پر آسکتا ہوں۔ اگر عذر کر کے تم (اپنے خیالات، عادت بیمروتی سے) اچھی طرح پلٹ گئے۔ آئندہ کے لئے گذشتہ تقصیرات کی معافی چاہی اور آئندہ کے لئے عہد و پیمان مروت و اطاعت کیا) تو خیر ورنہ ملامت کرنے میں تم پر خوب برسوں گا پھر تم کو کسی حالت میں بھاگنا ممکن نہ ہوگا۔

---

[1] شعب (ضف) جمع شعبہ (صف) شاخ، روادع (ضک) تن آسان و آرمیدہ ۱۲ منتہی الارب [2] حلم (ض) خواب دیکھنا کسی کو خواب میں دیکھنا۔ اشتمال اپنے پر پلینا کپڑے کو اشتمل علی سیفہ کپڑے کے نیچے کر لیا اس کو ۱۲ منتہی الارب [3] اساغۃ، شراب کو ہضم کرنا جرض "تھوک نہار منہ کا تھوک"، غم میں تھوک نگل جانا گلے میں کھانا اٹک جانا ایسے کہ مرنے کے قریب ہو جائے۔ [4] مضض "رنج، مصیبت کی سوزش جراحت کا درد و الم۔ طرف (ضفی) عقلمند دانا جمع ظریف عرب میں مکالمہ اور مشاعرہ کے لئے بازار ہوتے تھے کما ھو المشہور ۱۲ [5] انسلال" ایک چیز میں سے پوشیدہ باہر نکلنا، آہستہ آہستہ نکلنا ۱۲ منتہی الارب [6] انداد، دور سے روکا آنا

اور مجھ سے سرکشی واستکبار نہ کرسکو گے۔ مگر وبال اور تباہی میں رہ کر[1]
پھر ابو طالب علوی نمودار ہوا۔ الصاحب نے کہا۔ کہ اے شریف، تم نے اپنی نیکیوں کو میرے نزدیک ہذیان بنادیا۔ پھر ان میں واہیات باتوں کا اضافہ کردیا۔ اور گزشتہ وآئندہ پر غور نہ کیا تم نے عہدو پیمان کو رائگاں کردیا اور وعدہ خلافی کی تم نے منحوس کو حق اور سعد کو باطل ثابت کیا بعد اس کے کہ تم پیاسے[2] کے لئے پانی تھے (تلاش آب میں، حیران و متردد کے لئے) دہوکا ہو گئے۔ تم نے یہ سمجھ لیا کہ تم مجھ سے بسر ہو گئے (اب مجھسے کوئی کام نہیں رہا سب ادا ہو چکے اور میرے بدلے دوسرے شخص کو اختیار کرلیا۔ افسوس کوئی مجھ جیسا کہاں ہوسکتا ہے یا میرا اس مقام کر کوئی لغزش کرسکتا ہے یا کس کے لئے میرے دن کی مثل دن یا میری رات کی مثل رات ہوسکتی ہے ع آیا کوئی میرا عوض دیا جاسکتا ہے (میرا قائمقام ہوسکتا ہے) اگرچہ عوض بزرگ و جلیل ہو۔ میں اس زمانہ میں یکتا ہوں اور تم جو کچھ سن رہے ہو اسے جانتے ہی ہو۔ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں خدا قابل تسبیح ہے کہاں ہے وہ حق جسے ہم نے اس زمانہ میں مضبوط کیا تھا جبکہ (ہمارا) آفتاب (راحت وآرام) ڈھلنے والا زمانہ حملہ کررہا تھا۔ کچھ میں نے کہا تھا اور کچھ تم نے کہا تھا۔ حال ہمارے درمیان میں بدل رہا تھا۔ خدا تیرے (ہم کو) رخصت اور وداع کرنے کی رات کو سیراب کرے۔ تو اپنی حالت میں ایسا تغیر کرتا ہے۔ کہ جو دوستوں کو رنج دے (یعنی ان سے اجنبیت و بے مروتی بعد عہد و پیمان محبت) اور میں ایسی تدبیر اور فکر کرتا ہوں جو دشمنوں کو رنج پہنچائے۔ اور ہم اس جاہل و ذلیل[3] کے خوف سے دراین کی طرف رخ کر رہے ہیں۔ جاہل ذلیل سے وہ ذوالکفایتین مراد لیتا ہے۔ جب کہ اس نے الصاحب کو بعد اس کے کہ الصاحب نے۔ اس کے خلاف حاسدوں[4] کو بھڑکا دیا تھا۔ اور قریب تھا کہ اپنے نفس پر کوئی بلا لائے۔ رے سے نکال دیا تھا اور یہ ایک وسیع[5] واقعہ ہے۔ جس کے ہم اس طرح درپے نہیں ہوتے جو اس کی بعینہ روایت کرنے سے مانع ہو اور شاید وہ اس کے بعد آئے گا۔

پھر الصاحب نے ابو محمد کاتب شروط کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ اے شیخ قابل تعریف ہے

---

[1] خبال (نفس) تباہی نقصان، رنج، ہلاکی ۱۲ منتہی الارب [2] حران (نفس) پیاسا مرد سراب (نفس) نمائش آب معروف ۱۲ منتہی الارب [3] مہین (نکس) ذلیل خوار سست۔ کم عقل۔ کم تمیز ۱۲ منتہی الارب [4] تالیب تحریض کردن حسود ۱۲ صراح [5] فرش یقال فرشہ امرہ اسے اوسعہ ایاہ، صراح

وہ خدا جس نے ہمیں تیرے شر سے بچایا۔ تیری بدی[1] اور ضرر سے محفوظ رکھا۔ اور تیری لوٹ[2] مار اور گرمی سے ہم کو دور رکھا۔ تو نے ہماری طرف نقصان و مضرت کو چلایا۔ اور ہم پر چنگاری ڈال دی (فیح وحر کی ترتیب ہوگئی) حالانکہ ہم تیرے لئے حیس[3] کھانا بنانے میں (ہمدردی و محبت کی طرف اشارہ ہے) عقلمندی اور ہوشیاری کے ساتھ تیرا وصف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی مثل ہرگز کوئی نہیں اور تو اس کے درمیان میں بدسلوکی[4] اور طفلانہ ٹھلاوے کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے . . . .

اور اس نے ابن ابی خراسان فقیہ شافعی سے کہا۔ کہ اے شیخ تو نے ہمارا ذکر اپنی زبان سے ہٹا کر اپنے نسیان پر جاری کیا۔ تو اپنے دوستوں[5] اور بھائیوں پر نامہربان ہے اگر میں ہمیشہ سے اس چیز کی نگہداشت نہ کرتا جسے تو نے ضائع کردیا۔ اور وہ چیز اپنی رعایت سے تجھ کو نہ دیتا۔ جس کو تو نے روک دیا۔ تو میرے تیرے درمیان (پہلے ہی) کوئی نئی بات پیدا ہو جاتی (خواہ وہ) اچھی ہوتی یا بُری۔ میں نے تجھ کو اموال ناس کی نگرانی کرتے ہوئے چھوڑا تھا (ان کے اموال سے) روزی حاصل کرتے اور جمع کرتے ہوئے پایا۔ اچھی بات کا حکم کرتے ہوئے چھوڑا تھا اور میرے پاس آیا۔ تو اس حال میں کہ تو خود عمل کا مرتکب ہے رائے خطا[6] کر گئی۔ گمان باطل ہوگئی۔ اور امید چھوٹی ہوگئی۔ (یعنی تیرے متعلق جو کچھ میرا خیال اور گمان گذشتہ حالات کے دیکھتے ہوئے تھا۔ وہ سب غلط ہوگیا) کسی پہلے شخص نے کہا ہے ؎

آگاہ ہو جاؤ۔ کہ اکثر وہ شخص جن کو تم کھوٹا[7] اور خیانت دار سمجھتے ہو۔ تمہارے لئے ناصح ہوتے ہیں اور وہ کہ جو (تمہارے نزدیک) اپنی عدم موجودگی میں قابل اعتماد معلوم ہوتے ہیں، تہمت[8] زدہ ہوتے ہیں ۔

پھر الصاحب نے شادیاشی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے ابو علی اب کیسا ہے اور پہلے کیسا تھا

---

[1] عرّ (نت) عرّۃ (نقتف) کسی کو بدی پہنچانی ۱۲ منتہی الارب [2] فیح بحر یفیح وفیاح اے واسع وکذلک انہ جواد فیاح اے فیاض وفاحت لغا رۃ اے تستنا فیاح بکسر الحاء اسم للغارۃ وانا ہ یونیہ اناء اے اخرہ ۱۲ صراح [3] حیس، حیس کھانا بنانا اور حیس ایک قسم کا کھانا ہے جو اس طرح بنتا ہے کہ خرما کو روغن اور پنیر میں ملا کر گھوٹتے ہیں اور خرما کی گٹھلیاں اس میں سے دور کر دیتے ہیں اور کبھی اس میں پنیر کے بدلے ستو ڈالتے ہیں۔ لبابۃ (نفسف) عقلمند ہونا۔ کیس (فس) عقل۔ طبیعی۔ جواں مردی۔ ہوشیاری خلاف حمق ۱۲ منتہی الارب [4] وَیح "یزیدی کے نزدیک ویل کی طرح کلمہ عذاب ہے اور "ویس" ایک کلمہ ہے جو لڑکوں کی راحت و اصلاح کے وقت مستعمل ہوتا ہے ۱۲ منتہی الارب وصراح [5] خدن (کس) یار اور دوست ۱۲ منتہی الارب [6] تفییل کسی کی رائے کا ضعیف ہو جانا۔ خطا کر جانا۔ تخییب باطل ہو پڑنا ۱۲ منتہی الارب [7] اغتشاش ایک چیز میں کھوٹ اور خیانت کا گمان کرنا [8] ظنین (نکس) تہمت زدہ ۱۲

کہا۔ کہ مولانا سے

نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے تھا۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے نہ تھا

الصاحب نے کہا۔ کہ اے کمینہ[1] پاجی دور ہو یہ (شعر) تیرا تھین ہے۔ اور نہ یہ تیرے پاس نظم ہوا ہے۔ یہ تو محمد بن عبداللہ بن طاہر کا ہے۔ اور اس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

(۱) تو نے (مجھے خط) لکھا ہے (جس میں) مجھے پوچھتا ہے کہ میں کیسے تھا۔ حالانکہ میں نے تیرے بعد کسی رنج و غم سے ملاقات نہیں کی۔

(۲) نہ میں یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے تھا۔ اور نہ یہ جانتا ہوں کہ میں کیسے نہ تھا

الصاحب یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اور اپنی گردن کو موڑتا جاتا تھا اپنی آنکھ کے ڈھیلے[2] کو باہر نکالے دیتا تھا۔ اپنے دونوں شانوں کی اطراف کو کودا رہا تھا۔ لوگوں پر حملہ کر رہا تھا اس طرح بڑھ بڑھ کر باتیں کر رہا تھا۔ اور اس طرح اُن پر آ پڑتا تھا۔ کہ جیسے حملہ کرتے ہیں) اور مڑا جاتا تھا (سب اس کے وحشیانہ جوش و خروش کی طرف اشارے ہیں) گویا وہ ایسا شخص تھا جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا رکھا ہو۔ یہ (الصاحب کے واقعہ) استقبال کا آخر کلام ہے

ابوحیان نے کہا ہے۔ کہ فیرزان مجوسی ایک دن اُس امر کے متعلق جس کی بابت الصاحب نے اس سے بالمواجہ گفتگو کی تھی۔ دار الامان میں آیا تو الصاحب نے اس سے کہا کہ تو بڑا دلاور[3] و پرکار، درشت آواز اور دلیر ہے۔ کبھی ہشاش بشاش نہیں ہوتا۔ اور (شادمانی و خرمی سے) حصہ نہیں لیتا۔ فیرزان نے کہا۔ کہ اے الصاحب میں جہنم سے بری نہ ہوں۔ اگر یہ سمجھتا ہوں۔ کہ تم کیا کہتے ہو۔ اگر تمہاری رائے یہ ہو۔ کہ مجھے گالیاں دو تو بعد اس کے کہ (مجھے یہ) معلوم ہو جائے (کہ تم کیا کہتے ہو) جو چاہو کہو اس لئے کہ عزت و جان تم پر فدا ہیں نہ ہم اہل زنگ میں سے ہیں نہ اہل بربر میں سے۔ تم ہم سے اس عادت کے موافق کلام کرو۔ جس پر عمل ہے۔ واللہ یہ تمہارے فارسی آباء کی زبان ہے اور نہ تمہارے ہم مذہب اہل سواد کی۔ ہم آدمیوں میں بہت سے ہے۔ اور اس طرز بیان کو اس نے

---

[1] غروب (ضفس) دور ہونا۔ ساقط، کمینہ ھابط من الھبوط بمعنی سقوط اوپر سے نیچے اترنا ۱۲ منتہی الارب

[2] مجحوظ۔ آنکھ کا بڑا ہونا اور باہر کو نکل پڑنا۔ نزو برجستن۔ تشاول نیزے وغیرہ کے ساتھ حملہ کرنا۔ تخبط دیوانہ پن میں رکھنا کسی کو آسیب کا۔ منتہی الارب فیہ استنباط من القرآن الکریم

[3] مخش (ذنکت) دلاور پرکار رجل اجش مرد درشت آواز سحاب اجش الرعد و فرس اجش الصوت رجل مخش دلیر و رشب صش و بش معروف امتشاش بہرہ یافتن از چیزے ۱۲ منتہی و صراح

نہیں سُنا۔ دیہ سنکر الصاحب غصہ میں کھڑا ہوگیا۔ ابوحیان نے کہاہے۔ کہ ابن عباد کے پاس جب کوئی شخص صاحب علم آتا تھا۔ تو وہ اس سے کہتا تھا یا اخی بات کرو۔ آرام لوکھل کر بیٹھ جاؤ۔ کشادہ رو ہو جاؤ، خوف نہ کرو اور مجھ کو ایسے مقام کے اندر سمجھو۔ جہاں چوہے بہت ہوں۔ تم کو یہ حشم وخدم۔ آنے جانے والے اور نوکر چاکر، یہ مرتبہ اور چبوترہ یہ طاق ایوان یہ محفلیں اور فرش خوف زدہ نہ کریں۔ اس لئے کہ بادشاہ علم بادشاہ حکومت سے برتر ہے۔ لہذا اب تمہارا ڈر نکل جانا چاہیئے۔ اور تمہارا دل خوش ہو جانا چاہیئے، جو چاہو کہو اور جو چاہو دیکھو تم ہمارے پاس انصاف، حاجت روائی، تحفہ دہی، نئی چیز کی بخشش، عطا و دہش مقاربت و موانست اور فائدہ رسانی ہی پاؤ گے (المختصر) کون ان باتوں کو یاد رکھ سکتا ہے۔ جو صاحب اس موقع پر بکواس کرتا تھا۔ اور جو کچھ اس میدان میں لمبی چوڑی تقریر کرتا تھا یہاں تک کہ جب یہ انسان اپنے تمام مزخرفات اور حیلے ختم کر دیتا تھا۔ اور وہ شخص اس کے ہمراہ معتبر آدمیوں کی طرح اندرون خانہ میں چلا جاتا تھا۔ تو الصاحب اس سے جھگڑا کرنے لگتا تھا، اسے تنگ کرتا تھا اس کا مقابلہ کرتا تھا۔ اُس سے جدا اور بیگانہ ہو جاتا تھا۔ اس کے ساتھ بدرندگی پیش آتا تھا اور تیوری بدل کر خادم سے کہتا تھا۔ کہ اے غلام اس کتے کا ہاتھ پکڑ کر جیل خانہ لے جا۔ اور اس کے کاندھے اور پیشانی پر پانسو کوڑے اور لکڑیاں مار کر داخل محبس کر دے۔ اس لئے کہ یہ دشمن و مخالف ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ یہ تسمہ سے باندھ دیا جائے۔ یہ پست و کمینہ اور ذلیل ہے۔ بے حیا کہتا ہے۔ اس کو میرے صبر و بردباری نے تعجب و غرور میں ڈال دیا۔ اس نے میری گمان کو خلاف کر دیا میں اسے مہذب و متین سمجھتا تھا۔ مگر یہ تو بڑا چھچھورا اور گستاخ نکلا) اور مجھے اپنے نفس کو ملامت کرنا پڑی۔ اور (کیونکر نہ ہو آخر) خداوند عالم نے لکڑی کو بیکار پیدا نہیں کیا (ایسے نامہذب اور گستاخوں کے پیٹنے کے لئے ہی ہے) پس وہ مصیبت رسیدہ اسی حالت سے اُٹھایا جاتا تھا اور سنی ہوئی بات بچشم دیدہ واقعہ کی طرح نہیں ہو سکتی۔ جو اس محفل میں نہیں آیا۔ اس نے مرتبہ

لہ مرتبہ (فسفف) جہاں چوہے بہت ہوں۔ منتہی الارب۔ معمولی و غیر ممتاز مقام مراد ہے ۱۲ سے غاشیہ (فسکف) چاہنے والے جو تمہارے پاس آئیں۔ دوست آنے والے ملاقات کرنے والے (حاشیہ (فسکف) نوکر چاکر ۱۲ منتہی الارب سے رواق (کفس اگر خیمہ کی مانند یا سائبان ۱۲ منتہی الارب سے طنفسہ ایک فرش ہے بفتح طاء وسکون نون ۱۲ منتہی الارب ہے فسح خوف کا نکل جانا اور آرام و قرار آنا ۱۲ منتہی الارب لہ اطراف کسی کا کسی کو بالکل نئی چیز دینی، قبس فائدہ دینا ۱۲ منتہی وصراح ہے مجاجہ جھگڑا کرنا ۱۲ ہے قد (کت) تسمہ ۱۲ منتہی وصراح ہے وقاحت بے شرم، گناہ پر جری ۱۲ منتہی الارب

ص ۱۴۶

بلند اور مرو احمق[1] ہی نہیں دیکھا۔ ابو حیان کا بیان ہے۔ کہ ابو الفضل بن عمید جب الصاحب کو دیکھتا تھا
تو کہتا تھا۔ کہ میرے خیال میں اس کی آنکھیں پارہ[2] سے مرکب ہیں۔ اور اس کی گردن دہانہ کاریز
سے بنائی گئی ہے (آنکھوں اور گردن کے خوب مٹکنے اور لچکنے کے سبب سے ان چیزوں کی
طرف منسوب کیا) اور وہ سچ کہتا تھا۔ اس لئے کہ الصاحب فاسقہ و فاجرہ اور بیباک و شوخ[3]
عورت کی طرح خوب مٹکنے لچکنے والا بہت زیادہ ناقص العقل اور بل کھانے والا اور بہت
زیادہ اکڑ مکڑ والا تھا۔

ابو حیان کہتا ہے۔ کہ مجھ سے ابو بکر جرباذقانی کاتب نے بیان کیا۔ جو الصاحب کے
گھر کا کاتب تھا۔ کہ ہمارے الصاحب کی گرمی چشم کے متعلق یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو
بات اسے معلوم نہ ہوتی تھی۔ اس میں وہ چُپ نہ رہتا تھا۔ اور جس کام کو تمام و کمال طریقہ سے
نہ کر سکتا تھا۔ اس سے اپنے نفس کو محفوظ نہ رکھتا تھا۔ اور گمان کرتا تھا۔ کہ اگر وہ خموش رہا۔
تو اس کا نقص سمجھ لیا جائیگا۔ اور اگر کوئی دھوکا اور فریب[4] کیا۔ تو یہ روا ہوگا۔ چھپ جائیگا
اور پوشیدہ رہیگا۔ اور وہ یہ نہ جانتا تھا۔ کہ یہ دھوکا ہی (لوگوں کو) حقیقت حال کے جاننے
پر حریص[5] بنا دینے کا راستہ ہے۔ کہنے والے نے سچ کہا ہے۔ کہ فریب دینے والا (اس
شخص سے جسے فریب دینا چاہتا ہے) یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے اپنے قابو میں کرلے۔ پھر
مل کر دھوکا دیا کرتا ہے۔ ابو حیان کا بیان ہے کہ (میں نے اس سے (ابو بکر سے) کہا کہ تم کو
اس معاملہ تک کس چیز نے پہنچایا۔ تو کہا۔ کہ ابھی ایک دن الصاحب نے مجھ سے کہا۔ کہ اپنا
حساب اٹھا لے۔ اس لئے کہ تو نے اس میں تاخیر اور کوتاہی کی۔ اور معاملہ ملک میں حکام اور
لشکر و رعیت اور شہروں کے انتظام میں اور اس بار میں جو مجھ پر حکومت کے متعلق ہے
اور شہر[6] کی حفاظت میں اور اطراف بعیدہ و قریبہ کے حالات[7] معلوم کرنے میں زبان
علم، رائے۔ تدبیر۔ بست و کشاد تجسس اور جانچ[8] پڑتال کے ساتھ میری مشغولیت کو اور

[1] رقیع (نکس) احمق ۱۲ منتہی الارب [2] زئبق پارہ، لولب (قفف) دہانہ کاریز کہ تنگی کے سبب
جریان کے وقت پھرے اور اس کا گرداب تحدیب کوزہ کی مانند ہو جائے ۱۲ منتہی الارب [3] ماجن شوخ و بیباک
منتہی الارب [4] تفلک (فقفص) یقال فلان ینفکک جبکہ اس میں سخاوت سے روکے اور مانسکہ نہ ہو تفکل
تافتہ ہو جانا ۱۲ منتہی الارب [5] تمویہ خبر پہنچی ہوئی کے برخلاف خبر دینی تلبیس کرنی ۱۲ منتہی الارب
[6] اغراء حریص کر دینا ۱۲ منتہی الارب [7] حدو رفس) جلاء (کفسم) حدا (صفسم) اونٹوں کو ڈانٹنا اور
راگ گا کر ان کو ہانکنا برانگیختہ کرنا منتہی الارب و ۱۲ طہر طہار آک ۱۲ [8] بیضہ وسط شہر ۱۲ منتہی الارب [9]
مشارفہ ایک چیز پر مطلع ہونا ۱۲ منتہی الارب [10] نفض (فس) مکان میں جو کچھ ہے اسے دیکھنا تا کہ پہچان لے ۱۲
منتہی الارب

اس فکر کو جو احوال ظاہرہ و باطنہ کے متعلق میرے قلب پر ہے غنیمت[1] فرصت جاننا۔ میری جان کی قسم یہی (وجوہات تم کو) تاخیر حساب وغیرہ کی (طمع دلانے والی ہیں۔ اور میرا حساب سے بیکار رہنا ہی (تم کو تعویق و تقصیر پر) برانگیختہ[2] کرنے والا اور خرابی و فساد کا ابھارنے والا ہے۔ خدا تجھے عافیت بخشے۔ اس طرح تفصیل ابواب کے ساتھ حساب مرتب کرکے میں جلدی کر۔ جس میں میرا خانگی کاروبار اور آمد و خرچ کا حساب واضح طور پر درج ہو۔ ابوحیان کا قول ہے کہ میں نے ابوبکر سے کہا۔ کہ یہ سب کچھ اس کے اس قول کے سبب سے تھا کہ حساب اس طرح (مرتب کرکے) لاؤ۔ جیسے ہمیں منظور ہے۔ ابوبکر نے کہا۔ کہ ہاں بخدا واقعات اس سے کہیں زیادہ ہیں۔ میں نے ان کو مختصر بیان کیا ہے۔ غرض اس کے بعد میں چند روز اس سے جدا رہا۔ اور اس کے قاعدہ و قانون اور ایسے طریقہ پر حساب لکھا جو اس کے اہل میں رائج تھا اور اس کے پاس لے گیا۔ اس نے اس کو میرے ہاتھ سے لے لیا۔ اور جلدی جلدی بے پوچھے گوچھے اس پر ایک نظر دوڑا کر اسے میری طرف پھینکا اور کہا کیا یہ حساب کتاب ہے۔ کیا یہ تحریر ہے۔ کیا یہ تقریر ہے کیا یہ تفصیل و تحصیل ہے۔ واللہ اگر میں نے تجھ کو اپنے گھر میں پرورش نہ کیا ہوتا، تیری تادیب تربیت میں شب و روز مشغول نہ رہا ہوتا۔ تیری حرمت و رعایت (اپنے) بچوں کی سی نہ ہوتی اور مجھے تیرے آباؤاجداد کا خیال لازم نہ ہوتا۔ تو سارا طومار تیرے منہ میں ٹھونس دیتا اور تجھ کو روغن نفط[3] اور قار سے جلا دیتا۔ اور تیرے ذریعہ سے ہر کاتب اور محاسب کو تادیب کرتا۔ تجھے سزا دیکر اوروں کے لئے ذریعہ ادب اور باعث نصیحت بناتا اور تجھے ہر حاضر و غائب کے لئے آلہ عبرت[4] قرار دیتا۔ کیا مجھ جیسے شخص کو فریب دیا جاسکتا اور اس کے مال کی طمع کی جاسکتی ہے۔ حالانکہ میں حساب و کتاب ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ بخدا! میں رات کو نہ سوؤں گا۔ جب تک کہ عراق کے معاملات اور اطراف مملکت کی آمدنی کو نہ سمجھ لوں گا۔ کیا تجھ کو اس امر نے میری طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔ کہ میں نے تیری رسی ڈھیلی کردی۔ تیری برائی کو چھپایا اور

---

[1] اہتماز غنیمت گننا فرصت پانا ۱۲ منتہی الارب ایلاع حریص کرنا۔ برانگیختہ کرنا ۱۲ منتہی الارب

[3] نفط ایک روغن ہے کہ ولایت شیروان کی بعض زمینوں میں حاصل ہوتا ہے سفید و سیاہ ہوتا ہے۔ قار یعنی قیر جو رال سے بنا کر کشتی وغیرہ پر ملتے ہیں ۱۲ منتہی الارب

[4] مثلہ عقوبت و سزا اور وہ کام جس سے عبرت پکڑی جائے۔ مثولات و مثلات جمع ۱۲ منتہی الارب

تیری اچھائی کو ظاہر کیا۔ یہ جو تو لایا ہے (حساب) اسے بدل دے اور جو کچھ تو نے کیا ہے۔ اُسے اچھی طرح سمجھ لے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تو آخرت سے پھر گیا ہے۔ لہٰذا اپنی نمازوں اور صدقوں میں زیادتی کر۔

ابوبکر نے کہا۔ کہ بخدا نہ اس کے کلام نے مجھے خوف دلایا۔ اور نہ اس کی بکواس نے میرے اندر کچھ کام کیا۔ اس لئے کہ میں حساب کتاب میں اس کی جہالت کو اور اس معاملہ میں اس کے نقص عقل کو جانتا تھا۔ چنانچہ میں گیا۔ حساب کو خراب طور پر تیار کیا۔ اس میں تقدیم وتاخیر کی اس طرح حساب لکھا۔ کہ میری بات اس سے بالا ہو جائے (اور اسے زیر کر دوں) اور یہ سب کچھ عمداً کیا تھا۔ پھر اس کے پاس لوٹا کر لایا۔ تو اس نے اس میں نظر کی۔ میرے مُنہ پر ہنسنے لگا۔ اور کہا۔ کہ بارک اللہ خوب حساب لکھا ہے۔ بالکل ایسا ہی میں چاہتا تھا۔ اگر اوّل اوّل میں مجھ سے تغافل کرتا۔ تو دوسری مرتبہ میں تو بیدار نہ ہوتا۔ (ابوبکر نے ابوحیان سے کہا کہ) یہ ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس سے جتنا چاہو تعجب کرو۔ ابوحیان نے کہا ہے۔ منجملہ اس (ابن عباد) کے کلام[1] بے حیائی کے جسے میں نے اسے کہتے سُنا ہے۔ (یہ بھی ہے) ابہری متکلم جس کی کنیت ابوسعد ہے۔ کی بات چھڑی۔ تو اس (ابن عباد) نے کہا۔ کہ خدا اس (ابہری) ملعون ضعیف[2] الرائے پر لعنت کرے۔ میرے پاس (اپنے) ترش[3] رُو چہرے۔ چپٹی ناک[4]۔ چوڑے چکلے۔ سر اور بدگو زبان کے ساتھ آیا۔ اور مجھ سے مسئلہ[5] اصلح میں گفتگو کرنے لگا۔ میں نے اُسے کہا۔ دُور ہو! تجھ پر خدا کی ایسی ایسی دوامی لعنت ہو۔ جو کبھی جدا نہ ہو۔ (ابن عباد) نے ایک دن ایک آدمی کو گالی دیتے ہوئے کہا۔ اس بہت زیادہ بیوقوف[6]، بدخلق، دونوں قدم کے مابین[7] بُعد رکھنے والے پر خدا کی لعنت ہو جب کھڑا ہوتا ہے۔ تو اُٹھنے کی تکلیف کے باعث[8] جھولتا ہے۔ اور جب چلتا ہے۔ تو (گیند کی طرح) اُڑ کتا ہے۔ اور جب دوڑتا ہے۔ تو دونوں قدموں[9] میں بُعد رکھتا ہے۔ میرے دوستو! بخدا مجھے بتاؤ کیا یہ (کسی) حاکم کی عقل ہے۔ یا کاتب کی بلاغت یا (اپنے نفس پر) ضبط رکھنے والے آدمی کا کلام تم کیوں اس کے دیوانے ہو رہے ہو۔ اور کیوں اس پر گر رہے ہو؟ اور اس کی وجہ سے اہل فضل پر

---

[1] احاکمہ تلوار کا کام کرجاتا۔ منتہی الارب [2] رقاعة قلت حیاء، بےحیا۔ [3] مافون ضعیف الرائے [4] مکلح مہ چیں چہرے والا ترش رو [5] انف مسطح۔ چپٹی ناک۔ مقلطح چوڑ۔ مکبح کا بح ای شاتم وقابح۔ [6] مسئلہ اصلح۔ فرقہ معتزلہ اس امر کا قائل ہے۔ کہ خدا پر واجب ہے۔ کہ بندوں کے لئے ایسا فعل کرے جس میں ان کی بھلائی زیادہ ہو۔ مسئلہ اصلح سے مراد یہی عقیدہ ہے [7] اھوج ھوج یھوج ھوجا کان طویلا فی حمق وطیش وتسرع [8] افلج فلج فلجا۔ تباعد ما بین قدمیہ او یدیہ او اسنانہ فھو افلج [9] تفحج لکھو۔ تفحج الرجل ای فرق بین رجلیہ ۱۲

غیظ و غضب کرتے ہو۔ یہ (سب کچھ) محض اس بخت کی بدولت ہے۔ جو اس سے زیادہ کمینے کو (بھی) بالا کر دیتا ہے۔ اور جو اس سے زیادہ بالا رُتبے والے کو (بھی) گرا دیتا ہے۔ میں نے یہ بات ابو اسلم شاعر کو سُنائی۔ تو اس نے ایک شاعر کے (یہ شعر) مجھے سنائے ؛

(۱) وہ ذاتِ (خداوندی) پاک ہے۔ جس نے دُنیا کو اس کے منازل (مراتب) پر اُتارا (پیدا کیا) ہے۔ اور لوگوں کو دشمن[۱] اور دوست ہونے کی رُو سے (ایک دوسرے سے) ممتاز کیا ہے ؛

(۲) کئی صاحب فطانت عقلمند (افلاس کے باعث) جن کے وسائل آمدنی مسدود ہیں۔ اور کئی بیوقوف جاہل جن کو صاحب رزق دیکھ رہے ہو ؛

(۳) گویا وہ (عاقل) سمندر کی خلیج سے چلّو بھر رہا ہے۔ اور قوت (لایموت) کے رزق کا (بھی) مستحق[۲] و سزاوار نہیں ؛

(۴) یہ وہ بات ہے۔ جس نے عقلوں کو حیران کر چھوڑا ہے۔ اور (حاذق[۳] ذی فطانت عالم کو (بھی) بے دین بنا دیا ہے ؛

(ابو حیان) نے کہا ہے۔ اس (ابن عباد) کی سجع پر شیفتگی[۴] جِدّ و ہزل کے وقت تحریر و تقریر میں ان تمام لوگوں کی شیفتگی[۵] سے زیادہ ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے ان علاقوں میں دیکھا ہے۔ میں نے ابن مسیبی سے کہا۔ کہ ابن عباد اپنی سجع کے عشق میں کس حد تک جا پہنچتا ہے۔ اس نے جواب دیا وہ اس حد تک جا پہنچتا ہے۔ اگر وہ کوئی ایسی سجع بھی دیکھ پائے۔ جس کے موقع سے سلطنت کا کڑا کُھل جائے۔ اور حکومت کی رسّی مضطرب ہو جائے۔ اور اس (سجع) کے لئے اُسے بوجھل تاوان، سخت تکلیف (دیگر) امور کے تکلف کی برداشت اور ہولناک باتوں کو سہنا (بھی) پڑے (لیکن پھر بھی) اس (سجع) کو لا کر وہ استعمال کرتا۔ اور ان تمام انجاموں کی کوئی پرواہ نہ کرتا۔ جن کو میں نے (اوپر) بیان کیا ؛

اس (ابو حیان) نے کہا ہے۔ میں نے خلیلی کو کہا۔ کیا ابن عمید اس کے کلام کو نہیں سُنا کرتا تھا؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ وہ (ابن عمید) کہا کرتا تھا۔ اس (ابن عباد) کی سجع۔ زندیقیت اور قلت حیا پر۔ اور اس کی تحریر رعشے[۶] اور تعطیل قوی پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس کا چیخنا چلّانا اس امر پر دال ہے۔ کہ وہ شراب خانہ میں جوا کھیلتے کھیلتے (دھوکے میں آکر) ہار کھائے

---

[۱] مشنؤ۔ دشمن۔ شنأء الرجل۔ ابغضہ مع عداوۃ۔ موموق۔ دوست۔ الومیق والموموق المحبوب [۲] محقوق مستحق و سزاوار [۳] تحریر۔ حاذق فطین عاقل جمع نحاریر [۴] جدّ و ہزل۔ ہزل۔ مزاح۔ ہذیان۔ جدّ۔ خلاف ہزل [۵] کلف۔ شیفتہ ہونا۔ دلدادہ ہونا [۶] تشلّل۔ رعشہ۔ زمانۃ۔ تعطیل قوی۔ عدم بعض الاعضاء۔ الحانۃ شراب فروشی کی دکان۔ القمار۔ جوا کھیلنا ؛

ہوئے ہے۔ وہ احمق طبیعت (کا آدمی) ہے۔ مگر اچھا خلیلی نے ذکر کیا ہے۔ اس کی ولادت ۱۴ ذی القعدہ ۳۲۶ھ میں ماہ شہریر کے روز سروش[1] میں ہوئی۔ میں نے کہا۔ اس کی کہاں ولادت ہوئی۔ اس نے جواب دیا۔ ہمارا خیال تو یہ ہے۔ کہ وہ طالقان میں پیدا ہوا لیکن ایک دن اس نے ہمیں کہا کہ اصطخر میں ...

ابوحیان کہتا ہے۔ میں ۳۵۸ھ میں ابقام رَے تھا۔ مؤید الدولہ کے ہمراہ ابن عباد بھی وہاں مہمات اور حوائج میں وارد ہوا۔ اور ابن عباس کے لئے ایک مجلس مناظرہ[2] منعقد کی گئی ہم باب شیر میں اس کے پاس اسی کے گھر رات بسر کرتے تھے۔ غرض یہ ابوالعباس القاضی ابوالجوزاء البرقی ابوعبداللہ نحوی زعفرانی اور مسافروں کا ایک گروہ بھی ہمارے ساتھ وہاں رات بسر کرتے تھے ابن عباد نے ایک رات اپنی مجلس میں اجنبی چہرے والے) ایک گدڑی[3] پوش (نوجوان) کو دیکھا۔ اس (ابن عباد) نے چاہا۔ کہ اُس کو اور اس کے سرمایۂ علمی کو معلوم کرے۔ نوجوان (مذکور) اہل سمرقند سے تھا۔ اور ابو واقد کرابیسی (کے نام) سے مشہور تھا۔ ابن عباد نے کہا۔ اے بھائی۔ کشادہ رُو ہو۔ اور مانوس ہو۔ اور (ہم سے) بات چیت کرو۔ تمہارے لئے ہماری طرف سے نرم پہلو اور خوشگوار پینا ہے۔ بھلائی کے سوا اور کچھ نہ دیکھو گے

ابن عباد۔ آپ کس نام (سے) پکڑتے[4] ہیں ؟

(نوجوان) نے کہا۔ دقاق (کوٹنے والا) سے ۔

ابن عباد۔ کس کو کوٹتے ہو ۔

نوجوان۔ دشمن کو کوٹتا ہوں۔ جب وہ راہِ راست سے بھٹک جائے ۔

(ابن عباد نے) جب یہ سُنا۔ تو بُرا سا چہرہ بنا لیا۔ اور متعجب ہوا۔ کیونکہ وہ نادر اور اچنبہ چیز کو لانے والا تھا ۔

ابن عباد نے (نوجوان) کو کہا۔ اس کو چھوڑ کر کوئی اور کلام کرو۔

(نوجوان) نے کہا۔ کیا سائل کی حیثیت سے کلام کروں ۔ خدا کی قسم! کسی سوال کی مجھے حاجت نہیں یا مسئول (جس سے سوال کیا جائے کی حیثیت سے)۔ بخدا میں جواب دینے سے بھی سستی کرتا ہوں یا مقرر (تقریر کرنے والا) کی حیثیت سے کلام کروں۔ بخدا میں مکروہ سمجھتا ہوں۔ کہ موتی کو غیر محل میں ظاہر کروں۔ میری مثال ایسی ہے ۔ جیسے کسی پہلے (شاعر) نے کہا ہے ۔

(۱) زمانے والی عورتوں نے مجھے آزمایا ہے۔ سو آزمائش میں نہ میں بے صبر نکلا۔ اور نہ نرم جسم ۔

[1] روز سروش۔ ہر ماہ شمسی کی سترہویں تاریخ۔ شہریر۔ ایک شمسی مہینے کا نام [2] مجلس جدل مجلس مناظرہ [3] مرقعہ۔ گدڑی [4] تقرف۔ تکھو۔ قساف فلا نا بکذا اسی عابہ او اتہمہ [5] عجم۔ تجربہ۔ آزمانا [6] ھلوع۔ وہ شخص جو مصیبت یا دُکھ پر جزع و فزع کرے۔ حریص۔ بخیل ۱۲

5

(۲) میں توموں کے سامنے (مقابلے میں) نکلا۔ اور ان کے عیب[۱] کو ظاہر کر دیا۔ لیکن (دشمنوں کے لئے میرے نیزے[۲] میں کوئی عیب نہیں نکل سکا) یعنی دشمن مجھ میں کوئی عیب نہیں نکال سکے

(ابن عبّاد) نے اس (نوجوان) کو کہا۔ تیرا مذہب کیا ہے؟

(نوجوان) نے کہا۔ میرا مذہب یہ ہے۔ کہ (ظالم کے ظلم پر ٹھہرا نہیں رہتا۔ اور ذلّت وخواری[۳] پر (غفلت کی نیند) سویا نہیں رہتا۔ میں اپنا سکوت اس شخص کو نہیں دیتا۔ جو میرا ولی نعمت نہ ہو۔ اس کی (محافظت) کا رشتہ میری (محافظت) کے رشتے سے نہیں مل سکتا۔

(ابن عبّاد) نے کہا۔ یہ مذہب اچھا ہے۔ کون مطیع ہو کر ظلم کو قبول کرتا ہے۔ اور کون شکر ذلّت وخواری پر ٹھہرا رہتا ہے؟ لیکن تمہارا مذہب[۴] کیا ہے۔ جس کے تم ناصر ہو۔

(نوجوان) نے کہا۔ میرا مذہب میرے سینے میں محفوظ ہے۔ اُس مذہب سے نہ تو میں کسی شخص کا تقرب حاصل کرتا ہوں۔ اور نہ ہی بازار میں اس کی منادی کرتا ہوں۔ نہ کسی شک کنندہ پر اسے پیش کرتا ہوں۔ اور نہ مومن سے اس کے بارہ میں بحث مباحثہ کرتا ہوں۔

(ابن عبّاد) نے کہا۔ تم قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

(نوجوان) نے کہا۔ میں ربّ العالمین کی کلام (قرآن) میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ (جس کی شان یہ ہے) کہ لوگ جب اس کے غیر مرئی (امور) پر اطلاع پانا چاہتے ہیں۔ اور اس کے پوشیدہ اسرار وعجائبات حکمت کی کرید کرتے ہیں۔ تو اس سے بھی عاجز ہو کر رہ جاتے ہیں تو کیا کیفیت ہوگی۔ جبکہ یہ ارادہ ہو۔ کہ اس (قرآن) کی نظیر سے اس کا مقابلہ کریں۔ حالانکہ یقینی نظیر سے قطع نظر اس کی کوئی ظنی نظیر بھی نہیں۔

ابن عبّاد نے اس نوجوان کو کہا۔ (یہ) تو نے درست کہا۔ لیکن (یہ تو بتاؤ کہ قرآن) مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟

(نوجوان) نے کہا۔ اگر مخلوق ہو۔ جیسا آپ کے مدّمقابل کا خیال ہے۔ تو اس میں آپ کا کیا ہرج؟

(ابن عبّاد) نے کہا۔ کیا ایسی ایسی باتوں سے تو دین اللہ میں مناظرہ اور عبادۃ اللہ پر قیام کرتا ہے؟

(نوجوان) نے کہا۔ اگر وہ (قرآن) اللہ کی کلام ہے۔ تو اس پر میرا ایمان لے آنا اور اس کے محکمات[۵] پر عمل کرنا اور اس کے متشابہات کو تسلیم کرنا مجھے نفع دیگا۔ اور اگر وہ غیر اللہ کی کلام ہے

۱۵

---

[۱] وصم عیب۔ عار۔ لکڑی کی گرہ۔ جمع وصوم [۲] القناۃ نیزہ جمع قناۃ وقنی وقنوات وقنیات
[۳] ھُون۔ بضم الھاء۔ ذلّت خواری۔ صمت۔ سکوت [۴] نحلہ۔ بکسر النون لمذہب الدیانۃ
[۵] محکمہ۔ قرآن کی وہ آیت جو اپنے معانی پر واضح ہو۔ اور اس میں تاویل کرنے کی بالکل گنجائش نہ ہو۔
متشابہ قرآن کی وہ آیت جو اپنے معانی پر تو واضح ہو۔ لیکن متحمل تاویل ہو ۱۲

ونعوذ باللہ من ذٰلک تو بھی مجھے کوئی نقصان نہیں۔ (یعنی اگر قرآن اللہ کا کلام) ہے۔ تو اس پر ایمان لا کر عمل کرنا باعث اجر الٰہی ہے۔ اور اگر اللہ کا کلام نہیں۔ کسی غیر کا ہے۔ تو اس صورت میں بھی قرآن پر عمل کرنا باعثِ عذاب نہیں)

ابن عباد غصے سے بھر کر اس (نوجوان) سے (بات چیت کرنے میں) رُک گیا۔ پھر (مخاطب ہو کر) کہنے لگا۔ تو ابھی تک خراسان سے (باہر) نہیں نکلا؟ (یعنی تو ابھی تک جہل وحماقت کے گڑھے میں ہی ہے) ؛

وہ نوجوان کچھ دیر ٹھہرا رہا۔ پھر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ ابن عباد نے اسے کہا۔ ارے میاں! کہاں جاتے ہو؟ رات کا کافی حصہ گذر چکا ہے۔ یہیں رات بسر کرو۔

نوجوان نے کہا "میں تو ابھی تک خراساں سے نہیں نکلا؟ رے میں کیسے رات بسر کر سکتا ہوں (یعنی جب تم مجھے بیوقوف خیال کرتے ہو۔ تو میں تمہارے پاس کیسے رات گذار سکتا ہوں)

(یہ کہا) اور نکل گیا۔

ابن عباد کو اس کے متعلق شک گذرا۔ اس کے پیچھے[1] اپنا ایک آدمی بھیجا۔ اور اُسے ہدایت کی۔ کہ اس کے قدموں کے پیچھے پیچھے جائے۔ اور اس کی آخری نہائت تک پہنچے۔ ایسے طریق سے کہ وہ (نوجوان) اس کو دیکھ نہ سکے۔ اور نہ ہی اسے معلوم کر سکے۔ وہ نوجوان سیدھا رکن الدولہ کے دروازے کی طرف گیا۔ اور وہاں پہنچکر اس لیٹ وقت میں اس کے پاس جا پہنچا۔ ابن عباد کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ تو اس کی نیند اُڑ گئی۔ اور کہنے لگا کو نسا شیطان ہم پر آنازل ہوُا۔ اور (اپنی) زبان چرب[2] و طبع سرکشی[3] سے ہمارے حالات معلوم کر گیا۔ یہ (نوجوان ابو واقد) کرابیسی خراساں میں رکن الدولہ کا جاسوس[4] تھا۔ اسی وجہ سے اس کا مقرب تھا اور اس کے آدمیوں میں کا ایک بڑا آدمی تھا

ابن عباد کی شیفتگی بسجع اور اس میں اس کے افراط سے تجاوز عن الحد کرنے پر جو باتیں دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے اس کا یہ قول بھی ہے۔ جو اس نے ایک دن کہا "حدثنی الناشی کان من سادۃ الناش" (الناس کے سین کو الناشی کی مطابقت کے لئے شین بنا دیا۔ اور اس روائت کو بیان کر کے کہنے لگا۔ کہ یہ (تبدیل سین بہ شین) بھی ایک لغت ہے۔ اس (ابن عباد)

[1] قفقاہ۔ تفقیہ۔ پیچھے بھیجا۔ یقال قفیتُ علی اِثرہ بفلان ای اتبعتُہ ایاہُ

[2] لسان سلیط۔ زبان چرب۔ لسانٌ سلیطٌ۔ ای طویلٌ۔ رَجُلٌ سلیطٌ۔ ای طویلُ اللسان والسّلیطُ ایضا الفصیح الحدیدُ اللسان وھو مدحٌ للرجل وذمٌ للمرأۃ [3] مُریب بفتح المیم سرکش

[4] عین۔ جاسوس ۱۲

نے یہ جھوٹ کہا۔ اور جھوٹ بولنے والا تھا ہی۔ ابن عباد نے ایک خراسانی بوڑھے کو کسی چھڑی ہوئی بات میں کہا۔ خدا کی قسم۔ اگر دیہ) بات نہ ہوتی۔ تو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ تیری بوٹی بوٹی کر دیتا۔ تجھے ریزے ریزے کر دیتا۔ تیرے جوڑ جوڑ الگ کر دیتا۔ تجھے کاٹ کاٹ کے رکھ دیتا

راوی کہتا ہے۔ اس حکایت کی نمکینی اور رنگینی تحریر میں (اور اس کی لذت دنقل) روایت میں دابن عباد کے) مشاہدۂ حال، سماعت الفاظ اور ہلنے جلنے۔ دہرا ہونے مستانہ وار جھکنے جھک جھک کر چلنے۔ ہاتھ کے دراز کرنے۔ گردن کے مروڑنے۔ سر اور شانوں کو ہلانے اعضا و مفاصل کے استعمال کرنے میں اسی کی شکل و صورت کے منظر کی زیبائش کے بغیر کوتاہ اور قاصر رہ جاتی ہے ؛

راوی کہتا ہے۔ ابن عباد نے ایک دن ہمارے پاس روایت بیان کی۔ کہا۔ مجھے کسی نے ہول میں نہیں ڈالا۔ مگر ایک نوجوان نے جو اصبہان بغدادی کی طرف ہم پر وارد ہوا۔ اور میرا ترنخ کیا۔ میں نے اُسے (نوجوان) اجازت دے دی۔ وہ گدڑی پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کے پاؤں میں کھرا جوتا تھا۔ میں نے اپنے حاجب کو دیکھا۔ وہ نوجوان میرے پاس پہنچنے کیلئے اوپر چڑھ رہا تھا۔ کہ حاجب نے اس کو کہا (او نوجوان) جوتا اتار دے۔ نوجوان نے کہا۔ کیوں؟ شاید مجھے ایک گھڑی کے بعد اس کی ضرورت پڑے۔ مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی۔ میں نے کہا۔ کیا تمہارا یہ گمان ہے۔ کہ وہ مجھے دھول مارنا چاہتا ہے؟

ابوحیان کہتا ہے مجھے علی بن عیسیٰ کاتب نے کہا۔ ابن عباد نے چند ایام میں مجھ (علی بن عیسیٰ) سے قطع تعلق کر لیا۔ جس سے مجھے نقصان پہنچا۔ اور میرا حال نہاں ظاہر ہو گیا۔ مجھ پر میرا امر (تنگ حالی) جاری ہو گیا۔ اور اپنی مصلحت کیلئے کسی حیلے کی کوئی تدبیر مجھے نہ سوجھے (عید) مہرگان آ پہنچی۔ آدمیوں کے مجمع میں اس (ابن عباد) کے پاس میں بھی جا داخل ہوا جب قصیدہ خوانی کی دو نوبتیں گذر چکیں۔ تو میں آگے بڑھا اور قصیدہ پڑھنے لگا۔ ابن عباد مجھے دیکھ کر ہشاش بشاش نہ ہوا۔ اور نہ ہی میری طرف نظر کی۔ میں نے اپنے ابیات میں اس کے اس قصیدے کے ایک بیت کی تضمین کی تھی۔ جو میرے قصیدے کے (حرف) روی پر تھا۔ جب وہ بیت گذرا

۱؎ ینبتر۔ از انبتار، بمعنی انقطاع۔ مَلَاحَة۔ بفتح المیم زیبائش منظر۔ مَلُح۔ مَلَاحَة۔ ای حَسُن وَبَهُجَ منظرہ۔ التثنی۔ دہرا ہونا۔ پہلو مروڑنا۔ تونخ یقال۔ ترنخ۔ ای تمایل من سکر او نحوہ۔ التهادی۔ دوسرے پر ٹیک لگا کر یا جھک جھک کر چلنا۔ لیّ العنق۔ گردن کا موڑنا۔ ۲؎ نعل طاق اکہرا جوتا۔ ۳؎ یصعد۔ لکھو۔ از صعود۔ چڑھنا۔ ۴؎ مهرجان۔ معرب مہرگان۔ اہل ایران کی عید۔ موسم خزاں کے ایک مہینے کا نام ۵؎ غمار۔ آدمیوں کا گروہ ۱۲

تو اپنی سُستی سے چونک اُٹھا۔ اور نفرت و کراہت کی نگاہ سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے سرنگوں ہو کر پست آواز سے اسے کہا۔ مجھے آپ ملامت نہ کریں۔ اور (میرے) زخم میں اور اضافہ نہ کریں۔ مجھ پر براگیختہ ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے اس بیت کا سرقہ آپ کے قصیدے سے محض اس لئے کیا ہے۔ کہ اپنے قصیدے کو اس سے زینت بخشوں۔ آپ خدا کے فضل و کرم سے ہر نفیس گراں قیمت کی سخاوت اور ہر دُرِ مکنون (پوشیدہ رکھا ہوا موتی) کی بخشش کیا کرتے ہیں۔ کیا یہ گمان ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اس (معمولی) مقدار پر مجھ سے بخل کریں گے۔ اور اس محفل میں مجھے رسوا کرینگے (میرے اس کہنے پر) ابن عباد نے سر کو اونچا کر کے بلند آواز سے کہا۔ بیٹا! اس بیت کو مکرر پڑھو۔ میں نے مکرر پڑھا۔ تو کہنے لگا۔ بہت خوب بیٹا۔ اپنے قصیدے کے آغاز کی طرف رجوع کرو (یعنی ابتداء سے پڑھو) ہم تجھ سے سہو میں رہے۔ اور ہمارا دھیان دوسری طرف لگا رہا۔ دنیا ایک مصروفیت خانہ ہے۔ اور یہ ظلم ہم سے بغیر ہمارے قصد و تعمد کے ہوا (علی بن عیسیٰ) کہتا ہے۔ میں نے قصیدے کو دہرایا۔ اور شروع ہو کر اس کے (قصیدے کے) توافی سے منہ کھولا جب اخیر پر پہنچا۔ تو (ابن عباد) نے کہا۔ تُو نے خوب کہا۔ اس فن (شعر) سے چمٹے رہو۔ یہ بہت عمدہ دیباچہ ہے۔ گویا بحتری نے تجھے اپنا جانشین بنایا ہے۔ ہمارے دربار میں کثرت سے آتے رہو۔ اور ہماری خدمت کر کے رفعت و بلندی حاصل کرو۔ اپنے نفس کو ہماری اطاعت میں مصروف رکھو۔ ہم تمہارے حق کی ادائیگی تجھے آگے بڑھانے اور تمہارے ہمعصروں پر تمہارے مرتبے کو زیادہ کرنے میں تمہارے مصالح کے معاون و مددگار ہوں گے۔

ص ۱۵۵ علی بن عیسیٰ کہتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد (ابن عباد) کی طرف سے میں بھلائی ہی بھلائی دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ اسے (میری طرف سے) ایک دوسرا ملال لاحق ہوا۔ تو اس نے ایک سال کے لئے جیل خانے میں مجھے ڈال دیا۔ اور میری کتابوں کو اکٹھا کر کے آگ سے جلا ڈالا۔ ان کتابوں میں فراء، کسائی (ائمہ نحو) کی کتابیں۔ مصاحف قرآن اور علم فقہ و کلام کے اصول کی بہت سی کتابیں تھیں۔ (ابن عباد نے) ان میں اسلاف کی کتابوں کی بھی کوئی تمیز نہ کی۔ اور تمام کو آگ لگا دینے کا حکم دے دیا۔ (یہ آگ لگا دینے کا حکم) دلیل و حجت اور استقرار طبیعت

لہ طأطأت راسی۔ میں نے اپنے سر کو نیچا کر لیا۔ سرنگوں ہو گیا ۱۲ لہ علق۔ ہر چیز کا نفیس و ثمین گراں قیمت ۱۲ لہ تشاحنی۔ آپ مجھ پر بخل کریں گے۔ از شح۔ بمعنی بخل و حرص۔ و یقال تشاحوا علی الشیٔ ای اراد کل منهما ان یستأثر به ۱۲

لہ فغرت فمی۔ میں نے اپنا منہ کھولا۔ یعنی قصیدہ پڑھنے لگا۔ از فغر۔ بمعنی کھولنا ۱۲

سے نہ تھا۔ بلکہ فرطِ جہالت اور بے وقوفی کی جلد بازی[1] کے باعث تھا۔ اپنے خزانۂ کتب میں آگ لگا دینے کا حکم اس نے کیوں نہ دیا۔ حالانکہ اس میں ابن الراوندی کی کتابیں اور اسی کے خیال کے مطابق ابن العوجاء جیسے زندیق کا کلام معارضۂ قرآن میں اور صالح بن عبد القدوس ابو سعید الحصیری کا کلام ارسطا طالیس کی کتابیں اور اسی قسم کا اور لٹریچر بھی موجود تھا۔ لیکن کون چاہتا ہے۔ کہ اپنے نفس کو بے وقوفی کی طرف منسوب کرے۔

ابو حیان کہتا ہے۔ ابن عباد نے بمقام رَے ایک یہودی رئیس[2] (قوم) جالوت سے اعجازِ قرآن میں مناظرہ کیا۔ وہ یہودی دیر تک ابن عباد سے اس مسئلہ میں سوال و جواب کرتا رہا۔ اور اس کو (بحث کے موضوع) سے کچھ دُور لے گیا۔ اور سوالات کی بوچھاڑ[3] سے ایسا ناطقہ بند کیا۔ کہ ابن عباد غصے میں[4] آگیا۔ اور قریب تھا۔ کہ بھڑک اُٹھے۔ جب یہودی کو علم ہو گیا۔ کہ اس کا تنور جل اُٹھا ہے۔ اور اس کے نتھنے پھول[5] گئے ہیں۔ تو اس (ابن عباد) کی مخالفت کے طلب کرنے اور نرمی سے اس کی دھوکہ دہی کے لئے اُس (یہودی) نے دوسرا حیلہ سوچا۔ اور کہنے لگا۔ اے صاحب۔ آپ (غصے سے) مشتعل اور شعلہ زن کیوں ہوتے ہیں۔ اور (کلام کو) خلط ملط کس لئے کرتے ہیں۔ قرآن اپنی ترکیب تالیفِ (الفاظ) کے لحاظ سے میرے نزدیک معجزہ۔ دلیل اور نشانی کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر (قرآن) کی ترکیب و تالیف دونوں بدیع ہیں۔ اور آپ کے دعوے کے مطابق (تمام بلغاء اس (کی نظیر لانے سے) عاجز ہیں۔ اور اس کے سامنے سرنگوں ہیں۔ (لیکن) میں اپنے نفس کی طرف سے اس امر کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور یہ کہتا ہوں۔ کہ میرے نزدیک آپ کے

---

[1] نزق۔ النزق۔ العجلة فی جھلٍ وحمقٍ۔ جہالت اور بیوقوفی میں جلد بازی کرنا ۱۲ [2] راس الجالوت قوم جالوت کا رئیس۔ جالوت یہودیوں کی ایک قوم ہے۔ جو اپنے ملک سے بیت المقدس میں جلاوطن ہوئے ان کا رئیس حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل سے ہوتا ہے۔ نیز اس قوم کے عام افراد کا خیال یہ ہے۔ کہ رئیس وہ شخص ہونا چاہیئے۔ جس کا بازو اتنا لمبا ہو۔ کہ اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دراز کرتے وقت گھٹنوں تک پہنچ جائیں ۱۲ [3] تنکّی علیہ۔ سوالات کی بوچھاڑ سے اس کا ناطقہ بند کر دیا۔ یقال نکد القوم الرجل ای استنفدوا ما عندہ بکثرة السوال ناکدہٗ۔ ای عاسرہٗ ۱۲

[4] احتدّ۔ غصے میں آگیا ۱۲ [5] اسعط انفہٗ۔ اس کے نتھنے پھول گئے۔ یقال سعط الدواء۔ ای ادخلہٗ فی انفہ۔ سعوط۔ اس دوا کو کہا جاتا ہے۔ جو ناک میں ڈالی جائے۔ چونکہ دواء کو ناک میں ڈالنے کے وقت نتھنے پھول جاتے ہیں۔ اس لئے یہاں غصے کی حالت کو بیان کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ۱۲

صـ ۵۶

رسائل آپ کا کلام، آپ کے فقرے، اور وہ تراکیب جن کو آپ نظم و نثر میں لاتے ہیں - اور فی البدیہہ[1] کہتے ہیں - وہ اس (قرآن) سے بڑھ کر یا اس کے مثل یا اس کے قریب ہیں (حالات مذکورہ میں سے) ہر حال پر میرے لئے یہ ظاہر نہیں ہوتا - کہ آپ کا کلام اس (قرآن) سے کمتر ہے - اور طرق کلام کے کسی طریقے یا مراتبِ بلاغت کے کسی مرتبے سے اُسے (قرآن) اس (آپ کے کلام) پر فوقیت حاصل ہے ؛

پس جب ابن عباد نے یہ سُنا - تو ڈھیلا پڑ گیا[2] - اور ٹھنڈا ہو گیا - اور اپنی حرکت سے ساکن ہو گیا - اس کا ورم جاتا رہا[3] - اور کہنے لگا - اے شیخ! اس طرح نہیں - ہمارا کلام (بھی) عمدہ اور اچھا ہے (اس لحاظ سے) کہ فصاحت[4] کا وافر حصہ اور علم بیان کا ظاہر بہرہ لئے ہوئے ہے - اگرچہ قرآن کو وہ فضیلت اور شرف حاصل ہے - جو (کسی پر) مخفی اور پوشیدہ نہیں - کہاں وہ جسے اللہ نے پورے حسن اور خوبی پر پیدا کیا - اور کہاں وہ جسے بندہ تکلف اور آورد سے پیدا کرے (ابن عباد خلق قرآن کا قائل تھا - اسی لئے کہہ رہا ہے - اَیْنَ مَاخَلَقَ اللّٰہ الخ مطلب یہ ہے - ایک وہ کلام جسے خدا پیدا کرے - یعنی قرآن - اس سے بھلا مخلوق کی کلام کیا لگا کھا سکتی ہے)؛

یہ تمام کچھ (ابن عباد) اس (یہودی) کو کہتا رہا - اور اس کا وہ اُبال اور طبیعت کا اُچھال اُتر گیا - اس کے (غصّے) کی آگ راکھ ہو گئی - (بلکہ مزید برآں بباعث خوشی) خود پسندی شدید اس کے پہلوؤں میں نمایاں ہو گئی - اور فرحتِ غالب اس کے چہرے کے شکنوں[5] پر دوڑ گئی - اس وجہ سے کہ ہم نے دیکھا - کہ اس کا کلام یہود اور دیگر اہل مذاہب کے نزدیک قرآن سے مشابہ ہے

کسی شاعر نے ابن عباد کے متعلق (یہ شعر) کہے ہیں - اس کی سجع اور اس کے خط اور عقل کی مذمت کرتا ہے -

(۱) کافی الکفاۃ کے لقب سے ملقب ہے - (لیکن حقیقت میں وہ کافروں کا کافر ہے -

(۲) اس کی سجع ہوس کی سجع ہے - اور اس کا خط (تحریر) نقرس[6] بیماری کے بیمار کا خط ہے اور اس کی عقل گدھے کی عقل ہے ؛

---

[1] تبادہ - تباد دہ بروزن تفاعل - ارتجالاً بلا توقف کہنا - فی البدیہہ کہنا یقال تَبَادَهُوا الشعر والخطب ای ارتجلوھا [2] فتر - ڈھیلا پڑ گیا ۱۲ [3] انخمص ورمہ - اس کا ورم ہلکا اور خفیف ہو گیا - یقال انخمص الورم ای خفّ ۱۲ [4] جزالت - فصاحت - بہاء - خوبی - زیبائی - رونق - روشنی - خبا حمیۃ، اس کا جوش ٹھنڈا ہو گیا - یقال خبا النار والحدۃ - ای خمدت وسکنت وطفئت ولیقال خبا ھمۃ - ای سکن فور غضبہ ۱۲ [5] اسارِیر - اِسر بکسر سین - خط در کف و پیشانی جمع اسرار جمع الجمع اسارِیر [6] منقرس - نقرس کا مریض - نقرس نام درد یست شدید مخصوص بانگشتان پا و شتالنگ

ذوالکفایتین ابن العمید کہتا تھا۔ ابن العباد ہمارے پاس سے مقام رّے سے اصفہان کی طرف متوجہ ہو کر نکلا۔ اس کی منزل (پڑاؤ) ورآمین تھا۔ اور یہ دورا ہین (شہر جیسا ایک گاؤں ہے۔ ابن عباد اس گاؤں سے گذر کر ایک بے آباد اور شورہ زار[1] (نو بہار[2] نامی) گاؤں میں محض اس لئے جا ٹھہرا۔ کہ دیہ مسجع جملہ) "کتابی ھٰذا من النوبھار یوم السبت لنصف النھار" لکھ سکے (میں یہ خط نو بہار گاؤں سے ہفتہ کے روز دوپہر کے وقت لکھ رہا ہوں)۔

ابو حیان کہتا ہے۔ ابن عباد (اپنی عظمت و شوکت کے اظہار کے لئے) ابوالفضل بن عمید کا کلام (اپنے بارے میں) روایت کیا کرتا تھا۔ وہ کلام اس چٹھی میں تھا۔ جو ابوالفضل نے ابن عباد کی طرف اس وقت بھیجی تھی۔ جب مؤیدالدولہ نے اس (ابن عباد) کو کاتب بنانا چاہا۔ وہ چٹھی[3] یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ میرے آقا (ابن عباد) اگرچہ ایسے سردار ہیں۔ جن کی نفاست نے ہم کو حیرانی میں ڈال رکھا ہے۔ اور ایسے صاحب (وزیر عبّاد) کے بیٹے ہیں۔ جن کی امارت ہم پر پہلے ہو چکی ہے۔ (لیکن بایںہمہ) پھر بھی وہ (ابن عباد) مجھے (ابوالفضل) سردار اور روالد شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ میں ان کو اکلوتا بیٹا شمار کرتا ہوں۔ اس رشتۂ مذکورہ کا حق یہ ہے۔ کہ میری رائے کو ان کی رائے سے تقویت پہنچے۔ تاکہ اس کا استحکام زیادہ ہو جائے۔ اور بست[4] و کشاد میں ہم دونوں ایک دوسرے کے پشت و پناہ ہوں۔

میں آج مولانا رکن الدین (شاہ رکن الدولہ) کی مجلس میں حاضر ہوا۔ شاہ موصوف عرصہ دراز تک مجھ سے اس امر (اتالیقیٔ شہزادۂ ولیعہد) کے متعلق گفتگو[5] کرتے رہے۔ جس کا تذکرہ میرے آقا (ابن عباد) اور ان کے درمیان ہوتا رہا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے مبسوط تقریر کی۔ اور مجھے بتلایا۔ کہ انتہائی کہنے سننے اور کافی بحث[6] و مباحثہ کے بعد بھی میرے آقا خدمت پیش کردہ سے دور ہٹے[8] رہنے اور (استعفے[9] پر جمے رہے۔ (اب) شاہ موصوف نے اپنے اس

---

[1] قریہ غامرہ بے آباد اور ویران گاؤں [2] نو بہار۔ ایک گاؤں کا نام [3] اس چٹھی کو پڑھنے سے پہلے امور ذیل کو ذہن نشین کر لینا چاہئے (۱) اس چٹھی کا کاتب ابوالفضل بن عمید الصاحب ابن عباد کا استاد اور ذوالکفایتین ابن العمید کا والد ہے (۲) رکن الدولہ نے ابن عباد کو اپنے ولی عہد شہزادے کا اتالیق بنانا چاہا تھا۔ اور اس امر کے متعلق رکن الدولہ نے ابن عباد سے نہایت اصرار کے ساتھ فرمائش کی۔ لیکن ابن عباد نے انکار کر دیا۔ پھر رکن الدولہ نے ابوالفضل بن عمید استاد ابن عباد کو کہا۔ کہ چونکہ ابن عباد آپ کا شاگرد ہے۔ اس لئے اپنی وساطت سے اسے خدمت کیلئے مجبور کریں اسی سلسلے میں ابوالفضل نے ابن عباد کی طرف یہ خط لکھا ہے [4] عقد و ابرام۔ بست و کشاد [5] فاوضنی۔ مجھ سے گفتگو کی۔ مفاوضہ۔ گفتگو کرنا۔ بات چیت کرنا [6] استقصاء کسی مسئلے کی بحث میں انتہا تک پہنچ جانا۔ یقال استقصی لمسئلۃ ای بلغ الغایۃ فی البحث عنھا۔ طلبۃ التماس [7] علی التقصی سے پہلے الّا بائی علیٰ بجائے عن ہونا چاہئے [8] تقصی۔ دور ہٹ جانا۔ کنارہ کر لینا۔ [9] استعفا۔ ترک فعل کا مطالبہ کرنا۔

غلام را ابوالفضل) پر لازم گردانا ہے۔ کہ میں اپنے آقا کو التماس اور درخواست سے اس خدمت کیلئے آمادہ یا مجبور کروں۔ کیونکہ بادشاہ جانتے ہیں۔ کہ اگر چہ میرے آقا پہلو تہی کر کے بھری مجلس کو رد کر چکے ہیں۔ لیکن میرے احسان[۱] (استادی) کے پیش نظر میری وساطت کو رد نہیں کریں گے ؛

اس مقدمے کے پیش کرنے کے بعد میں کہتا ہوں۔ کہ میرے آقا اس عمل سے اپنی بے نیازی واستغناء وتحفظ کے باعث تحصیل وتکثیر مال سے بے پرواہ ہیں۔ لیکن عمل ان کی کفایت وکفالت کا محتاج ہے ؛

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اس سے میری مراد وہ حساب کتاب نہیں۔ جو جوڑا اور لکھا جاتا ہے اور اس سے لینے دینے کا جمع وخرچ معلوم کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ بھی اگر چہ مقصود بالذات اور امور وزارت میں معدود ہے ؛

سو میرے آقا کے کاتبوں میں ایسے اشخاص موجود ہیں۔ جو پورا لیتے اور دیتے ہیں (حساب کے اچھے ماہر ہیں)، لیکن ولی نعمت (رکن الدولہ) آقا (ابن عباد) کو اپنے اس لڑکے کی تعلیم وتربیت کے لئے چاہتے ہیں۔ جو ان کے بعد ان کا ولی عہد ہے۔ اور زمانۂ حال ومستقبل میں اس ولیعہد شہزادے سے (نفع وخیر) کی امید وابستہ ہے۔ خدا اس کے عہد کو ہمیشہ رکھے۔ اور اس میں اس کو اپنے مقصد تک پہنچائے۔ اگر چہ جوہر (یعنی شہزادہ) عمدہ اصل[۲] قدیم شرافت خالص اور مرکب عقل سلیم ہے۔ (تاہم پھر بھی اس کے لئے) ایسے اتالیق کا ہونا ضروری ہے۔ جو اسے سکھائے۔ کہ سیاست کیا ہے۔ اور امارت کیا ہے۔ عام اور خاص (لوگوں کی) تدبیر ونظم کیسے ہوتی ہے ہیبت وشوکت کن کن باتوں سے پیدا کی جاتی ہے۔ (کسی امر کی) اصلیت اور اس کی کنہ وحقیقت تک پہنچ جانے کا کھوج کہاں سے نکالا جاتا ہے۔ مراتب کو کس طرح ترتیب دیا جاتا ہے اور حوادث[۳] کی روک تھام کس طرح جاتی ہے۔ جب (نکلنے کے) راستے تنگ ہو جائیں۔ حکومت کے تحفظ اور حشمت وجاہ کے بچاؤ کی خاطر اپنی لذت وخواہش کو کس طرح چھوڑ دیا جاتا ہے نیز اس کے لئے ایسے محتشم[۴] (سرپرست) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو مصاحب ہونے کی حیثیت میں اس کی نیابت کرے۔ جب اس سے اُلٹی پلٹی رائے صادر ہو۔ تو اس سے اسے روک دے

---

[۱] تطوّل۔ احسان مند ہونا۔ تصوّن تحفظ۔ تصلّف بے نیازی۔ عزوف استغنا بے پروائی۔

[۲] السِنخ۔ اصل۔ والسِنخ من السن منبتها۔ محتد۔ اصل یقال فلان کریم المحتد۔ ای کریم الاصل۔ صمیم۔ خالص۔ وہ ہڈی جس سے قوام عضو ہو۔ ویقال۔ ھو من صمیم القوم ای من اصلھم وخالصھم [۳] الخطب۔ الامر العظیم المکروہ [۴] محتشم اس مقام پر اس کا ترجمہ لفظ سرپرست سے نہایت موزون ہے۔ حشم الرجل خدمہ۔ ومن یغضبون لہ او یغضب لھم من اھل وعبید اوغیرہ من العیال والقرابۃ ۱۲

ارتکاب کردہ ہٹ[1] اور اصرار پر جب اڑ جائے۔ تو سمجھانے کے لئے اس سے سوال و جواب کرے۔ اور جب غضب شعلہ زن اس پر مسلط ہو جائے۔ تو اس سے اس کو پھیر دے

ممالکِ کثیرہ[2] اور بلادِ متعددہ کے تباہ و برباد ہونے کا باعث بجز اس کے کوئی نہ تھا۔ کہ مراتبِ وزارت کو پست کر دیا گیا۔ (یعنی وزارت کی باگ نا اہل[3] لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی) پس اطرافِ حکومت (سلطنت) ٹکڑے کر رہ گئے۔ باقیماندہ سلطنتیں جو (اب) دیکھ رہا ہوں۔ وہ اس وقت تک ہی تباہ و بربادی سے محفوظ رہیں گی۔ جب تک کمینے لوگوں کی (وزارت و مشورت) سے اس امر (سلطنت و حکومت) پر استعانت نہیں لی جائیگی؛

میرے آقا فضل معرفت سے اپنے ولی نعمت پر بخل نہ کریں۔ کیونکہ آپ کو اور اس سے پیشتر (آپ کے والد) شیخ امین (یعنی عباد)[5] کو اسی سلطنت کی بدولت فضیلت و برتری حاصل ہوئی رہی۔ اگر میری اس عرض کی شنوائی ہو۔ اور میرے اہتمام پر وثوق ہو۔ تو تجھ سے انقباض اور میرے گذشتہ امور سے اعراض نہ ہو (تعلیم شہزادہ کے لئے) میرے آقا کا جو مطالبہ ہوگا۔ اس پر بالضرور عملاً لبیک کہا جائیگا۔ اور جو شرط پیش کرینگے۔ بلاپس و پیش اس پر عملدرآمد ہوگا۔ اس کے لئے میرا یہ خط (بطور دستاویز) ہے۔ اور ولی نعمت (رکن الدولہ) پر ایسی حجت ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کوئی شبہ باقی نہیں رہتا

اس خط کے بعد بالمشافہ[4] بھی عرض کروں گا۔ خواہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں یا آپ اس مریض کی طرف تکلیف فرماویں۔ جس پر نقرس کی بیماری زور سے ٹوٹ پڑی ہوئی ہے؛

ابن عباد اس خط کو محفوظ رکھتا۔ اور اسے روایت کر کے ناز و فخر کیا کرتا تھا

ابو حیان کہتا ہے۔ مقام رے میں میرے رفیقوں نے جن میں ابو غالب الکاتب الاعرج بھی شامل ہے۔ مجھے کہا۔ یہ مخاطبہ (مضمونِ خط) ابن عباد ہی کا کلام ہے اور اس نے ابوالفضل بن عمید کی طرف سے اپنے لئے (محض) اس لئے جعلی بنا لیا ہے کہ اس خط سے شہرت حاصل کرے۔ اور اس (خط) کے ذکر کو رواج دے؛

ابو حیان کہتا ہے۔ ابن عباد کے مذہبِ معتزلہ میں لوگ داخل ہو گئے۔ اور اس کے مال و ثروت کے لالچ میں آکر اس کی ہاں سے ہاں ملا کر ویسے اقوال کہنے لگے۔

---

1. اللجاج۔ ہٹ۔ امرِ ممنوع پر اڑ جانا۔ لجّ عنه الخصومة۔ ای تمادی فی الغناد الی الفعل المزجور عنه
2. جمّة۔ بفتح الجیم و بضمها۔ معظم الشئ او الکثیر منهُ
3. انذال جمع نذل۔ کمینہ۔ نااہل ۱۲
4. المشافهة۔ روبرو بات چیت کرنا ۱۲
5. شیخ الامین۔ الصاحب ابن عباد کے والد عبّاد کا لقب امین تھا دیکھو سمط الدرر صفحہ ۱۲۵ سطر ۷ و ترجمہ ہذا صفحہ ۹۲ سطر ۸ محمد اسحٰق خاں

جیسے وہ کہتا تھا۔ ابوالحسین متکلم کلابی کے لئے ابن عباد نے بڑی کوشش کی۔ کہ اس کے مذہب میں داخل ہو جائے۔ حسین نے جواب دیا۔ اے صاحب! مجھے رہنے دو۔ کہ آپ پر تنقید کرتا رہوں گا۔ (کیونکہ) میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ اگر میں بھی آپ کے مذہب میں داخل ہو گیا۔ تو آپ کے سامنے کوئی شخص باقی نہیں رہیگا۔ جو اس مذہب کی قباحت کو آپ پر واضح کرے۔ اور لوگوں کے سامنے اس کے عیوب ظاہر کرے (ابن عباد یہ سن کر) ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا۔ اے ابو عبداللہ! ہم نے تجھے معاف کر دیا۔ اس کے بعد جہنم کی آگ سے تجھ پر تخل نہیں کریں گے۔ تم اس میں جلو جیسا تمہارا جی چاہے۔ اس واقعہ کے بعد حسین نے ہمیں کہا۔ کیا تم گمان کر سکتے ہو۔ کہ میں آتش دوزخ میں جلوں گا۔ حالانکہ میرا عقیدہ و باطن دونوں معروف و معلوم ہیں اور وہ (ابن عباد) بے گناہ جانوں کے قتل اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کے باوجود جنت نشین ہو گا۔ اگر اسے اپنے نفس کے متعلق یہ گمان رہے۔ تو امر عجب ہے اس بے شرم پر خدا کی پھٹکار ہو۔

ایک دن (ابن عباد) نے حاضرین کو کہا۔ شاعر کے اس شعر کا پہلا مصرعہ کیا ہے "اور چشمۂ شیریں کثیر ہجوم والا ہوتا ہی ہے" تمام جماعت چپ رہی۔ اور ابن الداری بولا۔

"اس (ممدوح) کے دروازے پر لوگوں کا ہجوم رہتا ہے"

ابن عباد غصے سے اس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ہم تجھے متکبر جاہل کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے۔ کیا تیرے لئے اس جماعت حاضرین میں اُسوہ (نمونہ) نہ تھا۔

میں نے ابو اسلم بخبہ بن علی قحطانی شاعر کو کہا۔ ابن عباد اور (ذوالکفایتین)

۱؎ عوار۔ عیب۔ ۲؎ اَصْلِ صیغہ امر از صلی یصلی صلیاً آگ میں جلنا۔ آگ کی گرمی سہنا۔ صَلِیَ بِالنَّار قاسیٰ حرّھا واحترق بھا و فی القرآن سیصلی ناراً ذات لھب ۱۲

۳؎ یتبوّءُ از تبوّءُ اقامت پذیر ہونا محکرلینا محظور۔ ممنوع۔ ناجائز۔ امر منھی عنہ ۴؎ لحی اللہ الوقاح۔ بیشرم پر خدا کی پھٹکار ہو۔ وقاح۔ بیشرم ۵؎ چونکہ ابن الداری نے ابن عباد کے سامنے دوسرا مصرعہ پڑھ دیا۔ اس لئے ابن عباد اس پر غصے سے جھک پڑا۔ باقی حاضرین کی جماعت ابن عباد کی تلوّن مزاجی سے واقف تھی۔ اس لئے ان میں سے کوئی نہ بولا۔ ابن الداری بول اٹھا اس لئے بیچارہ جھڑک کھا کر رہ گیا۔ ابن عباد کی خواہش تو یہ تھی۔ کہ حاضرین کہیں حضور ہی جانتے ہیں۔ ہمیں اتنا علم کہاں ۱۲ ۶؎ متعجرفاً۔ متکبر۔ اُسْوہ۔ بالضم و بالکسر۔ اقتداء پیشوائی ۱۲

ابن العمید میں کیا فرق ہے۔ اس نے جواب دیا۔ سائل ہونے کی حیثیت سے میں نے دونوں کی ملاقات کی ہے۔ اور دونوں کا مجموعی طور پر تجربہ[1] کیا ہے۔ ابن العمید زیادہ عاقل تھا۔ اور سخاوت کا مدعی۔ ابن العباد زیادہ سخی تھا اور عقل کا مدعی۔ دونوں اپنے اپنے دعوے میں تو کاذب۔ اور اپنی اپنی خصلت و عادت پر قائم ہیں۔ میں نے ایک دن اس (ابن العمید) کے دروازے پر شاعر کے یہ شعر پڑھے ؎

(۱) کسی سلطنت کے سائے میں جب آدمی کے لئے کوئی مال و جمال نہ ہو۔ تو وہ اس کے انتقال کی آرزو کرتا ہے ؏

(۲) اور یہ (آرزوئے انتقال) اس وجہ سے نہیں ہوتی۔ کہ اسے اس موجودہ سلطنت سے کوئی بغض ہے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ دوسری سلطنت سے اپنی امید وابستہ کرتا ہے۔ لہذا موجودہ سلطنت کے زوال کی تمنا کرتا ہے۔ میرے یہ اشعار پڑھنے کی اطلاع اُسے پہنچائی گئی۔ مجھے پکڑ کر دھمکایا۔ اور کہنے لگا۔ اپنی جان کی خیر منا کر بھاگ جا۔ اس کے بعد اگر میں نے تجھے (یہاں) دیکھ پایا۔ تو کتوں کو تیرا خون پلادوں[2] گا ؏

اور اس (ابن العباد) کے دروازے پر چند ایام بیٹھا رہا۔ اور دونوں مذکورہ بیت سہواً میں نے پڑھ دیئے۔ یہ بات اس (ابن العباد) تک پہنچ گئی۔ مجھے بلا کر چند درہم[3] اور کپڑے کے کچھ ٹکڑے[4] دیئے۔ اور کہا۔ اس کے بعد ہماری سلطنت کے انتقال کی آرزو نہ کرنا ؏

ابو اسلم نے کہا ہے۔ یہ (ابن عباد) شعر کے بارہ میں تمام لوگوں سے زیادہ معذور ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز کی حفاظت کرتا ہے ؏

ابو حیان نے اپنی کتاب اخلاق الوزیرین میں اختتام کتاب کے قریب کہا ہے اگر یہ بات کہ یہ دونوں یعنی ابن عباد و ابن عمید اپنے زمانے کے جلیل القدر آدمی تھے۔ اور امور عظیمہ کی انتہا انہی کی طرف ہوتی تھی۔ ان پر ہی فضل و شرف

---

[1] رُزتُھما۔ دونوں کا تجربہ کیا ہے۔ رازَ الرَجُلَ ای جرّب ماعندہٗ وخبرَہٗ ۱۲
[2] او لغتُ الکلاب۔ ایلاغ الکلب۔ کتے کو پلانا ۱۲ [3] دُریھمات جمع دُریھم تصغیر درہم۔ خُرَیقات۔ جمع خُرَیقہ تصغیر خرقہ۔ کپڑے کا ٹکڑا ۱۲ [5] الطِمّ والرِمّ الطِمّ۔ پانی۔ سمندر۔ عدد کثیر۔ عمدہ۔ عجیب۔ عجیب۔ الرِمّ۔ زمین۔ دماغ کا بھیجا۔ یقال جاء بالطِمّ والرِمّ ای بالبحری والبری او بالرطب والیابس او بالتراب والماء او المال الکثیر ۱۲

کا سورج طالع ہوا۔ اور دُنیا انہی دونوں سے مُزیّن ہوئی۔ اور ایسی حیثیت و مرتبت رکھتے تھے۔ کہ خوبی کی نشر و اشاعت اور بُرائی کی تقلید[۱] و تمثیل ان دونوں سے ہوتی تھی کہ نہ ہوتی۔ تو میں ان دونوں کی باتوں میں اس قدر سرگشتہ[۲] و حیران نہ ہوتا۔ اور نہ ہی اس حد تک ان پر متوجہ ہوتا۔ لیکن جو شخص تمام و کمال کا مدّعی ہو۔ اس میں نقص کا ہونا بہت بُرا ہے۔ اور امید بستہ آقا سے (سائل کی) محرومیت کمر شکن مصیبت[۳] ہے۔ عالم سے جہالت کا رُونما ہونا امر ناشائستہ[۴] اور عصمت کے مدّعی سے ارتکاب گناہ کبیرہ بہت بڑی آفت[۵] ہے۔ نیز جو شخص اپنے دعوے میں بخل سے اظہار بیزاری کرتا ہو۔ اس میں بخل کا ہونا (امر) عجیب ہے۔ لیکن ان تمام امور کے باوجود اگر تم ان تمام اشخاص میں (جو جبل (یعنی عراق عجم) اور دیلم (کے علاقے) میں اس تاریخ تک عہدۂ کتابت پر فائز رہے ہیں) ان دونوں کی نظیر تلاش کرو۔ تو نہیں پاؤ گے ٭

ایک روز ابن عباد نے کہا۔ ابو الفضل بن عمید سردار تھا۔ لیکن ہمارے غبار کو بھی نہ پھاڑ سکا (یعنی ہمارے مرتبے کی گرد تک بھی نہ پہنچ سکا) اور نہ ہی ہمارے حسن و جمال[۶] (شان و شوکت) کو پا سکا۔ اور نہ ہی ہماری دھار[۷] (تیزیٔ فہم و دِقّتِ نظر) کو پہچان سکا۔ نہ علم دین میں۔ اور نہ ان امور میں جو مسلمانوں کے لئے نفع رساں ہیں۔ باقی رہا اس کا بیٹا۔ اس کی قدر و منزلت اس بارے میں تم جانتے ہو۔ اس کے علاوہ دیگر امور میں سبک[۸] غیر مستقل ارادے والا اور فرومایہ آدمی ہے ٭

---

[۱] والقبیح یُؤثر اثرًا از آثر یُؤثِرُ ایثارًا باب افعال بمعنی اتباع و یقال آثر کذا بکذا ای اِتّبعَہٗ بہ ۱۲ [۲] تسکّع از باب تفعّل سرگشتہ گردیدن۔ و بسیار مدت بودن در کار باطل و تمادی نمودن در آں بگوشہ رفتن ۱۲ [۳] فاقرہ۔ داهیہ شدیدہ۔ کانھا تکسر فقر الظھر جمع فواقر ۱۲ [۴] منکر۔ ضدّ معروف۔ وہ فعل یا قول جس میں اللہ کی خوشنودی نہ ہو۔ امر ناشائستہ [۵] جائحۃ۔ مصیبت۔ تہلکہ۔ داهیہ عظیمہ جمع جائحات و جوائح ۱۲ [۶] شُوار۔ شورہ۔ شارہ۔ حسن و جمال۔ ہیئت۔ منظر۔ مخبر۔ لباس۔ زینت عمدہ گھر کا ساز و سامان ۱۲ [۷] غرار۔ تلوار کی دھار ۱۲ [۸] طیّاش۔ آنکہ آہنگ مختلف دارد و بر یک ارادہ نرود طائش مرد سبک۔ از منتہی الارب۔ و در منجد نوشتہ الطیّاش و الطائش من لا یقصد وجہًا لخفّۃ عقلہ۔ قلّاش ردّی۔ ہیچ کارہ از ہر چیزے۔ مرد فرومایہ و ناکس۔ ۱۲۔

اس کے پاس کشتی کی رسّی اور زمین کے کنگروں (ردّی چیزوں) کے سوا اور کیا دھرا ہے
میں پیدا ہؤا۔ تو ستارۂ شعری میرے طالع میں تھا۔ اگر ایک دقیقے (کا فرق) نہ ہوتا۔ تو میں مرتبۂ
نبوت کو پالیتا۔ اور (اب بھی ایک طرح سے نبوت کو پا ہی لیا ہے۔ جبکہ میں اس کی حمایت و حفاظت
اور نصرت کے لئے کھڑا ہوں۔ کون ہم سے جھگڑا کر سکتا ہے؟ یا مقابلہ کر سکتا ہے؟ یا ہمارے سامنے
اُڑ سکتا ہے؟ یا ہمارے ساتھ بحث و تکرار کر سکتا ہے؟

علی بن ... کہتے ہیں۔ ابن عباد کی عطا، ایک لاکھ درہم تا پانچ لاکھ اور ایک کپڑے سے
زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جو ہزار تک پہنچتی ہے۔ وہ شاذ و نادر ہے۔ اور ہزار سے اوپر اچنبہ ہے۔
(یعنی اس کی نظیر نہیں مل سکتی)، ہاں اس کے جاہ کی بدولت چند لوگوں نے سالہا سال تک فائدہ
اٹھایا ہے۔ جس کی مقدار اس (عطیہ) سے کئی گنا زیادہ ہے۔ (لیکن) ان لوگوں کی تعداد بہت ہی
کم ہے۔ اور یہ (فائدہ بھی جان کی قربانی اور پردہ دری سے (ان لوگوں کو نصیب ہؤا)

اس کی رکاکت کی نوبت یہاں تک پہنچی تھی۔ ابو طالب علوی اس کے پاس تھا جب کبھی
مسجّع کلام اس (ابو طالب) سے سنتا۔ یا کوئی ایسی خبر جسے سجا سجا کر بیان کرتا ہو۔ تو از فرطِ خوشی سے
(ابن عباد) آنکھیں کھول کھول کر اور نتھنوں کو پھلا پھلا کر اس کی طرف دیکھتا۔ منقول ہے کہ
(ایک دفعہ) اس (ابو طالب) پر ایسی غشی طاری ہوگئی۔ کہ اس کے چہرے پر گلاب چھڑکا گیا۔ جب
ہوش میں آیا۔ تو کہا گیا۔ تجھے کیا ہؤا؟ تجھے کیا چیز لاحق ہوگئی؟ تجھے کس چیز نے آ لیا۔ اور تجھ پر
کیا چھا گیا؟ اس نے جواب دیا۔ میرے آقا (ابن عباد) کی کلام مجھے شگفت و تعجب میں ڈالتی رہی
یہاں تک کہ میری دانش جاتی رہی۔ اور میری عقل مجھ سے زائل ہوگئی۔ میرے جوڑ جدا جدا ہوگئے
میرے دل کے کڑے سست ہوگئے۔ میرا دماغ مختل ہوگیا۔ میرے اور میری فراست کے درمیان
پردہ حائل ہوگیا۔ اس وقت (یہ سن کر) ابن عباد کا چہرہ درخشاں ہوگیا۔ اور بازو ہلا کر کبر و فخر
اور جہالت سے ہنسنے لگا۔ پھر اس کے لئے عطیئے اور مسند کا حکم دیا۔ اسے (ابو طالب) اپنے چچازاد

ع ۱۶۲ عد مصنف نے والد کا نام چھوڑ دیا ہے ۱۲

عہ قائش۔ کشتی کی رسی۔ لغت عراقیہ۔ قماش۔ زمین کے کنکر اور ریزے جمع اقمشہ ۱۲ ہ ذبّ۔ حمایت و حفاظت ۲۔
عہ یجارینا الخ۔ مضارع از مجاراۃ۔ مباراۃ۔ مماراۃ۔ مساراۃ۔ مشاراۃ۔ باب مفاعلہ تمام افعال
تقریباً مترادف ہیں بمعنی جھگڑنا۔ بحث و مباحثہ کرنا ۱۲ عہ بدیع۔ نو پیدا آوردہ و نو پیدا آورندہ
نہ بر مثالے بمعنی اسم فاعل و اسم مفعول ہر دو است۔ و یکے از اسماء باری تعالےٰ ۱۲ عہ تنمیق نگارین
کردن چیزے را۔ و نیکو نوشتن کتاب را و آراستن بکتابت ۱۲ عہ یروقنی ویؤنقنی از روق
و ایناق بمعنی در شگفت آوردن و خوش آمدن ۱۲ عہ الحباء۔ عطیہ۔ اتکاء مہ۔ وہ تکیہ
جس پر کسی شخص کو احترام و تعظیم کی غرض سے بٹھایا جاتا ہے ۱۲ عہ والد کا نام مصنف نے چھوڑ دیا ہے ۱۲
عہ خبرٌ ینمقہ بیلق عیْنیہ لکھو اور و یری " کو حذف کر دو ۱۲ محمد اسحاق خاں

اور حقیقی بھائیوں پر ترجیح دیتا۔ (بھلا) کون شخص اس طرح دھوکہ کھا سکتا ہے۔ وہ تو بے وقوف عورتوں اور کمزور لڑکوں کے ساتھ مشابہ اور ملتا جلتا ہے۔ وزیر ابو سعد منصور بن حسین آبی نے اپنی تاریخ میں الصاحب (ابن عباد) کی وہ حشمت اور نفوس میں اس کی قدر و منزلت کی وہ جلالت و عظمت بیان کی ہے۔ جس کی نظیر کسی اور وزیر کے لئے مذکور نہیں نہ اس سے پہلے۔ اور نہ اس کے پیچھے۔ میں یہاں وہ بیان کرتا ہوں۔ جو وزیر ابو سعد نے بیان کیا ہے۔ اسی روش پر جس سے اس نے اپنے کلام کو ترتیب دیا ہے۔

(ابو سعد) نے کہا ہے۔ کافی الکفاۃ (ابن عباد) کی والدہ کا انتقال مقام اصفہان میں ہو گیا اور اس کی خبر (مرگ) اس کے پاس آئی۔ تو وہ نصف ماہ محرم ۳۸۴ھ پنجشنبہ کے دن ماتم[1] کیلئے بیٹھا۔ اس کا سلطان اور ولی نعمت فخر الدولہ بن رکن الدولہ ماتم پرسی کے لئے سوار ہو کر اس کے پاس آیا۔ اور اُتر کر اس کے پاس بیٹھ کر دیر تک صبر و تسکین کی تلقین کرتا رہا۔ فخر الدولہ نے عربی زبان میں اس کے ساتھ لمبی گفتگو کی۔ اور وہ (فخر الدولہ) فصیح عربی بولا کرتا تھا۔ چنانچہ (جانے کے لئے) جب اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو میں نے اُسے یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے صاحب! یہ (انتقالِ والدہ) ایک ایسا زخم ہے۔ جو مندمل نہیں ہو سکتا! باقی رہے تمام امراء اور قائدین مثلاً منوچہر بن قابوس جبل (عراقِ عجم) کا بادشاہ، اور فولاذ بن مانادر شاہان دیلم میں ایک بادشاہ اور ابو العباس فیروزان شاہ فخر الدولہ کا خالہ زاد بھائی اور ان کے علاوہ دیگر بڑے بڑے اور برگزیدہ اشخاص، یہ سب کے سب ننگے پاؤں[2] برہنہ سر[3] اس (ابن عباد) کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان میں سے ہر ایک کی آنکھ جب الصاحب پر پڑتی۔ تو وہ زمین بوسی کرتا پھر پے بہ پے اسی ہیئت میں (آہستہ آہستہ) آگے آتا۔ تا آنکہ قریب پہنچ جاتا۔ اور الصاحب اسے بیٹھنے کا حکم دیتا۔ تو وہ بیٹھ جاتا۔ (بغرضِ احترام) کسی کے لئے بھی الصاحب متحرک نہ ہوتا اور نہ ہلتا جلتا۔ بلکہ اپنی حسب عادت ویسے ہی بیٹھا رہا۔ جیسے ایام ماتم کے ماسوا دوسرے ایام میں بیٹھا رہتا تھا۔

وزیر (ابو سعد) نے کہا ہے۔ کافی الکفاۃ (ابن عباد) نے ابو الفضل بن الداعی کی لڑکی سے اپنے پوتے[4] عباد بن حسین کی منگنی[5] کی۔ اور ماہ ربیع الاول ۳۸۴ھ کی چودہ تاریخ کو

---

[1] تعزیۃ۔ ماتم پرسی کرنا۔ مصیبت زدہ کو صبر و تسکین کی تلقین کرنا ۱۲ [2] حفاۃ۔ واحد حافی۔ ننگے پاؤں۔ [3] حُسّر۔ جمع حاسر۔ برہنہ۔ وہ شخص جس کے سر پر پگڑی نہ ہو۔ وہ سپاہی جس کے پاس زرہ اور خود یا ڈھال نہ ہو ۱۲ [5] خطب۔ خِطبہ درخواستِ نکاح کردن ۱۲ [4] سِبط۔ بالکسر پوتا۔ نواسہ۔ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ لیکن نواسے پر زیادہ بولا جاتا ہے ۱۲

پنجشنبہ کے روز اسی کے گھر میں نکاح ہُوا۔ اور وہ عظیم الشان دن تھا۔ کافی الکفاۃ نے (بڑا) اہتمام کیا۔ (یا) کافی الکفاۃ خوب آراستہ و پیراستہ ہُوا اور بہت سے درہم و دینار نچھاور کئے گئے۔ اس بیاہ پر شاہنشاہ فخر الدولہ نے اس (کافی الکفاۃ) کے لئے اپنے ایک بڑے حاجب کے ہاتھ نچھاور کرنے کیلئے سونے چاندی کے پُر کئے ہوئے طباق بھیجے۔ جن کی تعداد سَو سے زیادہ تھی ؛

پھر اس روز بیسعد نے الصاحب (ابن عباد) کی وفات کو ذکر کیا ہے۔ اسی وقت میں جس میں دوسرے لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ اور جیساکہ ہم بھی ابھی بیان کرینگے۔ پھر اس (ابوسعد) نے کہا ہے۔ فخر الدولہ نے دسویں ماہ شعبان کو سہ شنبہ کے روز وفات پائی۔ (اس وقت) اس کی عمر ۴۶ سال ۶ مہینے اور کچھ دن تھی۔ اس کے بعد اس (فخر الدولہ) کے اخلاق اور لشکروں اور قلعوں اور ان اموال کو بیان کیا ہے۔ جو پیچھے چھوڑ گیا ؛

پھر اس (ابو سعد) نے کہا ہے۔ باقی رہا۔ اس (فخر الدولہ) کے عہد (حکومت) میں امر وزارت وہ اس سے زیادہ مشہور ہے۔ کہ اس کے ذکر کرنے کی احتیاج ہو۔ اس (فخر الدولہ) کا پہلا وزیر کافی الکفاۃ (الصاحب ابن عباد) تھا۔ قلموں کے بھالے (نوکیں) اور زبانوں کی تیزیاں اس کے اوصاف و فضائل میں سے معمولی سے معمولی وصف اور ادنےٰ سے ادنےٰ فضیلت کے سامنے بھی کند ہیں۔ اگرچہ امر وزارت ان دنوں میں جس حالت کو پہنچ چکا ہے۔ نیز اس زمانے میں جن لوگوں کو وزارت کے احوال کی خبر نہیں۔ ان کا یہ اعتقاد رکھنا کہ امر (وزارت اس سے پہلے) ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے۔ جیسا (اب) ہم دیکھ رہے ہیں یا اس کے قریب قریب یا اس کے مشابہ { نہ ہوتا۔ تو ہم اس (امر وزارت ابن عباد) کے ذکر کرنے سے رُک جاتے۔ لیکن ہم اس کے کچھ تھوڑے احوال بیان کرتے ہیں

یہ لوگ جن کو ہم نے (اوپر) بیان کیا ہے۔ یعنی بادشاہوں کے بیٹے امراء، قائدین، اور ان کے برابر کے تمام اشخاص سردار اور اکابر مثلاً (شاہ) مؤید الدولہ کی اولاد، اور عزالدولہ کا بیٹا، اور منوچہر بن قابوس بن وشمگیر ..... { ان مذکورہ اشخاص میں سے ہر شخص کے قبضے میں اتنی جاگیر تھی۔ جن کی آمدنی پچاس ہزار دینار اور اس سے کم

لہ اِحتَفَلَ۔ از احتفال باب افتعال۔ اِحتَفَلَ۔ آراستہ شد و زینت گرفت۔ اِحتَفَلَ فی الامر بالغ فیہ۔ احتفال بمعنی گرد آمدن۔ مبالغہ و وضوح و نیک قیام کردن بکار رہا ۱۲ ۲ہ عین۔ سونا و دق۔ چاندی ۱۲ ۳ہ خلفہا۔ لکھو ۴ہ اَسِنَّۃ جمع واحد سِنان۔ بالکسر۔ سر نیزہ و عصا و تیزی ہر چیزے ۱۲ ۵ہ عذبات واحد عذبۃ۔ تیزی زبان۔ چیغ لارہ۔ شملہ دستار۔ شاخ درخت ۶ہ تکِلُّ۔ فعل مضارع۔ از کلّ۔ کند ہو جانا۔ نہ کاٹنا ۱۲۔

بیس ہزار تک تھی) نیز اور بڑے بڑے سپہ سالار جن کی تعداد طویل ہے۔ اس کے دیوڑھی پر حاضر ہوتے۔ اور اپنی سواریوں پر سرنگوں ہو کر ٹھہرے رہتے۔ اس کے مرتبے کی تعظیم اور ہیبت کے باعث ان میں سے کوئی بات تک نہ کرتا۔ یہاں تک اس کے حاجیوں کا کوئی نائب نکلتا۔ اور وہ ان کے بڑوں میں سے بعض کو اجازت دیتا اور باقی سب کو واپس کر دیتا۔ جسے اندر داخل ہونے کی اجازت دی جاتی۔ تو وہ یہ خیال کرتا۔ کہ وہ اپنی آرزوؤں کو پہنچ گیا ہے۔ اور اس نے فرحت و مسرت[۱] و شرف و تعظیم کے لحاظ سے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ جب گھر کے اندر جا پہنچتا۔ اور (ابن عباد) اسے مجلس میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتا۔ جب اس (اندر جانے والا) کی نظر اس (الصاحب ابن عباد) پر پڑتی۔ تو قریب پہنچنے تک تین یا چار مرتبہ زمین بوسی کرتا۔ پھر اپنے اپنے رتبۂ نشست پر بیٹھ جاتے۔ تا آنکہ اس کی خدمت سے ہر ایک اپنی اپنی حاجت پوری کر لیتا۔ اور کئی بار زمین بوسی کرنے کے بعد واپس پلٹ آتا۔

(بغرض تعظیم) الصاحب بن عباد کسی کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ (بلکہ کھڑے ہونے کا اشارہ بھی نہ کرتا۔ اور نہ ہی اس امر کی اس سے کوئی توقع رکھتا۔ اہواز سے واپس لوٹتے ہوئے مقام صَیمَرہ میں فروکش ہوا۔ تو اس کے پاس فرقۂ معتزلہ کے زاہدوں میں سے ایک بزرگ آیا۔ جو عبداللہ بن اسحٰق کے نام سے مشہور تھا۔ الصاحب اس (کی تعظیم) کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب وہ رخصت ہو گیا۔ تو کافی الکفاۃ (الصاحب ابن عباد نے حاضرین کی طرف) متوجہ ہو کر کہا۔ میں بیس سال سے کسی شخص کے لئے کھڑا نہیں ہوا (ابن عباد) نے یہ فعل (قیام) محض اس کے زہد و تقویٰ کی خاطر کیا۔ کیونکہ وہ اپنے زمانے کا ابدال تھا۔ باقی رہا علم۔ سو جس شخص کو اپنے سے زیادہ صاحبِ علم دیکھتا تھا تو اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ اور لیکن سینوں میں اس کی ہیبت اور دلوں میں اس کا خوف صغیر و کبیر اور بعید و قریب کے نزدیک اس کی حشمت[۱] سو وہ اس درجے تک پہنچی ہوئی تھی۔ کہ خود اس کا آقا فخر الدولہ اس کے باعث بہت سے ان امور سے بھی منقبض[۲] اور بھیچا رہتا تھا۔ جن کے کرنے کی اسے خواہش ہوتی تھی۔ اور اس کے مرتبے کے باعث کئی ایسی باتوں سے رکا رہتا تھا۔ جن کی طرف اس کا نفس حریص[۳] ہوتا تھا۔

---

[۱] حشمت بالکسر۔ شرم و انقباض از کسے ۱۲ [۲] انقباض گرفتہ گردیدن و ترنجیدن۔ ضد انبساط سکڑنا۔ بھیچنا ۱۲ [۳] تَشَرَّہُ فعل مضارع از شَرِہَ یَشْرَہُ شَرْھاً۔ آزناک و حریص شدن ۱۲

اس (ابن عباد) کی موت اور فخرالدولہ کے اس کے خلاف عادت امور میں بیباک ہوجانے[1] کے بعد لوگوں پر یہ بات واضح ہوگئی۔ اور معلوم ہوگیا۔ کہ فخرالدولہ اس کی حشمت کے باعث اپنے نفس کو لگام دئے[2] رکھتا تھا۔ نیز فخرالدولہ تعظیم وتکریم میں اسے والد کے قائمقام سمجھتا تھا۔ اور اسے روبرو[3] گفتگو اور تحریر میں بصاحب کے لقب سے خطاب کرتا تھا ؎

باقی اکابرینِ سلطنت کی یہ حالت تھی۔ (ان میں سے) کوئی جب اس (ابن عباد) کے کسی ایک حاجب بلکہ اس کے کسی ایک بہت چھوٹے نوکر چاکر کو بھی دیکھ پاتا تو (خوف کے مارے) اس کے پارہائے[4] گوشتِ شانہ کانپنے لگتے۔ اور اس کی پسلی کی ہڈیاں[5] ہلنے لگتی[6]۔ تا آنکہ وہ جان لیتا۔ کہ وہ (نوکر) اس سے کیا چاہتا ہے۔ اور کیا گفتگو کرتا ہے ؎

ایک مرتبہ ایک عورت نے (کافی الکفاۃ) کے پاس فولاذ بن مانادر کے کسی صاحب ظلم کی شکایت[7] پیش کی۔ اور بیان کیا۔ کہ وہ (صاحب فولاد) اس کے ایک حق میں اس سے تنازعہ کرتا ہے۔ کافی الکفاۃ نے فقط اتنا ہی کیا۔ کہ فولاذ کی طرف چہرہ اٹھا کر دیکھا (کافی الکفاۃ اپنے گروہ[8] میں اس کے پیچھے آرہا تھا) (کافی الکفاۃ کے دیکھنے سے ہی) فولاد حیران و پریشان ہوکر کانپنے لگا۔ اور کھڑا ہوکر وہیں جم گیا۔ تا آنکہ کافی الکفاۃ (گے) گذر گیا۔ پھر کافی الکفاۃ نے عورت کے ہمراہ ایسا شخص بھیجا جس نے اس (عورت) کو راضی کردیا۔ اور اس کی شکایت کو رفع کردیا۔ ایسے واقعات بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے بعض کے ذکر کرنے سے ہی کتاب لمبی ہوجاتی ہے۔ پھر تمام کا درج کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے ؎

---

[1] انبساط۔ گسترده و ہموار گردیدن و گستاخ شدن اِنْبَسَطَ الفرسُ فی سیرہ۔ ای دخل وَانْبَسَطَ النّھار دراز شد و ممتد روز و نیز انبساط کشادہ رُو شدن۔ ۱۲ منتھی الارب

[2] یَزُمُّ۔ مضارع از زم یزم زما۔ بستن و زمام دادن ۱۲ [3] شفاھًا۔ مشافھۃ رو برو سخن گفتن ۱۲ [4] فرائص۔ واحد فریصہ۔ پارۂ گوشت مابین شانہ و پہلو کہ وقتِ فزع لرزان باشد یقال ارتعدت فرائصُہٗ۔ یعنی سخت بیقرار و مضطرب شد ۱۲

[5] جوانح واحد جانحہ استخوان ہائے پہلو نزدیک سینہ ۱۲ [6] تصطفق۔ از اصطفاق جنبیدن درخت از باد۔ و جنبیدن تارہائے عود از زخمہ ۱۲ [7] تظلمت از تظلم۔ شکایت کردن از ظلم کسے ۱۲ [8] موکب۔ گروہ بجہت آرائش سوار ہو یا پیدل ۱۲ [9] ان یوضع لکھو۔ ۱۲

اب اس کا ساز و سامان، نوکر چاکر، اور ہیبت و مرتبت سوزان جملہ معمولی سے معمولی یہ ہے۔اس کے متعدد حاجب تھے۔ان میں سے بعض حاجب ایسے تھے جو تین لاکھ یا قریب تین لاکھ مویشی والے طویلے کے انچارج تھے۔اور بلکا حاجب کے احوال اس سے (بھی) بہت زیادہ بڑے ہوئے تھے۔ وہ اس کے ایک نائب کے عمدہ عمدہ گھوڑوں والے طویلے کا انچارج تھا۔جو (طویلہ) یزیدہ کے نام سے مشہور تھا۔اور وہ (بلکا) ان (عمدہ گھوڑوں) سے بے نیاز نہیں ہوتا تھا۔کیونکہ وہ راستوں کی نگہداشت، کردوں اور مفسدوں کی جستجو، اور آنے جانے والے مسافروں کی حفاظت کے ساتھ موصوف تھا۔

کافی الکفاۃ کا وہ سالانہ خرچ (جو نیکی۔صدقات۔خیرات کے راستوں اور شرفاء علماء۔مسافرانِ زیارت کنندہ اور اسی قسم کے اور دوسرے لوگوں کے صلوں میں جن کو بہ تکلف اپنے ذمے لیتا۔اور اس سے دُنیا کی شہرت اور آخرت کے ثواب کا طالب ہوتا) ایک لاکھ دینار سے زیادہ تھا۔

پھر مؤید الدولہ کے بعد ابن عباد اس کے بھائی فخر الدولہ برادر عضد الدولہ کا وزیر ہؤا۔اٹھارہ سال کچھ ماہ وزارت کی۔اور پچاس قلعے فتح کر کے فخر الدولہ کے حوالے کئے۔ان کا دسواں حصہ بھی اس کے باپ اور بھائی کیلئے مجتمع نہ ہؤا۔

صـ ۱۷

الصاحب ابن عباد کافی الکفاۃ نے حدیث کی سماعت کی ہے۔اور اسے لکھوایا ہے۔ابوالحسن علی بن محمد طبری کیا نے بیان کیا ہے۔وہ کہتا ہے۔جب الصاحب ابن عباد نے (حدیث) لکھوانے کا ارادہ کیا۔بحالیکہ وہ وزیر تھا۔تو چادر اوڑھے ہوئے اور پگڑی کو (بطرز ڈھاٹا) ٹھوڑی کے نیچے سے نکالے ہوئے اہل علم کے لباس میں ایک دن باہر نکلا۔اور کہنے لگا۔علم میں میرے مرتبے کو تم جانتے ہو (یعنی تم جانتے ہو۔کہ علم میں میرا کتنا بڑا مرتبہ ہے) لوگوں نے اس کے لئے اس امر کا اقرار کیا۔پھر اس نے کہا میں اس امر (علم) سے آمیختہ ہوں۔اور بچپن سے لے کر

لہ عیث۔تباہ کردن و تباہی رسانیدن گرگ در رمہ ۱۲ ؎ سابلہ۔راہِ پاسپردہ و بسیار مسلوک۔ و مسافران۔ و آیندہ و روندہ ۱۲ ؎ مؤید الدولہ۔فخر الدولہ۔عضد الدولہ تینوں بھائی ہیں۔اور رکن الدولہ کے لڑکے ہیں ۱۲ ؎ متطلسًا متحنکا۔از تطلُّس و تحنُّک۔ تطلُّس۔ طیلسان اوڑھنا۔ و طیلسان معرب تالشان است بمعنی چادر۔جمع طیالسہ۔ تحنُّک۔ عمامہ زیرِ زنخ بر آوردن ۱۲

اس وقت تک جو مال و زر میں نے خرچ کیا ہے - وہ تمام میرے باپ دادے کے مال سے تھا - لیکن اس کے باوجود انجام بد[1] سے مُبرّا نہیں ہوں - مَیں اللہ اور تم کو اس امر کا گواہ بناتا ہوں - کہ مَیں اللہ کے ہاں توبہ کرتا ہوں - ہر اُس گناہ سے جو مَیں نے کیا ہے ؛

ابن عباد نے اپنے رہنے کیلئے لئے ایک گھر اپنے لئے خاص لیا - اور اس کا نام بیت التوبہ (خانۂ توبہ) رکھا - ایک ہفتہ تک اسی طریق پر وہاں ٹھہرا رہا - پھر اپنی توبہ کے صحیح ہونے کے بارے میں فقہاء سے تحریریں لیں - پھر اس بیت التوبہ سے نکل کر (حدیث) لکھوانے کے لئے بیٹھا - (حدیث لکھنے کے لئے) خلق کثیر حاضر ہوئی - ایک لکھوانے والے کی طرف چھ آدمی منسوب تھے (ایک شخص چھ آدمیوں کو لکھواتا تھا) ہر ایک اپنے ساتھی کو (روایتِ حدیث) پہنچاتا جاتا تھا - پس لوگوں نے (حدیث کو) لکھا - حتّٰی کہ قاضی القضاۃ عبدالجبار نے بھی - اور قاضی عمیری نے اس (ابن عباد) کی طرف بطور ہدیہ کتابیں بھیجیں - اور ان کے ساتھ (یہ اشعار) لکھے ؛

(۱) عمیری کافی الکفاۃ (ابن عباد) کا غلام ہے - اگرچہ چیف ججوں میں شمار[2] ہوتا ہے

(۲) اس (عمیری) نے بارگاہِ بلند کے حضور ایسی کتابیں پیش کی ہیں - جو (مشامِ روح کو) اپنے (حسن کی خوشبو) سے پُر[3] کر رہی ہیں اور بھر رہی ہیں ؛

ان (اشعار) کے نیچے (صاحب نے (جواباً) لکھا ؎

(۱) تمام کتابوں میں سے ہم نے ایک کتاب قبول کی - اور (باقی کتب کو ان کے وقت پر واپس کر دیا - (کسی کی ضرورت پڑی - تو حسب ضرورتِ وقت منگالیں گے)

(۲) مَیں زیادہ کو غنیمت[4] شمار نہیں کیا کرتا - کیونکہ میری طبیعت "لو" کا کہنا ہے - اور میرا مذہب "لاؤ" کا کہنا نہیں ہے (یعنی میں لوگوں کو بطور بخشش دیا کرتا ہوں - اُن سے لیا نہیں کرتا ؛

---

[1] تَبِعات - واحد تَبِعَة - تَبِعَةٌ و تَبَاعَةٌ - عاقبت بد یا نیک - و استعمال او بمعنی عاقبت بد غالب است ۱۲

[2] اِعْتَدَّ - فعل ماضی از اعتداد - بشمار آمدن و معدود گردیدن ۱۲ [3] مُفْعِمات - واحد مُفْعِمَةٌ از اِفْعام بروزن اِفْعال - بہ شمیم پُر کردن مشامِ کسے را و خوشبوناک کردن مشک خانہ را - و پُر کردن خنور و مانند آں را - مُتْرِعات واحد مُتْرِعَةٌ از اِتْراع بروزن اِفْعال - پُر کردن - اَتْرَعَ الْاِنَاءَ پُر کرد آں را ۱۲

[4] اَسْتَغْنِمُ - فعل مضارع از اِسْتِغْنام - غنیمت شمردن ۱۲

ص ۱۹۸

ابوالرجاء الضریر[۱] قطربجی عروضی اہوازی شاعر نے اہواز میں بیان کیا ہے۔ الصاحب ابن عبّاد ہم پر اس سال میں رونق افروز ہوا۔ جس میں فخرالدولہ اہواز آیا۔ لوگوں نے اس (ابن عبّاد) کی ملاقات کی۔ اور شاعروں نے اس کی مدح میں قصائد پڑھے۔ چنانچہ میں نے بھی ایک قصیدہ اس کی مدح میں پڑھا۔ جس میں میں نے (یہ شعر) کہا ہے

"الصاحب کافی الکفاۃ ابوالقاسم اسمٰعیل بن عبّاد کی طرف"۔ تو ابن عباد بولا۔ بخدا میں چاہتا تھا۔ کہ میری کُنیت، میرا نام، میرا لقب اور میرے والد کا نام، ایک بیت میں جمع ہو جائے۔ جب میں اپنے قصیدے میں (اس مصرعۂ بیت) تک پہنچا اور لشکر وہاں خوشگوار[۲] پیتا ہے۔

تو الصاحب ابن عباد نے کہا۔ اے ابو رجاء ٹھہر جا! میں ٹھہر گیا۔ تو اس نے کہا ہے

اور لشکر وہاں خوشگوار پیتا ہے۔ آب رے[۳] کے بعد آب نہر صَراۃ[۴]

یہ (دوسرا مصرعہ) اسی طرح ہے ؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ تو نے بہت اچھا کہا! میں نے کہا۔ میرے آقا آپ نے بہت اچھا کہا۔ میں نے ایک رات بھر کے عرصے میں یہ مصرعہ بنایا۔ اور آپ نے ایک لحظے میں بنا لیا ؟

ابو بکر خوارزمی نے (یہ اشعار) ابن عباد کے بارے میں کہے ہے

(۱) تو ابن عباد کی مدح و ستائش نہ کر۔ اگرچہ اس کی دونوں ہتھیلیاں کسی دن بخشش کی بارش برسا[۵] دیں۔ اور نہ اس کی مذمت کر۔ اگر بخشش کو روک[۶] لیں ؟

(۲) کیونکہ یہ (داد و باز داشت) اس کے وسوسوں کے فوری تاثرات ہیں۔ وہ دیتا[۷] ہے۔ اور منع کرتا ہے۔ لیکن نہ بوجہ بخل و سخاوت (یعنی اس کی بخشش بوجہ سخاوت اور عدم بخشش بوجہ بخل نہیں ہوتی)۔

جب خوارزمی مرگیا۔ الصاحب کو اس کی خبر مرگ پہنچی۔ تو اس نے کہا ہے

---

[۱] ضَرِیْر۔ بروزن امیر۔ نابینا۔ جمع اَضِرَّاء۔ و بیمار و ہر چیزیکہ نقصان رسیدہ باشد ۱۲ [۲] هَنِيْئًا۔ گوارندہ از طعام و شراب۔ و آنچہ بے دست و رنج کسے را رسد ۱۲ [۳] رَے۔ بالفتح نام شہریست۔ و امام فخرالدین رازی بہ ہمیں شہر منسوب است۔ چوں یاء نسبت بدو ملحق شود۔ رازی گویند۔ و ایں بر خلاف قیاس است۔ [۴] صَرَاۃ۔ نہرے ست بعراق ۱۲ [۵] هَطَلَتْ هَطَلَ الْمَطَرُ اى نَزَلَ مُتَتَابِعًا متفرقًا عظیم القطر ۱۲ [۶] حَرَمَا۔ حَرَمَهُ الشَّيْءَ حَرِيْمًا وَحِرْمَانًا وَحِرْمًا وَحِرْمَةً۔ باز داشت و را از آں و بے بہرہ گردانید ۱۲

[۷] يُعْطِيْ وَيَمْنَعُ۔ از اعطاء و منع۔ اعطاء۔ دادن و عطا نمودن۔ منع باز داشتن خلاف اعطاء ۱۲

(۱) میں خراسان سے آنے والے سواروں[1] کو کہہ رہا تھا۔ کیا تمہارا خوارزمی مر گیا؟ تو مجھے جواب دیا گیا۔ "ہاں"

(۲) تو میں نے کہا۔ اس کی قبر پر چونے[2] سے لکھ دو۔ "سنو جی! خدا کی پھٹکار ہو۔ اس شخص پر جس نے (منعم کی) نعمتوں کی ناسپاسی کی"!

۱۲۹

ابوالحسن بن ابوالقاسم البیہقی نے اپنی کتاب مشارب التجارب وذکر الصاحب میں بیان کیا ہے۔ اور کہا ہے "ابوالقاسم اسمٰعیل بن عبّاد بن عباس وزیر پسر وزیر پسر وزیر ہے (بیٹا۔ باپ۔ دادا تینوں وزیر ہیں) جیسا کہ رستمی شاعر نے اس کی مدح میں کہا ہے ؎

(۱) وہ (ابن عبّاد) بزرگ و برتر باپ اور دادے سے یکے بعد دیگرے وزارت کا وارث ہوا۔ جس کا سلسلۂ اسناد ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے۔

(۲) عبّاس سے عبّاد وزارت لیتا ہے۔ اور عبّاد سے اسمٰعیل ؎

فارس کا میوۂ نورس[ع] (الصّاحب ابن عباد) ماہ ذی القعدہ ۳۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اور پانچسو[5] صاحب دیوان شاعروں نے اس کی مدح وستائش کی۔ اور منجملہ ان اشخاص کے جو اس کی بارگاہ میں تھے۔ قاضی القضاۃ (چیف جج) عبدالجبار بن احمد اسد آبادی ہے۔ الصّاحب نے اسے ہمذان اور جبل (عراق عجم) کی قضاء (ججی) سپرد کی ہوئی تھی ؎

الصاحب ابن عباد نے (کثیر بن احمد کے) مرثیے میں اپنے کہے ہوئے یہ اشعار کہے[5]

(۱) مجھے کہتے ہیں۔ کہ کثیر بن احمد ہلاک[3] ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑی مصیبت[4] ہے۔ جیسے تم جانتے ہو؟

(۲) پس میں نے کہا۔ مجھے اور بلند مرتبت[5] کو چھوڑ دو۔ کہ ہم دونوں اس (کثیر ابن احمد) کو اکٹھے روئیں۔ (کیونکہ) انسانوں میں کثیر (ابن احمد) کی نظیر کم ہے۔

ہلال بن المحسّن نے ابو طاہر بن حمامی سے اور اس نے انبرانی کاتب سے روایۃً بیان کیا ہے۔ اس نے کہا۔ الصاحب ابن عباد کے پاس اہل شام کا ایک آدمی وارد ہوا۔ الصّاحب نے اس سے جو باتیں دریافت کیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے ــــ

---

[1] رکب۔ بالفتح شتر سواران دہ عدد وافزوں وبرائے اسپ سواران ہم باشد ۱۲

[2] جصّ بالفتح وبالکسر۔ گچ۔ بہندی چونہ گویند۔ وایں لفظ معرّب است۔ نہ عربی۔ چراکہ جیم وصاد درکلام عرب باہم جمع نہ شود ۱۲

[3] اَوْدیٰ۔ از ایداء باب افعال۔ ہلاک شدن ومرگ فرا رسیدن

[4] رُزْءٌ۔ بالضم مصیبت جمع اَرْزاءٌ ۱۲

[5] العلاء۔ بلندی در قدر ومنزلت ۱۲

[ع] "میوہ نورس" کے لئے باکورۃ۔ باکور۔ بکور۔ الفاظ آئے ہیں۔ بکورۃ کا لفظ نہیں آیا۔ کُوْرۃ۔ وہ زمین جس میں دیہات اور گاؤں مجتمع ہوں۔ اس صورت میں اس جملے کا ترجمہ یہ ہے۔ الصّاحب ابن عبّاد سرزمین فارس میں ماہ ذی القعدہ ۳۲۶ھ میں پیدا ہوا۔

الصاحب نے پوچھا) تمہارے ہاں کس کے رسائل پڑھے جاتے ہیں؟ اس آدمی نے کہا۔ ابن عبد کان کے رسائل الصاحب نے کہا۔ اور کس کے؟ اس نے جواب دیا۔ الصابئی کے۔ اس کے پاس کے ایک ہمنشین نے اسے چٹکی بھری۔ کہ کہے۔ رسائل الصاحب ابن عباد لیکن اس آدمی نے نہ سمجھا۔ الصاحب نے (چٹکی بھرتے ہوئے) دیکھ لیا۔ اور کہا۔ تو اس گدھے کو چٹکی بھر رہا اشارے سے سمجھا رہا ہے۔ جس میں فہم ودریافت کی حس نہیں ؛

صاحب خراسان شاہ نوح بن منصور سامانی نے خفیہ طور پر الصاحب ابن عباد کی طرف پیغام بھیجا۔ جس میں اسے اپنی بارگاہ کی طرف دعوت دی۔ اور اپنی خدمت و ملازمت کے لئے رغبت دلائی۔ اور بڑی بڑی[1] بخشش عطا کیں۔ ابن عباد کی معذرت کے منجملہ یہ بھی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ اس قوم کی مفارقت و جدائی میرے لئے کیونکر اچھی ہو سکتی ہے۔ کہ انہی کی بدولت میرا مرتبہ بلند ہوا۔ اور انہی سے مخلوق میں میری شہرت پھیلی۔ پھر میں اپنے اموال و املاک کو بہت سے بوجھوں کے ہوئے کیسے اُٹھوا سکتا ہوں۔ اور میرے پاس علم کی خاص خاص کتابیں اس مقدار میں ہیں۔ کہ چارسو یا چارسو سے زیادہ اونٹوں پر لادی جا سکتی ہیں۔ ابوالحسن بیہقی نے کہا ہے۔ میں کہتا ہوں۔ رَے کا کتب خانہ اس پر دلیل و شاہد ہے۔ بعد ازاں کہ سلطان محمود بن سبکتگین نے اسے جلا بھی ڈالا ہے۔ میں نے اس کتب خانے کا مطالعہ و معائنہ کیا۔ تو ان کتابوں کی فہرست کی اٹھارہ جلدیں پائیں۔ (قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ کتابوں کی فہرست کی اٹھارہ جلدیں تھیں۔ کتابوں کا اندازہ کرلو۔) سلطان محمود جب رَے میں وارد ہوا۔ تو اُسے کہا گیا۔ کہ یہ کتابیں روافض[2] اور اہل بدعت[3] کی ہیں۔ سلطان نے ان کتب سے علم کلام کی کتابیں نکلوالیں۔ اور باقی کے جلادینے کا حکم دے دیا ؛

الصاحب کی کئی تصانیف ہیں۔ کتاب[4] المحیط باللغۃ دس جلدیں۔ اس کے رسائل[5]

---

[1] سنیۃ۔ بلند۔ مراد بڑی ۱۲ [2] روافض۔ واحد رافضہ۔ گروہے از لشکریاں کہ قائد و رہبر خود را مانند و ترک داوند و باز گشتند از وے۔ و جماعتے از شیعان۔ کہ با زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ بیعت کردند۔ و باز باو گفتند۔ کہ از شیخین اظہار تبرّٰی کند۔ وے ابا و انکار نمود و گفت کہ ایشاں وزیران جدم بودند۔ پس ایشاں از وے باز گشتند و رفاقتش ترک کردند۔ پس بسبب ترک رفاقتِ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم ایشاں باسم رافضہ موسوم گشتند۔ بالحاق یاءِ نسبت رافضی گفتہ شود۔ از منتہی الارب ۱۲

[3] اہل البدع۔ بدع۔ واحد بِدْعَۃ۔ رسم نو در دین بعد اکمالِ آں۔ یا ہر چہ پیدا گشت در دین بعد نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ۱۲

دیوان دس جلدیں۔ کتاب الکافی رسائل۔ کتاب الزیدیہ۔ کتاب الاعیاد وفضائل النورو
کتاب الامامۃ، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی تفضیل اور سابق (خلفاء
ثلاثہ) کی امامت و خلافت کی تصحیح میں۔ کتاب الوزراء لطیف۔ کتاب عنوان المعارف
فی التاریخ۔ کتاب الکشف عن مساوی المتنبی۔ کتاب مختصر اسماء اللہ تعالیٰ وصفاتہ
کتاب العروض الکافی۔ کتاب جوہرۃ الجمہرۃ۔ کتاب نہج السبیل فی الاصول۔ کتاب
اخبار ابی العیناء۔ کتاب نقض العروض۔ کتاب تاریخ الملک واختلاف الدول۔ کتاب
الزیدیین۔ اس کے شعروں کا دیوان ۔

وزیر ابو العلاء بن حسول نے بیان کیا ہے۔ اس نے کہا۔ دینار مجوسی (آتش پرست)
دفتر رَے میں صدر تھا۔ وہ بہت مالدار اور صاحب دینار و درہم بسیار تھا۔ ایک شخص
نے الصاحب کی طرف لکھا ہے

(۱) جہاں کا کافی الکفاۃ اپنے لشکر میں دینار مجوسی کا دینار (مال و زر) کیوں نہیں بانٹ دیتا
(۲) اس (دینار مجوسی) کی بیخ کنی کرنے میں کم از کم یہ (فائدہ) تو ضرور ہے۔ کہ اس
(کافی الکفاۃ) کا دفتر آتش پرست مجوسی سے پاک ہو گا ۔

الصاحب نے دینار مجوسی کو پکڑ لیا۔ اور تاوان لگا کر اس سے بہت سا مال لے لیا
اس کا باعث (مذکورہ) دونوں بیت تھے ۔

ابن بابک نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے۔ میں نے الصاحب ابن عباد سے سنا ہے۔
وہ کہتا تھا۔ عربی و فارسی اشعار کے ایک لاکھ قصائد سے میری مدح کی گئی ہے۔ اور
میں نے شعراء، ادباء، زائرین اور قصاد پر اپنا مال و زر خرچ کیا ہے۔ مجھے کسی شعر
سے ایسی خوشی اور کسی شاعر نے ایسا خوش نہیں کیا۔ جیسا کہ ابو سعید رستمی اصفہانی نے
اپنے اس قول سے ۔

(۱) وہ (ابن عباد) اپنے بزرگ و برتر باپ اور دادے سے علی الترتیب وزارت کا وارث

لہ مدنرا۔ رجل مُدَنَّر۔ مردے بسیار دینار و دینار مُدنَّر توقہ۔ دینار سکہ زدہ مُدَرهَم
رجل مُدرهَم۔ مردے بسیار درہم ۱۲ ٹلہ دینار دینار۔ پہلے دینار سے مراد مال و زر ہے اور دوسرا
دینار مجوسی کا نام ہے ۱۲ سے قطع شافتہ۔ شافۃ۔ اصل و بیخ۔ قطع شافتہ۔ بریدن اصل و بیخ
یقال استأصل اللہ شافتہ یعنی ببرد اصل و بیخ آں را خدائے ٹلہ صادرۃ۔ از مصادرۃ
تاوان فرمودن و خون کسے را بمال او فروختن۔ صادرہ علی الشیئ وبہ ای طالبہ بہ ملحقا
ھہ قُصَّاد۔ قصیدہ خوان۔ یا آنے والے ۱۲

ہوا۔ جس کا سلسلۂ اسناد ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے؛

(۲) عبّاس سے عبّاد وزارت لیتا ہے۔ اور عبّاد سے اسمٰعیل۔ ابوحیّان کہتا ہے۔ الصاحب ابن عباد طویل فکر[1] و غور کے ساتھ لمبے لمبے سانس کھینچتے[2]، سینے میں آواز کو پھیرتے۔ دونوں نتھنوں کو پھیلاتے۔ جبڑوں کو مروڑتے۔ گردن کو ٹیڑھا کرتے اور مونچھوں کے ساتھ کھیلتے، اور اظہار کراہت و درشتی کرتے ہوئے اپنے کلام کے اخیر سجع کو لاتا۔ ان عجیب غریب شکلوں اور بیان شافی پر اس کو مسائل کی تقریر کرتے ہوئے دیکھو۔ تو عجائب غرائب میں سے ایک عجیب غریب چیز کو دیکھو گے۔

میں نے مصر میں ثعالبی کی کتاب یتیمۃ الدّہر[3] کے ایک نسخے میں پڑھا ہے۔ میرے پاس عون بن حسین ہمذانی تمیمی نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے۔ میں ایک دن الصاحب ابن عباد کے خزانۃ الخلع[3] میں تھا۔ تو اس (خزانۃ الخلع) کے کاتب ابو... اور وہ میرا دوست تھا، کے رجسٹر حسابات میں میں نے دیکھا۔ کہ اُن دستاروں کی خزّ کی تعداد جو اس جاڑے[5] میں سادات، فقہاء، شعرا کی خلعتوں میں صرف ہوئیں۔ آٹھ سو تھی۔ علاوہ ان دستاروں کے جو خدم و حشم کی خلعتوں میں صرف ہوئیں۔ وہ (عون بن حسین) کہتا ہے کہ اس (ابن عبّاد) کو خزّ بہت بھاتا تھا۔ اور اپنے گھر میں اس (خزّ) کو کثرت سے استعمال کرنے کا حکم دیتا تھا۔ ابو القاسم زعفرانی نے ایک دن تمام خدم و حشم کو رنگین فاخرہ خزّ پہنے ہوئے دیکھا۔ پس ایک کونے میں الگ ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کچھ لکھنے لگا الصاحب نے اس کے متعلق پوچھا۔ تو اسے کہا گیا۔ کہ وہ (ابو القاسم) فلاں جگہ میں بیٹھا ہوا لکھ رہا ہے۔ الصاحب نے کہا۔ اسے لاؤ۔ ابو القاسم زعفرانی نے اتنی مہلت چاہی۔ تاکہ اپنے مکتوب کو پورا کر لے۔ الصاحب نے اس سے عجلت اور شتابی کی اور حکم دیا۔ کہ اس کے ہاتھ میں جو کاغذ[6] ہے اُسے

---

[1] اِثر۔ بعد و پس۔ رَوِیّہ۔ فکر و اندیشہ در کار۔ حَشْرَجَۃ۔ آمد و شد کردن جان در گلو وقت مرگ۔ و گردیدن آواز در حلق دراں حال۔ و گردیدن آواز خرد در حلق ۱۲۔ شِدْق بالکسر و بفتح۔ کنج دہان از جانب باطن رخسار۔ و ہر دو جانب رو دبار و ہر دو کنارۂ آں جمع اَشْدَاق۔ عُنْجُفَۃ بالضم۔ کراہت۔ و عَنْجَف با لفتح بغیر تاء۔ درشتی ضد رفق ۱۲

[3] فی نسخۃ الیتیمۃ للثعالبی" لکھو ۱۲ [3] خزانۃ الخِلَع۔ الخِلَع واحد خلعت۔ پوشاک۔ وردی ۱۲

[4] خزّ۔ حریر۔ ایک کپڑا جو ریشم اور حریر سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ و در منتہی الارب نوشتہ خَزّ بالفتح جانور لیست و جامہ از پشم آں۔ جمع خُزُوز ۱۲ [5] الشَّتْوَۃ۔ موسم سردی۔ زمستان ۱۲ [6] الدَّرْج۔ دَرْج بالفتح کاغذ و نبشہ ۱۲

چھین لیا جائے۔ زعفرانی اس کی طرف اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ خدا الصاحب کی تائید کرے ۵
(۱) اس کو اس کے قائل سے سُن۔ اس سے آپ کے شگفت و تعجب میں اضافہ ہوگا۔ گل کا حُسن اس کی ٹہنیوں میں ہوتا ہے۔

الصاحب نے کہا۔ اے ابوالقاسم الا۔ پس اس نے اسے ابیات سنائے۔ جن میں سے یہ بھی ہے ۵
(۱) تیرا غیر اپنے فراہم کرنے اور ذخیرہ بنا کر مال رکھنے کو تونگری[1] خیال کرتا ہے اور حرص و لالچ اس کو حکم دیتا ہے کہ (جوڑ جوڑ کر) خزانہ بنائے۔
(۲) اور تو امید بستہ ابن عباد۔ اپنے عطا و بخشش کرنے کو ہی اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا پا لینا خیال کرتا ہے۔
(۳) تیری خیر (بخشش و سخاوت) ہتھیلی[2] پھیلائے ہوئے (سائل) اور ہتھیلی کو پھیرے[3] ہوئے (غیر سائل) دونوں کے لئے قریب الحصول ہے۔
(۴) تو نے قسم قسم کی داد و دہش سے مخلوق کو ڈبو دیا ہے۔ پس سب سے زیادہ چھوٹی چیز جس کے وہ مالک ہوئے۔ تونگری ہے۔
(۵) تو نے سب سے زیادہ شعر گو شاعر کو بھی چپ[4] کرا دیا۔ اور سب سے زیادہ شکر گذار (شکریہ کہنے والا) کو عاجز اور تو تلا کر دیا۔ یعنی شاعر اپنی پُر گوئی کے باوجود اور شکریہ کہنے والے اپنی قادر الکلامی کے باوجود تیرے اوصاف کرم کے بیان کرنے اور شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔
(۶) اے وہ ذات جس کے عطیے تونگری کا تحفہ بھیجتے ہیں۔ قریب و بعید کے صحنوں کی طرف۔
(۷) تو نے مقیمین اور زائرین کو وہ وہ پوشاکیں پہنائی ہیں کہ ہم اس کی نظیر کو بھی ممکن خیال نہیں کرتے۔

(۸) بجز میرے گھر کے تمام نوکر چاکر قسم قسم کے خز[5] کا لباس پہنے پھر رہے ہیں۔
پس الصاحب نے کہا میں نے معن بن زائدہ کی حکایات میں پڑھا ہے۔ کہ ایک آدمی نے کہا کہ مجھے سوار کرو (یعنی سواری دو) تو اس نے اس کے لئے ایک گھوڑے۔ ایک خچر[6]۔ ایک گدھے

---

[1] یَعُدُّ الغِنیٰ ما اقتنتنی لکھو۔ اقتنا۔ فراہم آوردن۔ ذخیرہ کردن۔ ورزیدن ولازم کردن چیزے ۱۲
[2] باسط الکف۔ دراز کنندۂ کف۔ بَسَطَ یَدَہٗ۔ دراز کرد دست خود را۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ھو کباسط کفیہ الی الماء [3] و مثنٰی ثناھا ضمیر ہا راجع بسوئے کف است و ثنا فعل ماضی است از ثنی۔ باز گردانیدن۔ ودو تا کردن
[4] مُفحَم۔ اسم مفعول از اِفحام بروزن افعال۔ مُفحَم۔ آنکہ بر شعر گوئی قادر نباشد۔ درماندہ۔ اَلکَن۔ کُند زبان درماندہ بسخن۔ لکنہ۔ درماندن بسخن ۱۲

اور ایک اونٹنی کے دینے کا حکم دیا۔ پھر کہا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ خدا نے ان کے ماسوا اور بھی کوئی سواری کا جانور پیدا کیا ہے۔ تو میں تجھے اس پر بھی سوار کرتا۔ اور تیرے لئے خز کے ایک جبّے ایک قمیص ایک پاجامے۔ ایک دستار۔ ایک رومال۔ ایک مطرف[1] ایک چادر۔ ایک (جوڑے) جراب کے دینے کا ہم نے حکم دیا۔ اور اگر ہمیں کسی اور لباس کا علم ہوتا۔ جو خز سے بنایا جاتا ہے۔ تو ہم تجھے وہ بھی دیتے۔ پھر اس (ابوالقاسم) کو خزانۃ الخلع میں داخل کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ تمام پوشاکیں اسے پہنا دی گئیں۔ اور اس وقت میں پہننے سے جو زائد تھیں۔ وہ اس کے غلام کے حوالے کر دی گئیں

اس نے کہا ہے۔ میرے پاس ابو عبداللہ محمد بن حامد حامدی نے بیان کیا۔ وہ کہتا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ ابو محمد الصاحب بن عباد کے سامنے کھڑا ہوا قصیدہ پڑھ رہا تھا جس کا اوّل یہ ہے ؎

(۱) یہ ہے تیرا[2] دل عشقوں اور محبتوں میں لوٹا ہوا۔ اور یہ ہے تیری رائے مشورہ شدہ رائوں کے درمیان (عشق و محبت کی حالت یہ ہے۔ کہ محبوبوں کے درمیان۔ میرے دل کی لوٹ ہے گویا ہر ایک محبوبہ یہ خواہش رکھتی ہے کہ وہ میرے دل کو لوٹے۔ اور اصابت و استقامت رائے کا یہ عالم ہے۔ کہ مجلس مشاورت میں میری رائے ہی مشورہ شدہ ہوتی ہے)۔

(۲) تیری محبت فراخ[3] چشم (حسین) عورتوں کے درمیان بانٹی ہوئی ہے۔ بجان عزیز تو یہ مرض کیسا امتحان کیش مرض ہے۔

(۳) تو ایک زمین میں نہیں ٹھہرا رہتا۔ تا آنکہ کسی دوسری زمین کی طرف چلا جاتا ہے۔ اپنے اس جسم[4] سے کہ وہ تو قریب ہے۔ لیکن اس کا ارادہ دُور کا ہے۔

(۴) کسی دن تو جُزدی میں کسی دن عقیق میں کسی دن عُذَیب میں اور کسی دن خُلیصاء میں ہوتا ہے۔

(۵) کبھی[5] تو تو نجد کا رُخ کرتا ہے۔ اور کبھی شعب العقیق کا اور کبھی قصر تیماء کا۔ (جُزدی۔ عقیق۔ عُذَیب۔ خُلیصاء۔ نجد۔ شعب العقیق۔ قصر تیماء۔ مقامات کے نام ہیں۔)

---

[1] مِطْرَف۔ بالکسر و بالضم۔ چادر خز چہار گوشہ نگارین۔ جمع مَطَارِف ۱۲ [2] اشعار ذیل میں شاعر کا خطاب اپنے نفس سے ہے ۱۲ [3] العیون النُّجُل۔ عیون۔ واحد عین۔ چشم۔ نُجُل۔ واحد نَجْلَاء بروزن فَعْلَاءُ فراخ۔ عَیْنٌ نَجْلَاءُ۔ فراخ چشم ۱۲ [4] شَخْص۔ تن۔ کالبد مردم۔ و جز آں۔ بشخصٍ قریبٍ عزمہ نآء سے شاعر کا خود اپنا جسم مراد ہے ۱۲ [5] آوِنَۃً۔ واحد اَوَان بمعنی ہنگام جمع آوِنَۃٌ و اٰیِنَۃٌ وازیں است کہ گفتہ مے شود۔ فُلَانٌ یَصْنَعُہٗ آوِنَۃً و آیِنَۃً یعنی مے کند آں را گاہ گاہ۔ دریں بیت تارۃً و آوِنَۃً و طَوْرًا۔ در یک معنی آمدہ ۱۲

وہ کہتا ہے۔ میں نے الصاحب ابن عباد کو دیکھا۔ کہ اس پر کلی طور پر متوجہ۔ اس کی شعر خوانی کی طرف
اچھی طرح کان دھرے ہوئے۔ اس کے اکثر ابیات کے دہرانے کی فرمائش کرنے والا تھا۔
اور اس سے اپنے خوش ہونے اور جھومنے کا ایسا اظہار کر رہا تھا۔ جو حاضرین کو شگفت و تعجب
میں ڈال رہا تھا۔ جب وہ (ابو محمد) اس قول تک پہنچا ؎

(۱) میں اَسْمَاء کے (نام کے) ساتھ اشاروں[1] سے اس کے قبائل میں پکارا جاتا ہوں۔ گویا
کہ اسماء (بھی) ہو گئی ہے۔ میرے ناموں میں کا ایک نام ۔۔

(۲) پس نے اپنے شعروں کو روشن کیا۔ تو اس نے مسرت میں آکر اپنے بالوں کو ڈال دیا۔
پس وہ دونوں (اشعار و بال) صبح کرنے اور شام کرنے (یعنی روشنی اور تاریکی کرنے) میں ایک دوسرے کے
خوگیر ہو گئے ۔۔

تو الصاحب ابن عباد وجد و مستی میں آکر اپنی مسند پر لڑکنے[2] اور جھومنے لگا۔ پس جب
(ابو محمد) اس قول تک پہنچا۔ جو الصاحب کی مدح میں تھا ؎

(۱) اگر سحبان (بن وائل) بھی اس (الصاحب) سے (فصاحت و بلاغت میں) مقابلہ کرے
تو اس کو بھی اس کی خطابت پر فأفأ[3] کے دامن گھسٹوا دے (یعنی اس کی زبان بھی توتلی اور کند ہو جائے)

(۲) میں دیکھتا ہوں۔ کہ (ہفت) اقلیم نے ایک دوسرے سے پیش قدمی کرتے ہوئے اس کے
آگے پورے طور پر اپنی کنجیاں ڈال دی ہیں ۔۔

(۳) پس وہ ہفت اقلیم اس کے زیر حکومت ہیں۔ چار چیزوں یعنی امر و نہی اور تثبیت و امضا
سے (تثبیت برقرار رکھنا۔ امضاء۔ حکم کا جاری کرنا) ۔۔

(۴) اسی طرح اس کی توحید[4] نے چار چیزوں کو ہلاک کر دیا ہے یعنی کفر و جبر اور تشبیہ و ارجاء کو۔
تو (الصاحب) اپنے سر کو ہلانے لگا۔ اور کہنے لگا۔ تو نے بہت خوب کہا! تو نے بہت
خوب کہا۔ جب اس نے قصیدہ ختم کیا۔ تو اس کے لئے انعام اور خلعت دینے کا حکم کیا ۔۔

---

[1] نَبَزَ۔ اشارہ کردن۔ عیب کردن۔ لقب نہادن ۱۲ [2] زَحَفَ عَلیٰ دَسْتِہٖ۔ لکھو۔ زحف
غیاثریدن۔ یعنی نشستہ بسرین راہ رفتن۔ بزور بازو و دست۔ اردو۔ لڑکنا۔ دَسْت۔ مسند ملوک ۱۲

[3] فأفاء۔ سخن فاء ناک گوئندہ۔ اکثار کنندۂ فاراء۔ سحبان بن وائل مردے فصیح و بلیغ بود۔ کہ در بلاغت
و فصاحت بوے مثل زنند ۱۲

[4] فرقہ معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں۔ چونکہ الصاحب بھی اسی مذہب میں
منسلک تھا۔ اس لئے شاعر نے اس کی مدح میں کہا۔ کذلک توحیدہ اودی بأربعۃ
کفر وجبر و تشبیہ و ارجاء۔ جبریہ۔ تشبیہیہ۔ مرجئہ۔ تین فرقے ہیں ۱۲

امیر ابوالفضل میکالی نے کہا ہے۔ کہ ایک عامل نے الصاحب کی طرف (خدمت میں) کام کاج (ملازمت) کے لئے عرضی لکھی اور عرضی میں یہ (لکھا) تھا۔ اگر میرے آقا مجھے کسی کام کی خدمت کیلئے مناسب خیال فرمائیں تو (حکم نافذ کریں (اسکے جواب میں) الصاحب نے اس کے نیچے لکھا۔ جس نے اِشتغالی (میرے کام پر لگانے کے لئے) لکھا ہے۔ وہ میرے کاموں کے لئے صلاحیت نہیں رکھتا (اِشتغال بمعنی درکار (اشتغ لغتِ ردی است) ؛

ہلال بن محسن نے بیان کیا ہے۔ کسی کے متعلق منقول و مروی نہیں یا کوئی نہیں دیکھا گیا) کہ اس کی موت کے بعد اس کی اتنی تعظیم اور بڑائی کی گئی ہو جتنی الصاحب ابن عبّاد کی کی گئی جب تجہیز و تکفین کر کے اس کو تابوتِ (جنازہ) میں رکھا گیا۔ اور تابوت اٹھانے والوں کے کندھوں پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے نکالا گیا۔ تو تمام کے تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے سامنے زمین بوسی کی۔ لوگوں نے اس وقت اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا۔ چہروں کو پیٹا۔ گریہ زاری اور چلا چلا کر رونے میں اپنی انتہائی طاقت کو صرف کر دیا۔ الصاحب اپنی زندگی میں وزارت کی چستی و پھرتی اور اس کے ساتھ فوج کی طرف منتسب ہونے کے پیش نظر قبا، پہنا کرتا تھا ؛

ابو نصر بن خوشادہ سے روایت کیا گیا ہے۔ اس نے کہا میں نے عہدے اور مرتبے پر کسی سے ایسا رشک نہیں کیا۔ جیسا کہ الصاحب ابوالقاسم ابن عباد سے کیا ہے۔ خراسانی لشکر کی جنگ پر مؤید الدولہ کے ہمراہ جرجان کے باہر ہم فروکش تھے۔ تو الصاحب دن کے آخری پہر شہر میں اپنے گھر کی طرف داخل ہؤا۔ اس مجلس میں حاضر ہونے کے لئے جس کو اہل علم کے لئے منعقد کیا کرتا تھا۔ اس کے پیچھے رہوار سواری تھی۔ جس کی باگوں کو چھوڑ رکھا تھا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ دیلم کے سرداروں اور اکابر زادوں لادِ اُمراء اس کے آگے آگے اس طرح دوڑ رہے تھے۔ جیسے شترانِ سفر دوڑتے ہیں ؛

اور عضد الدولہ "ہمارے شیخ" کہکر الصاحب کو خطاب کیا کرتا تھا۔ اس میں اس (الصاحب) کے ساتھ اور کسی کو شریک نہیں کرتا تھا۔ مگر اس کی خط و کتابت کم تھی۔ اور عضد الدولہ کی طرف سے جو خطوط وارد ہوتے تھے۔ وہ اس کے کاتب ابوالقاسم بن عبدالعزیز بن یوسف کی زبانِ (قلم) سے ہی ہوتے تھے ؛

جب شاعروں نے دیکھا۔ کہ سرمایہ ہائے علم کے لئے ابن عبّاد کے پاس رواج اور شہرت ہے۔ تو انہوں نے اس کی بارگاہ کی طرف اپنے نتائج افکار کے ہدیے بھیجے۔ اور ان نتائج کو اسکی طرف روانہ کیا۔ چنانچہ ثعالبی نے ذکر کیا ہے۔ کہ زمین کے ستارے، یکتائے روزگار،

ابناء الفضل (فضیلت کے بیٹے یعنی فضلاء) اور شعر کے شہسوار اس (ابن عباد) کے[1] اردگرد اس قدر اکٹھے ہو گئے۔ جن کی تعداد ہارون الرشید کے شعراء سے بھی زیادہ ہے۔ اور وہ قوافی کو گردنوں سے پکڑنے اور معانی کی غلامیت کے مالک ہونے میں اُن سے کم نہیں تھے (قافیہ ہائے شعر اور معانی کو غلاموں سے تشبیہ دیکر شعراء کو مالک قرار دیا ہے)

ابو حفص اصفہانی وراق[1] نے الصاحب کی طرف رقعہ لکھا جس کی نقل یہ ہے۔ خدا ہمارے بزرگ آقا الصاحب (ابن عباد) کی عمر دراز کرے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ پند و نصیحت یاد داروں کو نفع دیتی ہے۔ اور شمشیر کا ہلانا اس کے سُونتنے والوں کو مدد دیتا ہے۔ تو میں کسی یاد کنندہ کو پند و نصیحت نہ کرتا۔ اور نہ ہی شمشیر براں[2] کو حرکت دیتا۔ لیکن کار کن عضو رکھنے[3] والا (یا صاحب حاجت) آدمی کامیابی اور مُراد کے برآنے کو جلدی چاہتا ہے۔ اور (مطالبے کی ہٹ و اصرار سے) جواں مرد سخی کو اکتاتا[4] ہے۔ ہمارے آقا کے غلام کی حالت (یعنی میری حالت) گندم میں گری ہوئی ہے۔ اور اس کے گھر کے چوہے[5] (گندم کے نہ ہونے کے باعث) واپس پلٹے ہوئے ہیں۔ بس اگر آقا اپنے غلام کو (اُن پروردہ نعمت) اشخاص میں (جنکی فرودگاہ[6] سر سبز مقام میں ہے۔ اس لئے وہ کہیں جا نہیں سکتے یعنی معاش کی فکر میں انہیں سفر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی) شامل فرما سکیں۔ تو شامل فرما لیں۔

الصاحب نے اس کے رقعہ پر لکھا۔ اے ابو حفص! تو نے قول نیکو کہا ہے۔ اور ہم فعل نیکو کرینگے (تم نے کلام اچھی کہی ہے۔ اور ہم تمہیں اس کا اجرا اچھا دینگے) اپنے گھر کے چوہوں کو خوشحالی[7] کی خوشخبری دیدے۔ اور ان کو قحط سالی[8] سے بے خوف کر دے۔ ہفتہ[9] کے اندر اندر تیرے پاس گندم پہنچ جائے گی۔ نیز اس کے علاوہ دوسرے خرچ و اخراجات سے بھی تمہیں بند نہیں رکھا جائیگا۔

عون بن حسین ہمدانی سے مروی ہے۔ کہ اس نے کہا: میں نے ابو عیسےٰ بن منجم سے سنا ہے

---

[1] احتف یہ۔ از احتفاف بروزن انفعال۔ گرداگرد آمدن [1] الوراق۔ ورق ساز۔ کاغذ فروش۔ کاغذ برندہ۔ نویسندہ

[2] ما فیہا۔ شمشیر براں ۱۲ [3] و لکن ذا الجارحۃ ذا۔ یعنی صاحب و جارحۃ۔ عضو مرد کہ بداں کار کند۔ جمع جوارح در منتہی الارب نوشتہ۔ جوارح۔ اندامہائے مردم کہ بداں کار کنند۔ و نیز اسپاں مادہ و شکاریاں از مرغ و دد۔ سکین در یتیمہ۔ و لکن ذا الحاجۃ لضرورتہ بجائے " و لکن ذا الجارحۃ " آمدہ ۱۲ [4] یکد الجواد السمح۔ کد۔ بالفتح تپیدن در خواہانی چیزے۔ و اشارت کردن بانگشت چنانکہ سائل اشارہ کند۔ و سختی کار۔ و رنج کد الرجل۔ در تعب مشقت انداخت اورا۔ جواد۔ سخی۔ السمح۔ جوانمرد [5] جرذان۔ واحد جرذ۔ موش۔ در منجد نوشتہ تفرقت جرذان بیتہ۔ ای قل الطعام عندہ و افتقر۔ یعنی تقلیل شد نزدیک او غلہ و فقیر گشت [6] رحل۔ فرودگاہ و پالان شتر اول بمعنی اول و ثانی بمعنی ثانی ۱۲

[7] خصب۔ بسیاری نبات۔ فراخی سال فراخی حال ۱۲ [8] جدب۔ تنگ سالی۔ قحط سالی۔ ضد خصب ۱۲

[9] اسبوع۔ بالضم۔ ہفتہ۔ جمع اسابیع ۱۲

وہ کہتا ہے میں نے الصاحب ابن عباد سے سنا ہے۔ وہ کہتا تھا شاہ فخرالدولہ پر (اندر داخل ہونے کیلئے) بحالانکہ اپنی مانوس و بے تکلف مجلس میں بیٹھا ہوا ہو۔ میں نے جب کبھی اجازت طلب کی۔ تو وہ باحیاء و شرم (یعنی با تکلف) مجلس کیطرف منتقل ہو گیا۔ اور اس میں مجھے اجازت دیدی مجھے یاد نہیں۔ کہ میرے سامنے اس نے کبھی ہنسی مذاق کی بات کی ہو۔ یا مجھ سے مزاح کیا ہو۔ بجز ایک مرتبے کے۔ سو اس کے کھل جانے کے باعث میں نے کراہت کا اظہار کیا۔ اور کہا۔ ہمارے سامنے درست اور ٹھیک (خلافِ ہزل) باتیں اتنی ہیں۔ کہ ان کے ہوتے ہوئے ہم ہنسی مذاق کے لئے فارغ نہیں۔ اور اظہار خشم کرنے والے آدمی کی طرح میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ ہمیشہ خط و کتابت سے معذرت پیش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ میں دوبارہ اس کی محفل میں واپس پلٹ آیا۔ اس کے بعد اُس فخرالدولہ نے کسی ایسی بات کی طرف پیشقدمی نہیں کی۔ جس سے ہنسی مذاق کا کوئی پہلو نکلتا ہو...

اس نے کہا ہے۔ ابوالحسن شقیقی بلخی نے میرے سامنے الصاحب ابن عباد کا وہ خط پیش کیا۔ جو اس نے اس کی طرف لکھا تھا۔ رقعے میں (یہ لکھا ہوا تھا) "جو شخص اپنے دین کی طرف متوجہ ہو گا۔ ہم اس کی دنیا کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اگر تم (مذہب) عدل و توحید[1] پر عمل پیرا ہو گے تو ہم تمہارے لئے فضل و تمہید[2] (کا بستر) بچھائیں گے۔ اور اگر تم (عقیدۂ) جبر[3] پر قائم رہے۔ تو تمہاری شکستگی (تنگ حالی) کے لئے کوئی اصلاح و درستگی نہیں"۔

یہ وہ خط ہے۔ جو الصاحب ابن عباد نے ابو علی حسین بن احمد کی طرف ابوعبداللہ محمد بن حامد کے کام میں لکھا تھا۔ ثعالبی نے کہا ہے۔ میں نے امیر ابوالفضل عبیداللہ بن احمد میکالی سے سنا ہے۔ وہ اس کو مسلسل بیان کرتا تھا۔ اس کی زبان پر اس (خط) کے جاری ہونے اور اس کے منہ سے اس کے نکلنے نے مجھے اس خط کی شیفتگی اور دلبستگی میں زیادہ کیا۔ اور وہ (خط) یہ ہے۔ "میرے سردار! میرا یہ خط مقام سحنہ سے صادر ہوا ہے۔ دراں وقت کہ رات نے اپنے پردے لٹکائے ہیں۔ اور تاریکی نے اپنے دامن گھسیٹ دئے ہیں۔ کل آئندہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ صبح کی روشنی مکمل ہونے سے پیشتر پو پھٹتے ہی کوچ کر جائیں گے۔ اگر یہ (کوچ کرنا)

ص ۱۷۸

---

[1] العدل والتوحید سے مراد مذہب معتزلہ ہے۔ کیونکہ فرقۂ معتزلہ اپنے آپ کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں ۱۲

[2] تمہید۔ گستردن۔ و ہموار و نیکو کردن کار را و عذر گسترانیدن و عذر نیوشیدن ۱۲

[3] جبر۔ بالفتح۔ درستگی خلافِ کسر و جو بہا کہ بر شکستہ بندند و خلاف قدر یعنی عقیدۂ فرقۂ جبریہ کہ قائل است بجبر۔ و مالک بندہ از لغات اضداد است و مرد دلاور و کودک در ایں مقام جبر اول بمعنی خلاف قدر یعنی اعتقادِ جبر و ثانی بمعنی درستگی خلاف کسر ۱۲ غُرّہ۔ غرر۔ اہد غرۃ۔ سپیدی در پیشانی اسپ تیز از ہر چیزے اول و۔ غرۃ الصبح اول و۔ حجول۔ واحد حجل۔ سپیدی در پائے اسپ و خلخال ۱۲

نہ ہوتا۔ تو میں اس (خط) کو (اسی طرح ہی) طویل کرتا جس طرح حاجی لوگ مناسک[۱] حج پر (طویل) وقوف کرتے ہیں۔ اور میں اس سے زادِ مسافر پر ہی اکتفاء نہ کرتا (یعنی جس طرح مسافر زادِ سفر کیلئے ضروری ہلکی پھلکی چیزوں پر ہی اکتفا کر لیتا ہے۔ اسطرح میں خط کو مختصر نہ لکھتا۔ بلکہ لمبا لکھتا) کیونکہ خطِ ہذا کا حامل میرے نزدیک وسیع حقوق والا ہے۔ اور اس امر کا سزاوار ہے۔ کہ میں اس کے لئے اپنے دل اور ہاتھ کو مشقت دوں۔ اور وہ (حاملِ خط) ابو عبد اللہ حامدی ہے۔ ہمارے پاس اس شیخ شہید یعنی ابو سعید الشیبی السعید (خدا اس کے مراتب کو بلند کرے۔ اور ان کے قاتل کو قتل کرے) کے ہمراہ آیا تھا۔ اور ان کا کاتب تھا اس (ابو عبد اللہ) نے اپنی فضیلت و بزرگی سے ہمیں مانوس کیا۔ اور اس کی عقل کی نیکوئی وخیر سے ہم مالوف ہوئے۔ پس جب وہ (ابو عبد اللہ) اس صحبت (یعنی صحبت شیخ شہید) اور اس صحبت میں اس کی قربتِ حاصلہ سے (بوجہ شہادتِ شیخ) اور د رساں کیا گیا۔ تو اس نے میرے دروازے کے سوا کسی گھاٹ اور میری بارگاہ کے بغیر کسی چراگاہ کو پسند نہ کیا۔ اور دشوار گذار راستہ طے کر کے میرے پاس آ پہنچا۔ اس حق کو پختہ کرتے ہوئے جس میں اس کا غبار نہیں پھاڑا جا سکتا۔ اور تا زمانہ جس کی حرمت[۲] وعزت کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ میں اپنی اس کوچ سفر کے پر پر ہوں۔ جس کی جہت اور مسافت نے قیام وقرار[۳] نہیں پکڑا۔ اور اپنی لاٹھی کو نہیں ڈالا۔ (ایسی حالت میں اس شریف کو (جو زمانے کے حادثہ کا گرفتار اور نوشکار ہے) اپنے ساتھ

---

[۱] حجیج واحد حاج قصد کنندۂ طواف کعبہ بہ نیت عبادت و بجا آورندۂ آں۔ جمع حجاج و حجیج مشاعر واحد مشعر۔ آں جائے کہ حجاج دروے قربانی کنند۔ و معظم مناسکِ حج۔ مشعر الحرام مزدلفہ نیز شعر و رختِ زمینِ نرم کہ مردم در سایۂ آں گرما و سرما فرود آیند و بنا جو ئند[۲] فاتسنا بفضلہ و آنسنا الخیر من عقلہ بناء۔ اور اگر فاتسنا بفضلہ الخ کو برقرار رکھا جائے۔ تو ترجمہ یہ ہوگا اس (ابو عبد اللہ) کی فضیلت و بزرگی سے ہم مانوس ہوئے۔ اور اس نے اپنی عقل کی نیکوئی اور بھلائی سے ہمیں مالوف کیا[۳] ذمار۔ آنچہ سزاوار بود نگہداشت آں برمرد۔ یقال فلان حامی الذمار و در اصل کتاب بجائے ذمارہ ذمامہ آمدہ ذمام بالکسر۔ حق۔ و واجب و حرمت و ابروجمع اذمہ[۴] لم یستقر نواها نوی۔ جہت کہ بسوئے آں روے آورند۔ و دوری و جدائی یقال استقرت نوی القوم بہو ضع کذا وکذا۔ ای اقاموا یعنی فروکش و اقامت پذیر شدند۔ والقاء از القاءِ عصا یعنی افگندن عصا کنایہ کنند۔ از اقامت۔ واز عدم القاء عصا سفر ۱۲

شریک سفر کر کے، تنگی اور سختی میں ڈالنا۔ اس کو نارام[2] شدہ سرکش سواری کی تکلیف مالایطاق دینا ہے۔ میرے سردار! میں نے اسے آپکی طرف اس لئے بھیجا ہے۔ کہ آپ اپنی بارگاہ اور درگاہ کو اس کے لئے بچھا دیں۔ اور آسان کر دیں۔ اور یہ کسی ایسے کام کا بھی امیدوار ہے۔ جس میں گرانی کم اور فائدہ اچھا ہو۔ پس جب ایسے کام کا موقع مل جائے۔ تو آپ اس کو اس پر پیش کر کے اس کے حوالے فرما دیں۔ اور یہ اس امر (سفر) کے منتظم اور راست ہونے تک مہر احسان ہے۔ اور اس کی نہمانی آپ کے ذمے اور اس کے موسم گرما و سرما گذارنے کا مقام آپ کے پاس ہے۔ نیز اس عرصہ میں یہ تحصیل علم کی بھی خواہش رکھتا ہے۔ جو اس کی پختگی اور استقلال میں اضافہ کرے۔ تا آنکہ اس کے پاس ہماری اقامت کی اطلاع پہنچے۔ پھر اس کو اختیار ہے۔ اگر چاہے۔ تو آپکی سپرد کردہ خدمت پر ٹھہرا رہے۔ اور اگر چاہے۔ تو آپ کے حسن سلوک اور انعام و اکرام کے گُن گاتا ہوا ہم سے آملے۔ نیز میں نے اسے فلاں شخص کی طرف بھی رقعہ لکھ دیا ہے کہ وہ بھی اس کی بعض توقع بر لائے۔ تا آنکہ اس کے لئے کلی طور پر اختیار دیدے پس آپ اسے اس کی تعجیل کا حکم[3] دیدیں۔ اور میرے دل کی لگن کو اس شریف آدمی کے بارہ میں دور کر دیں۔ جس کی آس و امید نے دیگر امور سے) مجھے تنہا اور الگ کر دیا ہے۔ انشاءاللہ تعالےٰ

اس (الصاحب ابن عباد) نے قاضی ابوبشر الفضل بن محمد جرجانی کی طرف لکھا جبکہ وہ (ابوبشر) اس کے پاس آتا ہوا شہر رے کے دروازے میں داخل ہوا۔

(۱) شتران[4] سفر نے (معشوقہ) اروی کے آنے کی خبر سنائی۔ اس شہر کی طرف جس میں میں نے اپنے خیموں کو اتارا۔

(۲) پس میں قریب ہوں کہ بباعث شوق اسکی طرف شہ پر[5] سے کبوتر کے شہ پر کسطرح اڑ پڑوں کیا یہ امر درست ہے جو شہ نیوالے کے متعلق کہا گیا ہے؟ یا خواب[6] دیکھنے والے آدمی کی

---

[1] تحامل مصدر از باب تفاعل۔ تحامل علیہ کار فرمود اوراً فوق طاقت وے وستم کرد۔ وَعْر۔ دشوار۔ خلاف سہل۔ و مرکب وَعْر سواری نارام شدہ ۱۲ [2] اَوْعَز۔ فعل امر از ایعاز پیش آمدن بکارے۔ و فرمان دادن بکارے ۱۲ [3] رِکاب بالکسر۔ شتران کہ بداں سفر کنند۔ واحد ندارد یا واحد راحلہ ہے ۱۲ [4] اَرْوَی بالفتح نام زنے۔ و دہے است بمرو ۱۲ [5] قَادِمَۃ۔ پر دراز مرغ۔ جمع قوادم۔ قُدامی۔ و پر کوچک کہ زیر قادمہ باشد۔ خافیہ گویند۔ خوافی جمع ۱۲ [6] کَاَمَانِی الحالم ک حرف تشبیہ اَمَانی واحد اُمْنیۃ۔ خواہش۔ آرزو۔ حالم۔ خواب بینندہ ۱۲

خواہشات کی مانند گمان ہی گمان ہے؟ نہیں بخدا! بلکہ یہ تو مشاہدہ کا پانا ہے۔ بلاشک و شبہ وہ اور آرزو کا حصول ہم مثل ہیں۔ اے قاضی۔ تیری سواری اور تیرے کجاوے کا خیر مقدم بلکہ خوش آمدید! تجھے اور تیرے اہل کو۔ واہ واہ! تیری نسیم آمد کے مہکنے کی سرعت۔ تیری خوشبو سے ہم نے یوسفؑ کی خوشبو پائی۔ سواری کو تیز ہانک کہ میری سوزش فراق کو اپنے دیدار سے تو زائل کرے۔ اور میری بیماریٔ ہجر، اپنی ملاقات سے تو دور کرے۔ اور اپنے پہنچنے کے دن کی تصریح کر۔ کہ ہم اس کو مشرف عید اور میلہ او رتہوار بنائیں۔ اور غلام کو واپس بھیج۔ جو کلام کے افادۃ المخاطب سے بھی زیادہ تیز رو ہو۔ میں نے اس کو حکم دیا ہے۔ کہ گدھے کے پر پر اڑے۔ اور بادِ صبا کو بھی قید کے بندھن میں باقی رہنے دے۔ اور بادِ صبا سے بھی تیز رفتار چلے ۱۵

(۱) اے زیاد بن عامر! خدا ان مقامات[۲] کو سیراب کرے جنکی سرزمین میں تیرا گذر ہوا۔ کیونکہ انہوں نے تجھ کو مجھ تک پہنچا دیا ؛

(۲) وصال کی شاموں[۳] سے (تمہاری ملاقات سے جن کے پا لینے کا امیدوار ہوں) (فراق وجدائی کی) دوپہروں[۴] کی گرمی و سوزش کو دور کر[۵] دیا ہے ؛

الصاحب ابن عباد کی جس سے ہجو کی گئی ہے۔ ازاں جملہ ابوالعلاء اسدی کا قول ہے

(۱) جب تم کسی شریف (آدمی) کو گلیم میں (جسم ڈھانکے ہوئے مسجدوں میں پناہ لیتا ہؤا دیکھو۔ جس کی تکلیف و بدحالی ظاہر ہو ؛

(۲) تو جان لو۔ کہ حوادثات نے اس مسکین نوجوان کو ابن عباد کی ناکسی[۶] و فرومائیگی کی طرف پھینک دیا ہے (بدقسمتی سے اس کے ہاں مہمان ہے اور اس کی کنجوسی و بخل کے باعث مارا مارا پھرتا ہے ؛)

اس نے کہا ہے۔ الصاحب ابن عباد بغداد میں داخل ہوتے وقت قاضی ابوالسائب عتبہ بن عبید کے پاس اپنے حق کی ادائیگی کے لئے گیا۔ تو قاضی نے اس (الصاحب) کیلئے (تعظیماً) کھڑے

---

[۱] ک۔ دیتا۔ خوشبو۔ غلۃ تشنگی و سوزش سختی آں ۱۲ [۲] دارات واحد دارۃ۔ زمین فراخ میان کوہہا سرائے۔ قبیلہ و ہر چیز کہ محیط چیزے باشد ۱۲ [۳] اصائل۔ واحد اصیل۔ آخر روز شام ۱۲ [۴] الھواجر۔ واحد ھاجرۃ۔ دوپہر۔ نیم روز ۱۲ [۵] قد زحزحن۔ صیغہ جمع غائب فعل ماضی از زحزح یزحزح زحزحۃ زحزحۃ۔ دور کردن آں را۔ قال اللہ تعالیٰ وما ھو بمزحزحہ من العذاب ان یعمر الخ ۱۲

[۶] لئوم۔ ناکسی۔ زفتی۔ خلاف کرم ۱۲

ہونے میں گرانی کا اظہار کیا۔ اور کچھ اس طرح سکڑا جس سے اپنا ضعف حرکت اور بے طاقتی قیام اس کو دکھلائی۔ الصاحب نے اس کے بازو کو پکڑ کر سیدھا کھڑا کر دیا۔ اور کہا حقوق برادران کی ادائیگی کے لئے ہم قاضی کی امداد و اعانت کرتے ہیں۔ ابوالسائب شرمندہ ہوگیا اور اس کے پاس معذرت پیش کی۔

قاضی ابوعلی التنوخی نے اپنی کتاب نشوار المحاضرہ میں ذکر کیا ہے۔ میرے پاس امیرالمومنین مطیع اللہ کے حاجب ابومنصور عبدالعزیز بن محمد بن عثمان المعروف بہ ابن عمرو الشرائی نے بیان کیا۔ اس نے کہا۔ میں اپنی نوخیزی میں ایک دن قاضی ابوالسائب پر داخل ہوا۔ تو اس نے میرے لئے (تعظیماً) کھڑے ہونے میں گرانی کا اظہار کیا۔ اور لمبی بیماریوں اور پیری کے باعث اپنی کمزوری و ناتوانی کو میرے سامنے ظاہر کیا۔ اس (ابومنصور) نے کہا ہے۔ وہ تھوڑے اونچا ہوا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر (اوپر کو) کھینچا۔ حتیٰ کہ اُسے پورا کھڑا کر دیا۔ اور میں نے اُسے کہا حقوق برادران کی ادائیگی اور نیکی کی تکمیل کیلئے میں قاضی القضاۃ (چیف جج) (خدا اس کی تائید کرے) کی امداد و اعانت کرتا ہوں۔ ابومنصور نے کہا ہے۔ میں اس پر عیب دھرنے والا تھا۔ ان اشیاء کے بارے میں جن کا اس نے مجھ سے معاملہ کیا تھا۔ اور میں اس کے پاس جھگڑا کرنے کے لئے ہی آیا تھا۔ میں نے بات کے چھیڑنے کو شروع کر دیا۔ جب اس نے میرے چہرے میں شر دیکھا۔ تو کہا۔ "دو کلموں کے سننے کی مہربانی فرمائیے۔ پھر آپ کا جو جی چاہے کہئے" میں نے کہا۔ کہو۔ اس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کے اس قول "پس درگذر کر درگذر کرنا اچھا" کی تفسیر میں ہمارے پاس روایت کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اس سے مراد عفو بلا سرزنش و ملامت ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکیں تو کریں۔ میں نے اس پر انتہا تک پہنچنے (یعنی جرح و قدح کرنے) سے شرم کی۔ اور واپس پلٹ آیا۔

مؤلف کہتا ہے۔ میرے نزدیک جو بات ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ (یہ) واقعہ اس (ابومنصور حاجب) کے اور قاضی کے درمیان پیش آیا۔ اور اس کی خبر الصاحب ابن عباد کے پاس پہنچی۔ پس الصاحب نے اس کو اپنے لئے گھڑ لیا۔ اور اپنے شناساؤں کی مجلس میں اسے بیان کر دیا۔ سو (یہ) اسی کے متعلق مشہور ہو گیا۔ الصاحب مرحوم ان لوگوں میں سے تھا۔ جو فخر کے دلدادہ اور ان فضائل کے گھڑ لینے کے بھی شیفتہ تھے کہ بسا اوقات جن سے کوتاہ وقاصر بھی رہے۔

لہ تقریع۔ سرزنش کردن و ملامت نمودن ۱۲ لہ استقصاء۔ بنہایت چیزے رسیدن۔ و نیز کوشش تمام کردن

الصاحب کے اشعار سے ہے ؎

(۱) او خرامندہ! جو اپنے غرور (و ناز) میں خراماں جا رہا ہے۔ تیری یاد میرے دل پر چھائی ہوئی ہے ۔

(۲) اگر تو میرے نزدیک میری آنکھ سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو۔ تو (خدا کرے) میں اپنی آنکھ سے فائدہ مند نہ ہوں ۔

الصاحب نے ابوالحسن طبیب کی طرف لکھا ؎

(۱) خوش گپی اور کشادہ روئی پر ہم تمہارے امیدوار ہے۔ اور بھوک کا اثر اخلاط[1] اربعہ تک بھی جا پہنچا ۔

(۲) اگر تم میری مصاحبت وملازمت کی طرف مائل ہو جاؤ۔ تو میں بقراط[2] کی گدی پر (بھی) تجھ کو رسید کروں ۔

وله ایضاً ؎

(۱) تو دور ہو گیا پس زندگی کا مزہ تیرے بعد اندرائن (تلخ) ہے۔ اور میری زندگی کا چہرہ جب سے تو غائب ہو گیا ہے (یعنی چلا گیا ہے) سیاہی وسپیدی والا ہے ۔

(۲) تجھ کو کیا ہوا۔ تو نے اپنے وصال کو جدائی میں ڈال[3] دیا۔ تمہاری محبت نداء کے بغیر (ہی) ترخیم[4] شدہ ہے ۔

اور اس (الصاحب) نے کہا۔ جب اس کو موت حاضر ہوئی ؎

(۱) میری موت پر میرے (مر جانے) کے ساتھ از روئے جہالت کتنے خوش ہونے والے ہیں۔ جو میری وفات کے بعد ظلم کی تلوار کو سونت لیں گے ۔

(۲) اگر مسکین اس ذلت ورسوائی کو جان لے۔ جو میرے (مرنے) کے بعد اس کو اٹھانی

---

[1] اَخلاط یعنی اخلاط اربعہ کہ دم وبلغم وسودا وصفراء باشد واحد خِلط بالکسر [2] کذا اِلْتِبَاط۔ لازم گرفتن چیزے را وگرد گشتن یقال اِلْتَبَطَ الْقَوْمُ بِهٖ۔ ای اطافوا به وَنیز دُوۂ ۱۲

[3] علقم اندرائن ہر کڑوی چیز۔ اَرْقَم مار پیسہ یعنی مار سیاہ کہ دروے داغہا سیاہ وسفید باشد وماؤہ آں را ارقشاء گویند ۱۲ [4] اَدْغَمْتَ۔ اِدْغَام۔ حرفے در حرف در آوردن [5] مُرَخَّم۔ اسم مفعول از ترخیم یعنی انداختن حرف از آخر منادی در نداء لا فقہ تسہیلُ للنطق بہا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ حسب قواعد علم نحو ترخیم نداء کے موقعہ پر منادی کے آخر میں ہوا کرتی ہے۔ نداء حاضر کے لئے ہوتی ہے۔ لہٰذا تمہارے غیر حاضر ہونے کے باعث نداء کا تو موقعہ نہیں۔ لیکن تمہاری محبت میں ترخیم واقع ہو گئی ہے۔ یعنی محبت منقطع ہو گئی ہے ۔

پڑے گی۔ تو میرے مرنے سے پہلے ہی مر جائے ؛

اور اُس نے ابوالفضل بن شعیب کی طرف لکھا۔ ؎

(۱) اے ابوالفضل! تو ہم سے کیوں ہٹا رہا۔ (یعنی ہماری ملاقات میں کیوں تاخیر و درنگ کی) تمہارے حسنِ عہد کے متعلق ہمارا ظن اچھا نہ رہا

(۲) میرے نفس نے سچے (وفادار) دوست کی کتنی تمنا کی۔ وہ تمنا و آرزو تو ہی نکلا

(۳) تجھے اپنی شاخِ جوانی کی قسم جبکہ وہ لچکدار ہے۔ اور عہدِ لڑکپن کی قسم ہر چند کہ وہ ہم سے جدا ہو گیا ہے ؛

(۴) تو (خود ہی) جواب ہو۔ جس وقت تو خط پڑھے۔ قاصد کو نہ کہو۔ تھا وہ ۔۔۔۔ اور تجھے ہم ۔۔۔۔

شاہِ عضد الدولہ کی مدح میں کہا ہے ؎

(۱) (تیرے) ایسے بخت[1] ہیں۔ کہ (سعدِ اکبر) ستارۂ مشتری[2] بھی ان کے راستے میں حیران ہو رہا ہے۔ اور وہ (بخت) منجم کے حساب میں نہیں آسکتے ؛

(۲) کتنے جہانوں کو یکے بعد دیگرے تو نے زندہ کیا۔ ایسے وقت پر جبکہ وہ روندی ہوئی خشک[3] گھاس کی طرح (برباد) ہو گئے ؛

(۳) بخدا اگر خدا نہ ہوتا۔ تو مخلوق تیرے لئے ویسے ہی کہنے لگتی۔ جیسے عیسائی حضرت عیسٰے کے بارے میں کہتے ہیں (یعنی جس طرح عیسائی حضرت عیسٰے علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں اسی طرح تجھے بھی خدا کہتے۔ نعوذ باللہ من ذالک) ؛

(۴) تجھے وہ ستائشیں (یعنی بخششیں) حاصل ہیں۔ اگر انہیں بکھیر کر مخلوق پر تقسیم کر دیا جائے تو تیری آنکھیں کسی مذمم (یعنی بخیل) چہرے کو نہ دیکھ سکیں ؛

(۵) نہیں نہیں۔ بلکہ اگر لوگ ان کے صدقہ و خیرات سے ہی بہرہ یاب ہو جائیں۔ تو تیرے کان کسی کنجوس کا ذکر تک بھی نہ سنیں ؛

(۶) اور اگر میں یہ کہہ دوں۔ کہ خدائے عز و جل نے مخلوق کو تیرے سوا کسی دوسرے شخص کیلئے پیدا نہیں کیا۔ تو میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی معصیت (اس شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں (۱) خدا نے مخلوق کو تیری ہی حکومت اور بخشش کیلئے پیدا کیا ہے۔ تیرے سوا اور کسی کیلئے نہیں

---

[1] سعود۔ واحد سعد۔ بخت۔ و سعود النجوم ستارگانِ با سعادت۔ داں دہ اند ۱۲
[2] مشتری۔ ستارہ کہ سعدِ اکبر است۔ سعد السعود و سعدِ موفا نیز گویند ۱۲ [3] الھشیم ھشیم گیاہے است کہ ریزہ ریزہ گردد۔ یا ہر گیاہِ خشک ۱۲ [4] قرقف۔ شراب ۱۲

(۲) خدا نے مخلوق کو تیرے ہی وجود کی خاطر پیدا کیا ہے۔ اور کسی کی نہیں۔ یہ کفریہ قول ہے

نعوذ باللہ من شر ھذا القول

اس نے کہا ہے۔ ایک بسیار شراب خوار دیر پا نشے والے آدمی کے بارے میں ؎

(۱) کہا جاتا ہے۔ وہ کیوں نشے میں نہیں آتا۔ اس کے بعد بھی کہ ہمنشینان شراب کی طرف سے اس کو پے در پے شراب دی جاتی ہے؛

(۲) تو میں نے کہا۔ شراب کا کام یہ ہے۔ کہ عقل کو کم کرے۔ اور اگر (عقل میں سے) کچھ بھی نہ پائے۔ تو پھر کس کو کم کرے (مراد یہ ہے۔ کہ اس میں جب عقل ہی نہیں۔ تو شراب اپنی تاثیر یعنی نشہ کیسے دکھلائے)؛

وَلَہٗ ایضاً ؎

(۱) (معشوقۂ) اُمیمہ نے منہ پھیر لیا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ بڑھاپا میرے رخسار پر چھا گیا ہے؛

(۲) تو میں نے اسے کہا۔ کہ بڑھاپا بھی تو جوانی کا ہی نقش و نگار ہے (یعنی جوانی کی ہی باقی ماندہ نشانی ہے) تو اس نے کہا۔ کاش (دیہ) نقش و نگار نہ کرتا؛

وَلَہٗ ایضاً

(۱) جب دوستوں کے گھر دوستوں کی جدائی کے باعث ایک دوسرے سے دور ہو گئے اور ہم تمام (ایک دوسرے کے) دیدار سے امر موہوم کی طرف ہو گئے (یعنی ہماری باہمی ملاقات نہ وہم و گمان ہو کر رہ گئی)؛

(۲) تو اشتیاق (احباب) مضبوطی کے ساتھ مجھ پر اس طرح غلبہ پا گیا۔ جس طرح معتزلی اپنے مد مقابل پر غلبہ پا جاتا ہے؛

مہتمم مطبع محمد اسحٰق	تمام شد اردو ترجمہ سبع المعلقات مرحیضہ نثر	عبد الحمید کاتب

اظہار تشکر

میں اپنے عزیز دوست مولوی محمد اسحٰق خان صاحب منشی فاضل مولوی عالم اور مولوی محمد شفیع خان صاحب مولوی فاضل کا از حد مشکور ہوں۔ جنہوں نے نہایت جانفشانی اور کمال عرقریزی سے اصل اردو ترجمہ کی کاپیوں کی تصحیح فرمائی۔ اور مفید حواشی لکھے اور ترجمہ ارشاد الادیب کی تکمیل کی جس کو فاضل مترجم مولوی احمد مجتبےٰ صاحب نوگانوی نے بوجہ ناسازیٔ طبع ادھورا چھوڑ دیا تھا؛ فقط

شکر گذار الٰہی بخش مالک دکان شیخ جان محمد الٰہی بخش تاجران کتب چوک سنہری مسجد کشمیری بازار لاہور

نام کتاب	قیمت
کتاب الصرف	۱۲ر
کتاب النحو	۸ر
ایف۔ اے کورس عربی مطبوعہ ۲۵ء (حصہ نثر)	[illegible]
اختیاری مضمون اردو	
(۱) دربار اکبری (نصف اول)	صہ
(۲) مجموعہ نظم آزاد	۸ر
مسدس حالی مع حالات و فرہنگ	۶ر
انتخاب مخزن حصہ اول (نظم)	عہ
کتب امدادی	
کنز المنافع یعنی بہترین اردو خلاصہ رسالہ عبد الواسع	
از جناب جعفری کشمیری شادانی منشی فاضل	۴ر
اردو خلاصہ عروض سیفی از ساحل بلگرامی	۲ر
خلاصہ شعر العجم حصہ دوم و سوم	۱۲ر
ترجمہ بی۔ اے کورس فارسی	
ترجمہ نثر ظہوری و غالب (زیر طبع)	
زبان عجم ترجمہ لسان العجم	۱۰ر
ترجمہ قصائد عرفی از مولوی جان محمد منشی فاضل	۶ر
اردو خلاصہ اخلاق ناصری	۱۲ر
ترجمہ ایف۔ اے کورس عربی ۲۸ء	عہ
قرۃ العین در ترجمتین	۱۰ر
پرچہ جات منشی و منشی عالم ۲۶ء تا ۳۲ء	۸ر
منشی فاضل ۱۹۳۴ء	
پرچہ (۱) دبیر عجم	[illegible]
سمط الدرر یعنی بی۔ اے کورس عربی حصہ نثر ۳۱ء	۱۲ر

نام کتاب	قیمت
شعر العجم حصہ چہارم و پنجم	۱۲ر
(۲) چہار مقالہ مع مقدمہ و حالات مصنف بمطابق	
گب میموریل ایڈیشن اعلیٰ قسم مرتبہ خواجہ [illegible] حسن ایم اے	۱۰ر
انشائے ابو الفضل دفتر اول و سوم	۱۲ر
حاجی بابا اصفہانی	[illegible]
مقامات حمیدی (مقامہ ۱۷، ۱۸ خارج)	۱۲ر
وکلائے مراقعہ مع اردو ترجمہ	۸ر
(۳) انتخاب قصائد از کلیات قاآنی یونیورسٹی	عہ
غزلیات نظیری	عہ
میخانہ عبد النبی خاں (حصہ ساقی نامہا مرتبہ اول)	[illegible]
رباعیات بابا طاہر مع ترجمہ و حالات از سید محمد عبد اللہ ایم اے	۶ر
رباعیات ابو سعید ابو الخیر مع حالات و ترجمہ اردو	
از مولانا محمود الحسن ایچ۔ اے ایچ۔ پی۔ او [illegible]	عہ
(۴) تاریخ وصاف شروع کتاب سے تا اختتام	
جلوس ارغون (عربی عبارات و اشعار خارج)	[illegible]
ہمایوں نامہ (مع مقدمہ و ترجمہ اردو) از سید محمد عبد اللہ ایم اے	۱۲ر
نوٹ:۔ اس پرچہ کے سوالات عبارتی و تاریخی دونوں	
طرز پر ہوں گے	
(۵) اخلاق جلالی (لغت خارج) مطبوعہ نولکشور (اعلیٰ)	[illegible]
گلشن راز از حضرت محمود شبستری	۵ر
منطق الطیر از شیخ فرید الدین عطار	۱۰ر
کشف المحجوب (تا اختتام احوال صوفیہ کرام) اعلیٰ	
خوشخط کاغذ سفید دبیز	[illegible]
(۶) ترجمہ اردو سے فارسی میں و جواب مضمون فارسی	[illegible]

نام کتاب	قیمت
کتاب الصرف	۱۲؍
کتاب النحو	۸؍
ایف۔ اے کورس عربی مطبوعہ ۱۹۳۶ء (حصہ نثر)	[illegible]
اختیاری مضمون اردو	
(۱) دربار اکبری (نصف اول)	[illegible]
(۲) مجموعہ نظم آزاد	۸؍
مسدس حالی معہ حالات و فرہنگ	۶؍
انتخاب مخزن حصہ اول (نظم)	[illegible]
کتب امدادی	
کنز المنافع یعنی بہترین اردو خلاصہ رسالہ عبد الواسع	
از جناب جعفری کشمیری شادانی منشی فاضل	۴؍
اردو خلاصہ عروض سیفی از ساحل بلگرامی	۲؍
خلاصہ شعر العجم حصہ دوم و سوم	۱۲؍
ترجمہ بی۔ اے کورس فارسی	
ترجمہ مہر نیمروز غالب (زیر طبع)	
زبان عجم ترجمہ لسان العجم	۱۰؍
شرح قصائد عرفی از مولوی جان محمد منشی فاضل	۶؍
اردو خلاصہ اخلاق ناصری	۱۲؍
ترجمہ ایف۔ اے کورس عربی ۱۹۳۶ء	[illegible]
قرۃ العین در ترجمتین	۱۰؍
پرچہ جات منشی و منشی عالم ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۶ء	۸؍
منشی فاضل ۱۹۳۴ء	
پرچہ (۱) دبیر عجم	[illegible]
سبط الدرر یعنی بی۔ اے کورس عربی (حصہ نثر) ۱۹۳۶ء	[illegible]

نام کتاب	قیمت
شعر العجم حصہ چہارم و پنجم	[illegible]
(۲) چہار مقالہ معہ مقدمہ وحالات مصنف بمطابق	
گب میموریل ایڈیشن اعلیٰ قسم مرتبہ جناب شیخ وزیر حسن ایم اے	۱۰؍
انشائے ابو الفضل دفتر اول و سوم	۱۲؍
حاجی بابا اصفہانی	[illegible]
مقامات حمیدی (مقامہ ۱۷، ۱۸ خارج)	۱۲؍
وکلائے مرافعہ معہ اردو ترجمہ	۸؍
(۳) انتخاب قصائد از کلیات قاآنی یونیورسٹی	[illegible]
غزلیات نظیری	[illegible]
میخانہ عبد النبی خاں (حصہ ساقی نامہ مرتبہ اول)	[illegible]
رباعیات بابا طاہر معہ ترجمہ وحالات از سید محمد عبد اللہ ایم اے	۶؍
رباعیات ابو سعید ابو الخیر معہ حالات و ترجمہ اردو	
از مولانا محمود الحسن ایچ۔ اے ایچ۔ پی۔ او۔ ٹی	[illegible]
(۴) تاریخ وصاف شروع کتاب سے تا اختتام	
جلوس ارغون (عربی عبارات و اشعار خارج)	[illegible]
ہمایوں نامہ (معہ مقدمہ و ترجمہ اردو) از سید محمد عبد اللہ ایم اے	۱۲؍
نوٹ: اس پرچہ کے سوالات عبارتی و تاریخی دونوں	
طرز پر ہوں گے	
(۵) اخلاق جلالی ابحاث نغمہ خارج مطبوعہ نولکشور اعلیٰ	[illegible]
گلشن راز از حضرت محمود شبستری	۵؍
منطق الطیر از شیخ فرید الدین عطار	۱۰؍
کشف المحجوب (با اختتام احوال صوفیہ کرام) اعلیٰ	
خوشخط کاغذ سفید ڈبل	[illegible]
(۶) ترجمہ اردو سے فارسی میں اور جواب مضمون فارسی	

نام کتاب	قیمت
اختیاری مضمون اردو	
(۱) روح الاجتماع	عہ
افادات مہدی	عہ
خیابستان	عہ
رویائے صادقہ	عہ
(۲) دیوان حالی معہ مقدمہ شعر و شاعری	عہ/
دیوان غالب اردو معہ حالات و فرہنگ	۵ر
بانگ درا از ڈاکٹر سر اقبال	عہ
کتب امدادی	
خلاصہ دبیر عجم	۸ر
ترجمہ بی۔ اے کورس عربی (حصہ نثر)	عہ
خلاصہ شعر العجم حصہ چہارم	۴ر
خلاصہ شعر العجم حصہ پنجم	۳ر
اردو ترجمہ چہار مقالہ از مولانا محمود الحسن صاحب ایم۔ اے۔ ایچ۔ پی۔ او۔ ٹی	۸ر
اردو ترجمہ ابوالفضل دفتر اول و سوم از نسیم امروہی فقیہ فاضل و فاضل ادب الہ آباد یونیورسٹی	عہ
فرہنگ حاجی بابا از پروفیسر شادان صاحب	عہ
اردو ترجمہ حاجی بابا	
اردو ترجمہ مقامات حمیدی از شادان صاحب	عہ
بہترین اردو ترجمہ انتخاب قصائد قاآنی از حکیم نیر طہرانی	۴ر
اردو خلاصہ ہمایون نامہ از جناب جعفری رامپوری منشی فاضل	۴ر

نام کتاب	قیمت
اردو خلاصہ تاریخ وصاف سوالاً جواباً	۴ر
اردو ترجمہ تاریخ وصاف از مولانا محمد مشتاق احمد فاضل دیوبند، مولوی فاضل، منشی فاضل	عہ
اردو ترجمہ اخلاق جلالی معہ فرہنگ (زیر طبع)	
جواہر اخلاق خلاصہ اردو اخلاق جلالی از حضرت ساحل بلگرامی منشی فاضل بنظر ثانی حضرت شادان بلگرامی	۱۰ر
اردو ترجمہ کشف المحجوب	عہ
معیار شرافت یعنی اخلاق جلالی بطرز سوال جواب قریباً تمام سابقہ امتحانات کے سوالات معہ جوابات۔ یہ کتاب پرچہ فلسفہ اخلاق میں کامیابی کی ضامن ہے۔	عہ
مفتاح الحقیقت یعنی بہترین اردو خلاصہ کشف المحجوب معہ حالات مصنف از ثاقب رامپوری منشی فاضل و کامل الہ آباد	۸ر
گلشن راز معہ ترجمہ و شرح اردو	عہ
قرۃ العین در ترجمتین از پروفیسر رشید احمد صاحب۔ ترجمہ کیلئے ازبس مفید ہے	۱۰ر
در مکنون در جواب مضمون از پروفیسر حاجی مغیث احمد صاحب	عہ
پرچہ جات منشی فاضل ۲۷ تا ۳۲ء	۶ر
پرچہ جات منشی فاضل مع حل ۳۰ تا ۳۲ء	۱۲ر

ملنے کا پتہ

شیخ جان محمد الہ بخش تاجران کتب علوم مشرقی کشمیری بازار لاہور